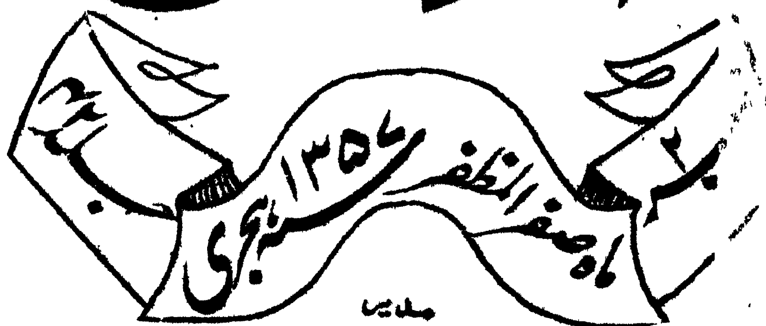
اصلاح



مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام ظلہم

دار الاشاعۃ

کھجوا (صوبہ بہار)

سالانہ قیمت ...

مکرر پرچہ نہیں جا سکتا

بعض ہمدردان اصلاح اپنے پرچوں کی حفاظت نہیں کرتے اور سال ختم ہونے پر دفتر اصلاح میں شکایت کرتے ہیں کہ اتنے نمبر نہیں ملے مکرر فوراً بھیجئے ان کل حضرات سے التماس ہے کہ جس وقت رسالہ پہونچا کرے پڑھکر اگر صندوق یا الماری میں مقفل کرکے بند کر دیا کریں تو کوئی نمبر ضائع نہ ہو۔ ہاں [illegible] معلوم ہوگا کہ قبل کا نمبر نہیں ملا تو وہ مکرر روانہ کر دیا جائیگا۔ ایک نمبر پہونچنے پر اگر نہیں طلب کیا جائیگا تو نہیں جا سکتا۔ مثلاً نمبر ۳ پہونچا۔ [illegible] گر دو تین نمبروں کے بعد قبل کا نمبر طلب کیا جائیگا لیکن اگر نمبر ۲ و ۳ طلب کیے [illegible] پہونچنے پر اگر لکھا کہ نمبر ۱ نہیں ملا تھا تو مکرر بھیج دیا جائیگا [illegible] تو وہ نہیں جا سکتا۔ بلکہ اس کے لئے فی نمبر ۸ قیمت آپ کو بھیجنی پڑیگی۔

جو لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ [illegible] چلے جاتے ہیں وہ فوراً دفتر اصلاح میں بھی اپنے جدید پتے کی اطلاع دیا کریں ورنہ ان کا رسالہ اصلاح سابق پتے پر جاتا رہیگا اور پھر وقت [illegible] دفتر کو [illegible] سے مکرر نہیں بھیجا جائیگا۔ اکثر حضرات اسکی پابندی نہیں کرتے جس سے [illegible] بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

سنہ ۱۳۵۷ ہجری کا چندہ اصلاح

سنہ ۱۳۵۶ و سنہ ۱۳۵۷ ہجری کا چندہ اصلاح جن حضرات نے اب تک نہیں بھیجا وہ فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ کرکے شکر گزار کریں ورنہ آئندہ نمبر ضرور وی پی روانہ کیا جائیگا جس میں آپ کا ۳ ر پیسہ فضول خرچ ہو جائیگا۔ بہت حضرات وی پی پہونچنے پر شکایت کرتے ہیں کہ وی پی کیوں بھیج دیا خط لکھکر چندہ کیوں نہیں طلب کیا۔ ان سب کی خدمت میں التماس ہے کہ دفتر میں اتنے محرر نہیں ہیں کہ ہر شخص کو طلب چندہ کا خط لکھا کریں اور نہ اتنا مال ہے کہ ہر شخص کو خبر کا پوسٹ کارڈ بھیجا جایا کرے۔ اس اطلاع کو آپ حضرات کارڈ خیال کرکے فوراً اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرما دیں کہ وی پی بھیجنا جانے میں بھی بڑی مصیبت ہے۔

ناول جوہر قرآن و سوانح عمری حضرت عیسیٰ

دفتر اصلاح کے مشہور دلچسپ ناول تصویر عبرت کے ختم ہونے پر برابر فرمائشیں آرہی ہیں مگر ہم بھیجنے سے مجبور ہیں اور حضرات اسکے دیکھنے کے لئے بیچین ہیں اسی طرح جو حضرات اسی وقت سے رسالہ اصلاح کے خریدار ہونگے اور ناول جوہر قرآن و سوانح عمری خلیفہ دوم ختم ہونے پر طلب کرینگے تو بہت افسوس کرینگے۔

ڈاکخانہ کھجوا انگریزی میں ڈاکخانہ کا پتہ اسطرح لکھا جائے۔ P.O. KUJHWA (BIHAR CIRCLE)

فہرست مضامین اصلاح نمبر ۲ جلد ۴۲ صفر المظفر ۱۳۵۷ہجری

انصار اصلاح حسب ذیل ہمدردان اصلاح نے اس رسالہ کو جدید خریدار عنایت فرما کر شکر گزار کیا خدا ان حضرات کو جزائے خیر دے اور دوسرے حضرات کو بھی جلد اس طرف متوجہ کرے۔

(۱) جناب مولوی مرزا علی بہادر صاحب ناظر ہائی کورٹ حیدر آباد ۱ (۲) جناب سید کاظم حسین صاحب اور سیر بازپور ۲ نے حضرات کو خریدار بنایا (۳) جناب منشی سید آفتاب علی صاحب بارہ بنکی ۱ (۴) جناب سید شبیر علی شاہ صاحب صوبہ دار پنشنر نڈالہ پکا ۱ (۵) جناب مولوی محمد عسکری صاحب مددگار کمشنر حیدر آباد دکن ۲ (۶) جناب منشی سید دلاور حسین صاحب سب انسپکٹر کانپور ۱ (۷) جناب ڈاکٹر سید منظر عباس صاحب سیفی بلاسپور ۱ (۸) جناب سید محمد حسین شاہ صاحب منیجر چوبٹیا ۱ (۹) جناب منشی سید اظہر حسین صاحب رجسٹرار قانونگو کادی پور ۱ (۱۰) جناب آغا غلام حیدر خاں صاحب قزلباش رئیس پانی پت ۲ (۱۱) جناب نواب بہجت علی خاں صاحب بہادر جاگیردار حیدر آباد ۱ (۱۲) جناب منشی سید صغیر حسین صاحب انسپکٹر ٹانڈا ۔ ۲ (۱۳) جناب مولوی سید فضل حسین صاحب مبلغ احمد آباد جہلم ۱ (۱۴) جناب سید محمد امیر صاحب ایڈوکیٹ مظفر نگر ۱ (۱۵) جناب سید شاہ علی امام اشرف صاحب سب انسپکٹر سیحہ ۱ (باقی آئندہ)

مولانا دام ظلہ کی پریشان کن علالت

قدردان اصلاح اس رسالہ کی تاخیر اشاعت سے بہت گھبرا رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں خطوط کے جواب بھی نہیں جا رہے ہیں۔ فرمائشوں کی تعمیل بھی نہیں ہو رہی ہے۔ سوالات کے جوابات بھی نہیں لکھے جا رہے ہیں۔ دفتر سے جن حضرات کو شکایتیں ہو رہی ہیں اونکا دفعیہ بھی نہیں کیا جا رہا ہے۔ غرض رسالہ اور دفتر کے کل امور معطل یا ابتر ہو رہے ہیں اور قدردانان اصلاح کو غصہ و رنج ہو رہا ہے۔ مگر اون حضرات کو خبر نہیں کہ یہاں کیا گزر رہی ہے اور کن مصائب کا سامنا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ کل امور کا تعلق جناب مولانا مدیر اصلاح دام ظلہ سے ہے کہ جب ممدوح ہی اون امور کو انجام دیں یا ایک ایک بات بتا کر اپنے سامنے دوسروں سے انجام دلائیں تو وہ امور انجام پائیں ورنہ سب یونہیں پڑے رہیں۔ اور موصوف کی حالت یہ ہے کہ کچھ دنوں سے برابر کسی نہ کسی مرض کا سلسلہ قائم ہے۔ سال گزشتہ ضعف قلب کا شدید حملہ ہوا جو کئی مہینے تک رہا مگر خدا کے فضل سے ماہ شعبان کے آخر میں مزاج درست ہو گیا قوت بھی کافی آگئی۔ ماہ صیام میں بہت خوش رہے کل روزے رکھے اور بہت سے دیگر امور بھی حسب معمول انجام دیئے لیکن عید کے بعد دوسری آفت نازل ہوئی" برعکس نہند نام زنگی کافور" کے مطابق جسکا نام مرض مبارک رکھا گیا ہے یعنی خارش اوس کا سامنا ہوا۔ اور اب تک اوس سے نجات نہیں ملی۔ یہاں حمام نہیں کہ روزانہ غسل کرتے گرم پانی سے نہانے کی عادت نہیں چند مرتبہ اپنے اوپر زور دیکر نہائے بھی تو دوسری شکایتیں پیدا ہو گئیں تپ آگئی۔ بغل میں گلٹی نکل آئی۔ تمام اعضا کئی روز تک متاذی رہے۔ اس وجہ سے بھی اس مرض کا پیچھا نہ چھوٹا۔ عشرہ محرم کے بعد سر میں تین زخم نکلے جن سے ایک میں گہرا نشتر دیا گیا جو ایک مدت کے بعد اچھا ہوا۔ اوس کے بعد کئی مرتبہ دانت میں ایسا شدید درد ہوا جس نے نیم بسمل کر دیا۔ پھر پیچش اور تپ ہوئی۔ انھیں شکایات میں اصلاح ما جلد ۲ کے مضامین اور سوانح عمری خلیفہ دوم و جوہر قرآن کا مسودہ بھی لکھا اور بہزار خرابی اصلاح ما شایع کر دیا گیا جس میں کتابت کی بہت سی غلطیاں بھی رہ گئی ہیں اس کا غلط نامہ بھی انشاءاللہ شایع کیا جائیگا۔ اس کے بعد ماہ صفر کا اصلاح جلد شایع ہو جاتا مگر خارش نے مولانا موصوف کو بالکل بیکار کر رکھا ہے۔ دونوں بازو دونوں کہنیوں۔ دونوں ہاتھ

کی انگلیوں ۔ بیٹھنے کے مقام کے دونوں حصہ ۔ دونوں ران اور دونوں پاؤں میں ایسے ایسے دانے نکلے اور برابر نکلتے جارہے ہیں کہ ممدوح کو نہ کھڑے ہونے میں آرام مل رہا ہے نہ لیٹ سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں ۔ نہ ہاتھ اُٹھایا جاتا ہے نہ رکھا جاتا ہے ۔ روزانہ دوا لگانے اور نہانے کی کوشش کرتے ہیں مگر ضعف اتنا ہے اور زحمت اتنی ہوتی ہے کہ وہ بھی رُک رُک جاتا ہے ۔ خارجی دوائیں بھی بکثرت استعمال فرما چکے ایک کامیاب طبیب کی تجویز سے عرق مصفی بھی استعمال کیا مگر ۔ مریض علم پر رحمت خدا کی ۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۔ اب تک کسی دوا سے کوئی نفع نہیں ظاہر ہوا ۔ اب ہومیو پیتھک دوا شروع کی ہے دیکھئے اس کا کیا اثر ہوتا ہے ۔ ممدوح ان صعوبات میں گویا اپنی جان پر کھیل کر رسالہ کو جلد از جلد شائع کرنے کی کوشش فرمارہے ہیں مگر جب صحت اختیار میں نہ ہو قوت نہ ملے تو کیا کرسکتے ہیں ۔ رسالہ کے مضامین اخباری یا ادبی نہیں ہیں کہ جن چیزوں سے ہوسکے رسالہ بھر کر شایع کردیا جائے بلکہ علمی و تحقیقی مضامین کا ذخیرہ ہوتا ہے کہ تقریباً ہر سطر میں بیسیوں کتابوں کے نکالنے اور انکے ورق گردانی کرنے اور مضامین ڈھونڈھکر نقل اور ترجمہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سب مولانا ممدوح ہی کو کرنا پڑتا ہے کوئی دوسرا شخص ممدوح کا معین نہیں نہ آج تک کسی اسسٹنٹ اڈیٹر یا نائب مدیر کا انتظام ہوسکا ۔ پس اگر ہمدردان اصلاح چاہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے رسالہ اصلاح اوسی تحقیقی شان سے شائع ہوتا رہے تو رسالہ کی تاخیر اشاعت سے پریشان نہ ہوں اور نہ انتظار کی شکایت فرمائیں ۔ رسالہ کے مضامین سیاسی یا اخباری نہیں ہوتے کہ بعد از وقت شایع ہونے سے بیکار ہوجائیں بلکہ علمی و دینی ہیں جن کا لطف ہمیشہ یکساں رہتا ہے ۔ اگر اپنا بس چلتا تو رسالہ کو قبل از وقت ہی شایع کرکے ناظرین کو زیادہ خوش رکھا جاتا مگر ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ ضروری التماس کل ہمدردان اصلاح سے یہ ہے کہ اگر آپ حضرات چاہتے ہیں کہ سوانح عمری خلیفہ دوم اور جوہر قرآن اعلے درجہ کی شائع ہوتی رہے تو اس رسالہ کی توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیں تاکہ اطمینان سے کل امور انجام پاسکیں اگر اشاعت کافی ہوتی تو کسی کام میں رکاوٹ نہ ہوتی ۔

جوہر قرآن و سوانح خلیفہ دوم کی اہمیت خدا کے فضل و کرم سے دونوں جدید کتابیں بہت مقبول ہو رہی ہیں۔
برابر قدردانوں کے خطوط ان کی مدح میں آتے رہتے ہیں جن پر خدا کا جس قدر شکریہ ادا
کیا جائے بالکل کم ہے کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے محض اوسی قادر مطلق کے فضل و کرم سے۔ چند
خطوط کی مختصر نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے (۱) جناب مرزا اکبر علی بیگ صاحب انسپکٹر
پولیس پنشنر کانپور سے تحریر فرماتے ہیں "جناب قبلہ دام برکاتکم تسلیم۔ خداوند کریم آپکو
بتصدق بیمار کربلا ہمیشہ صحت یاب رکھے اور عمر صد وسی سال کو پہونچائے۔ پرچہ اصلاح
نے وہ کام زمانہ میں کیا کہ سب اپنے مذہب اور اوسکی حقیقت اور دشمنان دین کے
حالات سے واقف ہوگئے۔ خدا کرے اصلاح ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے۔ سوانح عمری
اول و تاریخ ائمہ دونوں کتابیں لاجواب اور بے مثال رہیں۔ محرم کے پرچہ میں سوانح عمری
ثانی اور اوسی کے ساتھ ایک کتاب جوہر قرآن شروع ہوئی ہے۔ موخر الذکر کتاب
دیکھکر حیرت ہوگئی۔ بڑی ضروری و نادر کتاب ہوگی۔ سوانح عمری ثانی کے تو شروع
ہی ورق میں آپ نے الفاروق کی حقیقت کھول کر رکھدی اور اوس کو ردی کر دیا۔
خداوند کریم دونوں کتابوں کو اتمام کو پہونچا دے۔ افسوس یہ کہ قدردانان اصلاح
ناپید ہیں۔ لوگوں میں ذوق و حمیت مفقود ہے۔ جو غریب ہیں وہ دل والے ہیں۔ جو
امیر ہیں اونکو اپنی امارت کے دوسرے اشغال سے کار دین کی طرف رجوع کرنے کی اہلیت
نہیں ورنہ یہ پرچہ اصلاح زر کثیر نثار کرنے کے قابل اور آپ کا منہ جواہرات سے بھر
دینے کے قابل ہے" (۲) جناب میر علی اکبر صاحب موسوی کوٹا پڈ صوبہ اوڑیسہ سے لکھتے
ہیں "جناب مولانا عماد الملۃ والدین ادام اللہ فیوضکم تسلیم مزاج اقدس سچ کہتا ہوں
آپ نے قوم پر وہ احسان عظیم کئے اور کر رہے ہیں کہ جس سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتی۔
ابھی حال کی بات ہے تصویر عزا جیسی نایاب کتاب لکھی جسکی نظیر محال ہے۔ حضرت
ابو بکر کی سوانح لکھکر ایسے ایسے راز کا انکشاف کیا جو ہم نے دیکھنا تو کجا سنا تک
نہیں۔ تاریخ ائمہ لکھکر مومنین و مومنات پر احسان عظیم کیا۔ آپ کی جتنی تعریف و توصیف کی جائے
کم ہے۔ سال رواں میں حضرت عمر کی سوانح اور جوہر قرآن شروع کی ہے ہر دو کتاب

ہدایت مآب گزشتہ سے بڑھ چڑھکر رہیں گی اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ۔خداوند عالم
بطفیل آلِ عبا آپکی صحت تا دیر برقرار رکھے اور آفات گوناگوں سے محفوظ رکھے
آمین" (۳) جناب مولانا حکیم سید محمد صادق صاحب لکھنوی مولوی فاضل وصدر الافاضل
نے حیدر آباد دکن سے لکھا "سوانح عمری خلیفہ دوم اور جوہر قرآن نہایت عمدہ اور
دلچسپ طریقہ سے آپ نے تحریر فرمایا ہے ۔مجھکو تو بے حد پسند ہے ۔خصوصاً سوانح عمری
محض سوانح عمری نہیں ہے ۔بلکہ مولوی شبلی صاحب نے الفاروق میں اپنی عقیدتمندی
سے جہاں پردہ پوشی کی اور حقیقت حال کو گول مول کیا ہے اوسکی رد اور حقیقت کا
اظہار بھی ہے ۔امید ہے کہ یہ سوانح عمری خلیفہ اول سے بہتر و مفید تر ثابت ہوگی"۔

ماتم شیعہ (ربط کے لئے گزشتہ نمبر ملاحظہ ہو)

میں نے رسالہ اصلاح کے گزشتہ نمبر میں لکھا ہے کہ مولوی حافظ نور محمد خاں صاحب مناظر سہارنپوری
نے رسالہ ماتم شیعہ میں شیعوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ عزاداری امام حسین علیہ السلام کو موقوف
کردیں ۔نوحہ و ماتم کا سلسلہ بند کردیں ۔گریہ و بکا ۔نالہ و فریاد ۔حزن و ملال سینہ کوبی
و تعزیہ داری کو ترک کردیں ۔کیوں؟ اس لئے کہ اس سے عزم و استقلال ۔ہمت و جرأت
حق طلبی ۔حق کوشی ۔محبت الٰہی ۔جوش ایمانی ۔فداکاری ۔جان نثاری اور حریت و
آزادی وغیرہ صفات حسنہ انسان سے زائل ہو جاتے اور اون کے عوض کمزوری ۔بزدلی
جزع فزع ۔اضطرار و اضطراب اور بے صبری و عاجزی وغیرہ برائیاں پیدا ہو جاتی
ہیں ۔گویا عزاداران امام حسین نہایت مردہ حال ۔بے بس ۔بے کس اور فرومایہ ہو جاتے
ہیں اور اپنے رونے دھونے نوحہ و ماتم کرنے سے اس قابل نہیں رہتے کہ اپنی حفاظت
آپ کرسکیں ۔اپنے کسی ارادہ کو پورا کرسکیں ۔اپنے کسی حق کو حاصل کرسکیں ۔ان پر
کوئی شخص ظلم کرے تو اوس کو دفع کرسکیں ۔کوئی شخص ان کی مخالفت کرے تو اوس کا
مقابلہ کرسکیں ۔غرض عزاداران امام حسینؑ اس عزاداری کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتے
کہ اُن میں دنیوی حیات کے آثار نظر آئیں یا وہ زندہ قوموں میں شمار ہوسکیں ۔
ممدوح کی کل نصیحتوں کا خلاصہ یہی ہے جسے میں نے اوپر عرض کیا ۔موصوف کی کل
باتیں قابل قدر ہوتیں اگر ان دعوؤں کا کوئی ثبوت بھی ہوتا ۔سب جانتے ہیں کہ دعوے

بے دلیل قبولِ خرد نہیں۔ مناظر موصوف براہ کرم دلیل پیش کر کے سمجھائیں کہ عزاداری کرنے کی وجہ سے یہ باتیں کیوں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہر معلول کی کوئی علت ہوتی ہے اور اوس علت کو معلول سے کوئی ربط بھی ہوتا ہے۔ عزاداری سید الشہدا کی وجہ سے جن خوبیوں کے زائل اور جن برائیوں کے پیدا ہونے کا آپ دعوے کر رہے ہیں انکی کوئی عقلی وجہ ہے یا نقلی۔ اگر عقلی وجہ ہے تو سمجھائیے کہ اس عبادت سے یہ نتائج کیوں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کسی ڈاکٹر یا طبیب کی تحقیق ہے تو اوس کو واضح کیجئے کہ دیکھا جائے اوس نے کیا لکھا ہے اوسکی تشخیص کیا ہے۔ میں نے تو جہاں تک تحقیق کی یہی دیکھا کہ بڑے بڑے ڈاکٹر اور فلسفی بھی عزاداری سید الشہدا کو غیر معمولی زندگی کا ذریعہ لکھ رہے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر جوزف نے جو فرانس کا ایک مشہور مورخ ہے اوس کتاب میں جس کا نام اوس نے "اسلام و اسلامیان" رکھا ہے۔ اسلامی فرقوں میں سے ہر ایک کی ترقی کا حال مدلل و مشرح لکھا ہے۔ مصنف مذکور کا دعوے ہے کہ مسلمانوں کا حال مثل اوسکے اب تک یورپ کے کسی مورخ نے ایسا مدلل نہیں لکھا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے شیعوں کے متعلق یہ خیالات ظاہر کئے ہیں "جب بادشاہ شام پیروان داماد محمد صلعم (یعنی حضرت علیؑ) کے قتل و غارت کی بنیاد ڈال کر اوس داماد (یعنی حضرت علی) کا نام فحش و دشنام سے لینے لگا تو اس معاملہ نے شیعہ و سنی میں عداوت بڑھادی یہاں تک کہ فرقہ شیعہ نے بھی اون کے بزرگوں سے نفرت کرنے کو عمل نیک سمجھا۔ مگر چونکہ شیعوں کو قوت و اقتدار میسر نہیں تھا اونکی قوت و طاقت کچھ زیادہ نہ تھی ٹڈیوں کی طرح منتشر تھے اور جان کے خوف سے اپنے تئیں علانیہ ظاہر نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ محمدؐ کے نواسے حسینؑ کو یزید نے قتل کیا۔ اس سانحہ نے بڑی شورش پیدا کی اور شیعیان علیؑ کو برانگیختہ کر دیا اور قوی و آمادۂ جنگ بنا دیا۔ اونھوں نے بہت کچھ غم کیا اور حسینؑ کی عزاداری کو جزو ایمان و مذہب ٹھہرالیا۔ ان کے اماموں نے بھی ان لوگوں کو امام حسینؑ کی عزاداری کی تاکید کی۔ رفتہ رفتہ یہ عزاداری مذہب شیعہ کا ایک رکن بلکہ رکنِ اعظم قرار پاگئی۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ فرقہ اتنا ظاہر تھا۔ تقیہ نے اس فرقہ کو قوی بنا دیا۔ چونکہ ظاہر نہ تھے ان کے زبردست مخالف ان کے

قتل و غارت کا موقع نہ پاتے تھے اور یہ لوگ خفیہ مجلس ماتم برپا کر کے مصائب امام حسینؑ پر روتے تھے۔ یہ اثر دلوں میں ایسا راسخ ہوا کہ کچھ عرصہ نہ گزرا کہ اس گروہ نے بلندی حاصل کر کے ترقی کی اور کتنے ہی وزیر اور بہت سے بادشاہ و خلیفہ بعضے تقیہ میں بعضے علانیہ اس مذہب کے معتقد ہو گئے۔ اس فرقہ نے ایسی ترقی کی کہ بموجب اوس انداز کے جو فرانس کے بعض سیاحوں نے کیا ہے جہاں چھ سات مسلمان ہوتے ہیں وہاں ایک شیعہ بھی ضرور ہوتا ہے۔ اس ترقی سے جو اس فرقہ نے بغیر کسی ظلم کے تھوڑے عرصہ میں کی ہے کہہ سکتے ہیں کہ شیعے ایک دو قرن میں مسلمانوں کے تمام فرقوں سے شمار میں بڑھ جائیں گے اور اس کا سبب یہی تعزیہ داری ہے جس نے اس فرقہ کی ہر فرد کو اپنے مذہب کا مشنری بنا رکھا ہے۔ آج روئے زمین پر کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں دو شیعے ہوں اور امام حسینؑ کی عزاداری نہ کریں اور اسکے لئے زر و مال خرچ نہ کریں۔ میں نے بندر مارسل میں ایک عربی شیعہ کو دیکھا کہ ہوٹل میں تن تنہا مجلس قائم کی ہے اور کتاب لئے کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا ہے اور رو رہا ہے۔ بعد ازاں جو شربت و طعام اوس نے مجلس کے لئے تیار کیا تھا فقراء کو تقسیم کیا۔ یہ لوگ اس راہ میں بے حساب مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے تمام فرقے ملا کر بھی اس فرقہ کے برابر اپنے مذہب کی راہ میں مال و دولت خرچ نہیں کرتے۔ اس فرقہ میں سے ہر ایک اپنے مذہب کا مشنری ہے اور یہ نکتہ تمام مسلمانوں پر پوشیدہ ہے یہاں تک کہ شیعوں کو بھی اپنے اس عمل سے اس فائدہ کا خیال نہیں ہے۔ اونکی نیت ثواب عاقبت ہے لیکن چونکہ لابد ہے کہ ہر عمل اس عالم میں بالطبع اپنا اثر بخشے اس وجہ سے یہ فعل بھی شیعوں کو اپنے پھل دیتا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ جس مذہب میں پچاس ساٹھ ملیں یا پانچ چھ کروڑ مشنری ہوں لا محالہ جو ترقی اونکے لئے موضوع ہے وہ رفتہ رفتہ اوسکو ضرور حاصل کرینگے۔ اس فرقہ کے رؤسا، روحانی اور بادشاہ و وزیر تک بھی مشنری گری (دعوت مذہب) کی صفت سے خالی نہیں ہیں۔ اس فرقہ کے فقراء و مساکین چونکہ اس طریقہ سے پورا فائدہ اوٹھا چکے ہیں اور اوٹھاتے ہیں اسلئے وہ ماتم داری کے بجا لانے میں بزرگوں سے زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے عقبےٰ میں اجر اور دنیا میں اُجرت حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس

فرقہ کے بہت سے عالم کاروبارِ دنیاوی چھوڑ کر اس عمل میں مشغول ہو گئے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے بزرگانِ دین کے فضائل اور اُن مصائب کا ذکر جو اس خاندان پر گزرے ہیں گویائی کی طاقت سے منبروں پر اور عام مجلسوں میں لوگوں کے سامنے بآئین وجہ پڑھیں ۔ ان مشقتوں کے سبب سے جو یہ لوگ اِس فن میں اُٹھاتے ہیں ان لوگوں کے واعظین بھی اسلام کے تمام فرقوں سے زیادہ ہیں ۔ چونکہ ایک بات کے بار بار بیان کرنے سے لوگوں کے دل گھبرا جاتے ہیں اور تاثیر نہیں رہتی ۔ یہ لوگ محنتیں کر کے تمام مسائل اسلامی کو جو اونکے مذہب سے متعلق ہیں اسی پیرایہ میں منبروں پر بیان کرتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہاں تک پہونچا ہے کہ شیعوں کے اَن پڑھ لوگ دوسرے اسلامی فرقوں کے پڑھے لکھے لوگوں سے اپنے مذہبی معلومات میں جو اونھوں نے اپنے بکثرت علماء سے سُنے ہیں زیادہ واقف ہوتے ہیں ۔ اور فرقہ شیعہ اِسی ذریعہ سے اور دوسرے ذریعوں سے جو اِس ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں تمام مسلمانوں سے زیادہ مفاد حاصل کرتا ہے ۔ آج روئے زمین پر جس طرف نظر ڈالئے لیاقت ۔ معرفت ۔ علم و عزت میں شائستہ سے شائستہ مسلمان فرقہ شیعہ ہی میں نظر آوینگے ۔ اس فرقہ کی مشنری گری (دعوت مذہب) اپنے یا دیگر اسلامی فرقوں تک محدود نہیں ہے بلکہ جس قوم میں یہ لوگ قدم رکھتے ہیں اوس پر بھی ویسا ہی اثر اور جذبہ ڈال دیتے ہیں ۔ کثیر التعداد شیعہ جو آج ہندوستان میں دیکھے جاتے ہیں سب عزاداری کی بدولت ہیں ۔ فرقہ شیعہ نے سلاطین صفویہ کے زمانہ تک بھی اپنے فرقہ کو تلوار کے زور سے ترقی نہیں دی بلکہ ان لوگوں نے اِس درجہ تک حیرت انگیز ترقی صرف اپنے قوت کلام سے کی ہے جس کا اثر تلوار سے زیادہ ہوتا ہے ۔ آج اس فرقہ نے اپنے مراسم مذہبی کے ادا کرنے میں ایسی ترقی کی ہے کہ ۲/۳ مسلمانوں کو اپنے خیالات کا پیرو بنا لیا ہے ۔ بہت سے ہندو اور پارسی اور دوسرے مذہب والے بھی اونکے شریک ہو گئے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک قرن کے گزرنے کے بعد جبکہ یہ خیالات وراثتاً اون لوگوں کی اولاد میں منتقل ہوں گے تو وہ بھی مان لینگے یا اس مذہب کی تصدیق کرینگے ۔ چونکہ فرقہ شیعہ اپنے مطالب کو اپنے مذہب کے بزرگوں سے متعلق جانتا ہے اور اپنی مشکلوں اور حاجتوں میں اون سے مدد طلب کرتا ہے ۔ (باقی آئندہ)

خلیفہ قادیان کا تازہ بیان

یزید اور حسین میں فرق موجودہ خلیفہ قادیان نے اپنے ۸ اپریل کے خطبہ جمعہ کے ضمن میں فرمایا:- "اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید حاصل کرنے کے لئے نبوت شرط نہیں - بلکہ یہ کامل مومن کو حاصل ہو سکتی ہے - دیکھو حضرت امام حسینؓ نبی نہ تھے اور بظاہر ان کو یزید کے مقابلہ میں شکست بھی اٹھانی پڑی - یزید اس وقت تمام عالم اسلامی کا بادشاہ تھا اور اس وقت چونکہ تمام متمدن دنیا پر اسلامی حکومت تھی اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ تمام دنیا کا بادشاہ تھا اسکے بعد بھی ایک عرصہ تک دنیا پر اسکے رشتہ داروں کی حکومت رہی اور اس وقت منبروں پر حضرت علیؓ اور آپ کے خاندان کو گالیاں دی جاتی تھیں - یزید کو اتنی بڑی حکومت حاصل تھی کہ آج کل کسی کو حاصل نہیں - آج انگریزوں کی سلطنت بہت بڑی سمجھی جاتی ہے مگر ذرا مقابلہ تو کریں -

بنو امیہ کی حکومت سے جن کے خاندان کا ایک فرد یزید بھی تھا انگریزوں کی حکومت کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں - فرانس سے شروع ہو کر اسپین مراکو - الجزائر، طرابلس اور مصر سے ہوتی ہوئی عرب، ہندوستان چین، افغانستان، ایران، روس کے ایشیائی حصوں پر ایک طرف اور دوسری طرف ایشیائے کوچک سے ہوتے ہوئے یورپ کے کئی جزائر تک یہ حکومت پھیلی ہوئی تھی - اس قدر وسیع سلطنت آج تک کسی کو حاصل نہیں تھی - موجودہ زمانہ کی دس پندرہ سلطنتوں کو ملاکر اس کے برابر علاقہ بنتا ہے اور اتنی بڑی سلطنت کا ایک بادشاہ ہوتا تھا جن میں سے قریباً ہر ایک حضرت علیؓ اور آپ کے خاندان کو اپنا دشمن سمجھتا تھا اس لئے ممبروں پر کھڑے ہو کر ان کو گالیاں دی جاتی تھیں - اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ساری دنیا میں

امام حسینؓ کی عزت پھر قائم ہو گی اور اس وقت کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یزید کو بھی لوگ گالیاں دیا کریں گے مگر آج نہ صرف تمام اس

علاقہ میں جہاں امام حسینؑ کو گالیاں دی جاتی تھیں بلکہ دوسرے علاقوں میں بھی۔ کیونکہ بعد میں اسلامی حکومت اور بھی وسیع ہو گئی تھی گو وہ ایک بادشاہ کے ماتحت نہ رہی۔

سب جگہ یزید کو گالیاں دی جاتی ہیں اور حضرت امام حسینؑ کی عزت کی جاتی ہے گو آپ نبی نہ تھے صرف ایک برگزیدہ انسان تھے اور حق کی خاطر کھڑے ہوئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی دی۔ بظاہر دشمن یہ سمجھتا ہوگا کہ اس نے آپ کو شہید کر دیا۔ مگر آج اگر یزید دنیا میں واپس آئے (اگرچہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نہیں کہ مُردے دنیا میں واپس آئیں) تو کیا تم میں سے کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ یزید ہونے کو پسند کرے گا۔ جس دن حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے وہ کس قدر غرور اور فخر کے ساتھ اپنے آپ کو دیکھتا ہوگا اور اپنی کامیابی پر کس قدر نازاں ہوگا لیکن آج اگر اُسے اختیار دیا جائے کہ وہ امام حسینؑ کی جگہ کھڑا ہونا چاہتا ہے یا یزید کی جگہ تو وہ بغیر ایک لمحہ کے توقف کے کہہ اُٹھیگا کہ میں

دس کروڑ دفعہ امام حسینؑ کی جگہ کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ اور اگر حضرت امام حسینؑ سے کہا جائے کہ وہ یزید کی جگہ ہونا پسند کرینگے یا اپنی جگہ۔ تو وہ بغیر کسی لمحہ کے توقف کے کہہ اُٹھیں گے کہ دس کروڑ دفعہ اُسی جگہ پر جہاں وہ پہلے کھڑے ہوئے تھے۔ کسی اور سے فیصلہ کرانے کی ضرورت نہیں اگر یزید خود آئے تو اس کا اپنا فیصلہ بھی یہی ہوگا۔" (ماخوذ از الفضل قادیان مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء)

"شاعر کا جواب"

بجواب نظم معنون بہ "ذاکر سے خطاب" مطبوعہ اخبار حق لکھنؤ

(رشحۂ کلک گہر سلک عالی جناب مولوی محمد نجم الحسن صاحب زاد فضلہ متخلص عابدی ساکن مولویانہ مخدوم شاہ اڈہن۔ جون پور متعلم جامعۂ سلطان المدارس لکھنؤ)

۱۔ ہوشیار، اے شاعرِ شوریدہ سر غفلت شعار ∴ نظم تیری گلشنِ معنی میں ہے اک خار زار
ذاکرِ سبطِ نبی پر وار کرکے، یہ پکار ؟ ∴ لافتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

میں نے مانا حسنِ لیلےٰ اور نہ محمل چاہیئے
رنج کے اظہار کو، کیوں شیر سا دل چاہیئے؟

۲- سب ہوئے فیضِ شہیدِ نینوا سے بہرہ مند .:. تجھکو ذاکرسے، خدا ہی جانے کیا پہونچا گزند؟
خون کھولا، اور پھڑکا ٹھا ترا ہر جوڑ بند .:. پیروِ حق ہو نہیں سکتے مریدِ گوسفند
پیشہ ور ہو کر سہی، ماتم تو کرتے جائیں گے
نقشِ حق، لوحِ جہاں پر تب اُبھرتے جائینگے

۳- صوفیانِ پیشہ ور پر تو! نہیں کرتا عتاب .:. قاریانِ پیشہ ور سے تو! نہیں کرتا خطاب
ذاکرِ مظلومؑ پر، لے دیکے خشمِ بےحساب .:. روزِ پرسش آئیگا، تیار رہ بہرِ جواب
گریۂ زہراؑ سے جب عرشِ خدا ہل جائیگا
تجھکو تیرے قولِ باطل کا مزا مل جائیگا

۴- گریہ و زاری سے کیا صبر و شجاعت کو ہے بیر؟ .:. بندۂ پیرِ مغاں بن کر نہ جا تو سوے دیر
کر خدا کے واسطے، تو سیرتِ احمدؐ کی سیر .:. روئے حضرتؐ خود، چچا پر، کر کے اُن کا ذکرِ خیر
کیا کہے گا تو؟ دلِ حیدرؑ کی شان میں
کیا نہیں روئے پیمبرؐ جنگ کے میدان میں؟

۵- جاتے تھے حیدرؑ رسوئے صفین بہرِ جنگ جب .:. کربلا میں جس گھڑی پہونچے وہ سردارِ عرب
خاک واں کی آپ نے سونگھی بصد رنج و تعب .:. پھر گیا آنکھوں میں شہ کی منظرِ عاشور سب
روئے حضرتؑ پھر، غریبِ نینوا کے واسطے
کیا کہے گا تو؟ دلِ شیرِ خدا کے واسطے

۶- عمر دوں پر ذکرِ غم میں قید، ہے خونِ وفا .:. تیرے قابو سے ہے باہر بالکل، اس کا ذرکنا
سلطنت کی طاقتوں سے جب کچھ بھی ہو سکا .:. مانعِ شیون ہو تو اے جوش! یہ شانِ خدا؟
ننگ کا موجب ہو شغلِ گریہ، گر محبوب پر
حرف آجائیگا غافل! آدمؑ و یعقوبؑ پر!!

۷- حضرتِ آدمؑ بھی روئے عمر بھر بہرِ پسر .:. حضرتِ یعقوبؑ بھی روئے ہیں اپنی عمر بھر
حضرتِ زہراؑ بھی روتی ہی رہیں بہرِ پدر .:. شغلِ سجادِؑ حزیں تھا گریہ ہشت و بے خبر!

اب بتا کچھ اُن کا نصب العین رونے کے سوا
ہے تاَسّی اُنکی ہم کو، تجھ سے ہم کو کام کیا؟

۸۔ قوتِ مردانہ ظاہر کر! میانِ کارزار .:. بے محل ہے داں، اگر ڈھونڈھیگا تو راہِ فرار
ہے اگر خواہش، کہ آئیں عرش سے ہوجائیں پار .:. بے خبر! اُس میں شجاعت کو نہیں ہے اے کار

ہلکے ہلکے قطرہ ہائے اشک یزداں کی قسم
کام دیں گے حشر میں، فخرِ رسولاں کی قسم

۹۔ دل کی نیت سے ہے واقف بس خدائے ذوالمنن .:. وارداتِ قلب پر حملہ، یہ ہے اک سوءِ ظن
گھر میں ہم رو لیں تو کیا جانینگے اپنا وطن؟ .:. کون مدت تک رہا؟ غربت میں بے دفن و کفن

تا ہُو سوجھوں پردہ کیا دے؟ دل ہو جس کا پاش پاش
وہ اکڑتا کیسے نکلے؟ ہاتھ پر جکے، ہو لاش

۱۰۔ قطرہ ہائے چشمِ تر میں یہ گہرے تو پ کے .:. جن سے قصرِ ظلم و بدعت خاک میں سب مل گئے
اہلِ باطل کو بھی دیکھا، سرنگوں ایسے ہوئے .:. تا ابد ممکن نہیں، اُبھر یں سزا کے بوجھ سے

آنسوؤں سے ظلم کی بنیاد ایسی ہِل گئی
سلطنت تک ظالموں کی، خاک میں سب مل گئی

۱۱۔ حیف ہے اے شاعرِ شہرت پسند و عیب جُو .:. کاروباری مشق. بتلائے شعارِ ہائے و ہو
ہوگیا ذاکر سے جب اس طرح محوِ گفتگو .:. تیری زد سے بچ کہاں سکتا تھا مولا کا لہو

نعشِ حمزہؑ پر ستم ہندہ کا، پھر یاد آگیا
خونِ اہلبیت کو، کھانے کی شے بتلا گیا

۱۲۔ جو دَنی ہوگا، نہ بھولیگا دِنائت کا سبق .:. کربلا کے ذکر میں موجود ہے خود درسِ حق
تذکرے سے جسکے ہوتے ہیں جگر سینہ بھی شق .:. پھر تجھے محسوس کچھ ہوتا نہیں اُن میں قلق

آج، ارضِ کربلا کی، آہ! یوں توقیر ہو
خانۂ عشرت - دفینہ - مختلف تعبیر ہو

۱۳۔ میں بتاؤں؟ بات کیا تھی شاعرِ ظاہر پرست .:. حق نے باطل کو دبایا، دائمی دے کر شکست
قتل کر کے، ابنِ حیدر کو، ہوئے جو لوگ مست .:. خونِ مولا کے چھپانے میں تھے محوِ بندوبست

ذکرِ غم کے ردکنے کی آج بھی تمہید ہے
سنتِ دیرینۂ اسلاف کی تقلید ہے

۱۴۔ شرم! شرم!! آہ وہ کہ تجھکو درد ہو ایمان کا :: غیرتِ حق کو بچانا، کام ہے ؟ انسان کا
کرکے ظاہر خود کو پیرو، دین کا قرآن کا :: دل دکھاتا ہے علیؑ کا، فاطمہؑ ذی شان کا
جو تجھے بھاتا نہ ہو، اُس کو نہ اچھا تو بتائے
"عید" "گل گشت مُصلا" "تماشا" تو بتائے

۱۵۔ ہے علامت خاص مومن کی، کہ ہو خوف خدا :: حکم خالق ہے یہ ہی "تخفہ" ہو کم، گریہ سدا "
ہاں خدا کے واسطے، بتلادے ہم کو ناصحا! :: ذبح ہو آل پیمبر، ہم دکھائیں قہقہا
اب بھی ہے عیدِ یزیدی، اب بھی ہے روزِ شہید؟
سچ کہا ہے "یک حسینے نیست تا گردد شہید"

۱۶۔ پوچھ بیغمؑ سے غافل مقصدِ ذبحِ عظیم :: وہ بتائیں گے تجھے، رکھتا ہے گر عقلِ سلیم
ڈوبتی تھی کشتیِ دیں، جب میانِ بحرِ بیم :: دے کے سر، اُسکو اُبھارا، آنرے ہے شانِ کریم
خونِ تیرے کب ہو اضایع، تجھے اِدراک ہے؟
حق کا حافظ ہے خدا، بیکار یہ تشویش ہے

۱۷۔ قتلِ ابنِ فاطمہؑ پر کب ہوئی تھی اکتفا :: کلمہ گویوں کی جفا سے آسماں تھرا اُٹھا
یاں تلک تو یاد ہوگا تجھکو، اے مردِ خدا! :: تربتِ بیکس پہ اک سیلاب بھی لایا گیا
پر خطا کار دل کی جناب کی شکایت کیوں گئی؟
ناقۂ صالحؑ کی عظمت کب نظر سے گر گئی؟

۱۸۔ کچھ تو کر خوفِ خدا، او دشمنِ خونِ حسینؑ! :: سارے عشرت تو بتائے غمزدوں کا شور وشین
ظرف میں ہوگا جو کچھ، چھلکے گا وہ ریب بین :: ڈھال کر ٹکسال میں سکتے "تجھے آتا ہے چین
طعن اہلِ غم ہی گر دنیا میں تیرا جادہ ہے
پرسشِ ذوالعرشِ محشر کے لئے آمادہ ہے؟

۱۹۔ جس طرح ابنِ علیؑ سے ساری دنیا تھی پھری :: بھوکے پیاسے یوں ہی مرجائیں جائیں حیدری
ہو توجہ، گر کسی کی، اُن کی جانب اک ذری :: ہے غضب، پڑ جانے تیرے جسم میں بس تھرتھری

نجد والوں نے کئے جس دم مدینہ میں ستم
تھی اگر غیرت، تو جا کر ہاتھ کر دیتا قلم

۲۰۔ کون کہتا ہے؟ کہ تو روئے!، اگر مجبور ہے .:. زخم مولا کچھ بھریں، یہ کب تجھے منظور ہے؟
قدر اِس آنسو کی، بس تیری خرد سے دور ہے .:. نور ہی مومن اِسے سمجھے گا، یہ بھی نور ہے

تو اگر سمجھے گا اِس کو زہر، یہ کھل جائیگا
سیدہ کے ہاتھ کے کانٹے پہ، یہ تل جائیگا

۲۱۔ [illegible] تو وہ کیا؟ جو خود ہو گم کردہ نشاں .:. رستمِ دوراں بنے، ہو کر جو مشتِ استخواں
راہِ حق پر چلنے والوں سے واقف وہ کہاں .:. اپنے بل بوتے کو سمجھو! اپنا منہ دیکھو میاں!

ایک مسجد کے لئے ہو شور و غوغا سب بلند
بیکسوں کے نام جب آئیں، تو کر لیں کان بند

۲۲۔ کربلا میں اور مومن میں، ہے جو کچھ اتصال .:. مٹ نہیں سکتا تری تعبیر سے، او بدسگال!
کربلا میں [illegible] تھا، یہاں پر حکمِ آل .:. حق سے لے ٹکر نہ ظالم! یہ ہے اک امرِ محال

ہو ظہورِ مہدیِ ہادی تو ہم بتلائینگے
انتقامِ خونِ مولا، لینگے، یا مر جائینگے

۲۳۔ کون مولا؟ جس پہ ہم خدام کی جانیں نثار .:. جو علیؑ کا لختِ دل ہے، فاطمہؑ کی یادگار
قوتِ بازوئے شبرؑ، سرورِ عالی وقار .:. جسکے دم سے رہ گئی دینِ پیمبرؐ کی بہار

یہ بھی تیرا معجزہ ہے اے امامِ انس و جاں
تیرے دشمن بھی تری توصیف میں ہیں تر زباں

۲۴۔ کربلا کو اسی لیئے حاصل ہے یہ عز و شرف .:. فاطمہؑ کا لال اک جانب تھا، دنیا اک طرف
چھوڑ دی پیکار، جب آئی صدا لاتخف .:. ہو گیا خاموش، وہ جان و دلِ شاہِ نجف

ہم اسی کو یاد کر کے آج تک ہیں سوگوار
حشر تک اب میان کے اندر رہیگی ذوالفقار

۲۵۔ تو ثواب گریہ کی غافل! اگر ہے کیا جستجو؟ .:. جب اُسے موہوم موجوں سے کرے تعبیر تو!
ہم ہیں کیا؟ پیغمبروں کو یہ رہی ہے آرزو .:. یہ نہیں آنسو، ہمارے دل کا بہتا ہے لہو

ملتوی ہوتا نہ گر، ہدّیٔ نیک آثار پر
دیکھ لیتا ماتی ہاتھوں کو پھر تلوار پر

۲۶۔ یاد ہیں ہم کو بہتّر پُرالم قربانیاں .:. تھا نشانہ ظلم کا، مدّت تلک اک ناتواں
دشمنوں نے اُس کو پہنائی تھیں بھاری بیڑیاں .:. زندہ قوموں کی طرح کرتے ہیں قائم ہم نشاں

سر کٹا سکتے نہیں گر، غیبتِ معصوم سے
کیوں نہ لیں؟ دادِ تأسّی خالقِ قیوّم سے

۲۷۔ مانعِ رہبانیت ہے ملّتِ خیرُالانام .:. دین و دنیا کا، کیا ہے شرع نے خود اہتمام
ابتدا سے، دشمنِ حق ہوتا آیا ہے حرام .:. قید کا کیا خوف ہم کو، اے ہلاکِ فکرِ خام!

زندہ چُنوائے گئے بغداد کی دیوار میں
خون کا گارا بنا ہے عشق کے اظہار میں

۲۸۔ ہو مبارک تجھکو، مسلک تیرا، رندِ بادہ خوار! .:. جس پہ ہے توفیقِ باری ہے وہ عطا سے دوچار
زیب کب دیتا؟ تجھے شملہ، قبائے زرنگار .:. بس زباں سے، موت کو کہہ لے! حیاتِ پائدار

رسم و راہِ زہد و تقویٰ کو سبک کر جائے تو
تب میں جانوں جب چلائے تیغ اور مر جائے تو

۲۹۔ میں نہ شاعر ہوں، نہ میدانِ خطابت کا سوار .:. ہے عزا سے سبطِ پیغمبرؐ، ضرور اپنا شعار
حق جلی حرفوں میں لکھکر، حق پہ حملہ بار بار .:. اُسپہ خواہش یہ کہ، مستحکم ہو اسلامی حصار

دیکھ، اِس دیوار میں رخنہ کہیں پیدا نہ ہو
دوسروں کو تجھسے کیا امید؟ جب اپنا نہ ہو

۳۰۔ شرم کر! ذکرِ حسینی کو، کہے افسانہ تو! .:. سیدِ شُبّانِ جنت کی کرے پروا، نہ تو
شمعِ بزمِ قدس کا بنتا نہیں پروانہ، تو! .:. حق پرستی خندہ زن ہو، کام کر ایسا نیا!

جب کوئی مظلوم تڑپے گا بساطِ خاک پر
رحمتِ باری اُسے پہونچائیگی افلاک پر

۳۱۔ خوف کیسا؟ ہے تقیہ خاص مومن کا شعار .:. اہلِ بیتِ پاک میں سلمانؓ کا ہوتا ہے شمار
کب کیا؟ بے حکمِ حیدرؑ بعدِ احمدؐ کارزار .:. آگیا جو، مُنہ میں، کہہ ڈالا اُسے دیوانہ وار

ہے عَلَم سایہ فگن سر پر، تماشا یہ نہیں
نور ہے، یہ نور، عفونت خیز لاشا یہ نہیں

۴۲- ہم نے اک عالم کو پہونچایا پیام ذوالمنن .:. اپنے ہر ذرّے میں پنہاں ہیں شجاعت کے چلن
ہیں سہے دنیا میں آ کر ہم نے سب رنج و محن .:. دل پہ اپنے میل لائے ہم، نہ ابرو پر شکن
کربلا کھولے ہوئے ہے فتح و نصرت کا عَلَم
منتظر بس ہیں، امام عصرؑ کی آمد کے ہم

۴۳- سختیاں جھیلیں مگر آیا نہیں تیوری پہ بل .:. زیر خنجر بھی کیا ہے حسینؑ بے بدل
موت سے ڈرتے تو کیسے ہوتے ہم نذر اجل .:. سر کٹا کر ہم نے بتلایا کہ سیدھی راہ چل!
حق کے ساتھی ہم رہے حق بھی ہمارا ساتھ ہے
دامن آل عبا ہے اور اپنا ہاتھ ہے

۴۴- اشجع عالم کے ہم پیرو ہیں، اسمیں شک ہے کیا .:. سر کٹایا بے دھڑک، اے دل! تجھے صد مرحبا
کیوں نہ پھر اقوام عالم مانتیں لوہا ترا .:. سرخرو دنیا میں ہیں، عقبےٰ میں راضی ہے خدا
موجب غبطہ ہوا تو انبیا کے واسطے
کون سا رتبہ ہے باقی؟ کہ خدا کے واسطے

۴۵- ہم نے دنیا کو جگایا، شاعر معروف خواب .:. تجھکو ذلت سے بچائیگا نہ تیرا پیچ و تاب
ظلم جو کرتا ہے تو، کرتے نہ وہ اہل کتاب .:. چاہتا ہے تو، کہ بے پردہ ہوں وہ عفت مآب
ننگے سر شہزادیاں جنکی پھریں دربار میں
اور رسن بستہ کھڑی رکھی گئیں دربار میں

۴۶- ہاں، ہمیں معلوم ہے، کہتا ہے جو، محو خیال .:. آخری نقطے پہ باطل کا یقینی ہے زوال
نور کو ظلمت ہیں سمجھے، اب ہے یہ عقلوں کا حال .:. دیکھئے اپنے پسر کو حکم، شیر ذوالجلال
آئیں قائمؑ، جلد تر تیغ و سپر باندھے ہوئے
منتظر شیعہ ہیں، مرنے پر کمر باندھے ہوئے

۴۷- ہے امام عصرؑ پر حال جہاں سب آشکار .:. ہے نفاق و کفر کا چھایا ہوا ہر سو غبار
آج پھر اے عابدی! باطل ہے محو کارزار .:. ساتھ ہوں مولا، تو بھاگیں گو سفینہ کو ہسار
صفحۂ گیتی پہ نقش حق جلی دکھلا دیں ہم
سب کو تقلید حسینؑ ابن علیؑ دکھلا دیں ہم

حاجی ثناء اللہ صاحب کے قادیانی ہونے میں جو دیر ہے!!!

ناظرین اصلاح کو معلوم ہے کہ جس طرح قادیانی حضرات قرآن مجید سے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کا دعوےٰ بڑے شور وغل سے کرتے ہیں اُسی طرح اخبار اہلحدیث امرتسر کے اڈیٹر صاحب نے بھی اپنے اخبار میں دعوے کیا تھا کہ خلیفہ دوم صاحب سے حضرت ام کلثوم کا نکاح ہونا شیعہ اور سُنی دونوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ میں نے ثبوت طلب کیا تو اپنی صحیح بخاری اور شیعوں کی کتاب اصول کلینی کا نام لیا۔ میں نے کہا صحیح بخاری کی وہ روایت اور اصول کلینی کا وہ نسخہ بتائیں جس میں یہ واقعہ مرقوم ہے۔ پھر کیا تھا بیچارے کی نظروں میں دنیا اندھیری ہوگئی لاکھ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں مگر کسی طرح نہ صحیح بخاری میں وہ روایت ملتی ہے نہ وہ اصول کلینی دکھائی دیتی ہے۔ ان کے ہوش وحواس تک غائب ہوگئے۔ اور فرار کے لئے کوئی اونچی چوٹی بھی نظر نہیں آتی۔ حد ہوگئی کہ خود اپنے اخبار میں جو لکھتے ہیں وہ تک ان کو نظر نہیں آتا اور ہٹ دھرمی نباہنے کو جو کچھ لکھتے ہیں اسکے متعلق غالباً خود بھی یہ شعر پڑھتے رہتے ہیں ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا ::: کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

میں نے بار بار اعلان کیا کہ اگر آپ اصول کلینی میں حضرت ام کلثوم کا خلیفہ دوم سے عقد ہونا دکھا دیں تو میں آپکو تین سو روپیہ انعام بھی دونگا اور سنی بھی ہو جاؤں گا لیکن اگر آپ نہ دکھا سکیں (ولن تفعلوا) تو آپ کو بھی مذہب باطل سے توبہ کرکے مذہب حق شیعہ اختیار کرلینا ہوگا۔ مگر آپنے آج تک اصول کلینی کے نہ اس صفحہ کا پتا بتایا نہ اس کا کہ وہ اصول کلینی جس میں یہ واقعہ ہے دنیا میں کہاں ہے۔ اور قیامت تک بھی آپ پیش نہ کرسکیں گے۔ گو بہت کچھ باتیں بنا رہے ہیں لیکن ایک بھی بنتی نہیں ہے۔ گویا آپ اس مصیبت کے پنجہ میں گرفتار ہوگئے ہیں جسکی تصویر اس شعر میں کھینچی گئی ہے ؎

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا ::: الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

حال میں آپ نے کمال شان دلربائی سے مجھ سے پوچھا ہے کہ میں کب سنی ہوں گا؟ آپ کے بھولے پن پر قربان ہو جاؤں۔ کس ناز سے فرماتے ہیں "اب تمہارے سنی ہونے میں کیا دیر ہے۔ شیعہ رسالہ اصلاح کجھوا میں کوئی صاحب (شوخ مزاج) مجھے مخاطب کرکے لکھتے ہیں کہ مجھے سنی کیوں نہیں بنا لیتے۔ سوال یہ ہے کہ وہ

سُنی کیسے بن سکتے ہیں؟ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ خلیفہ دوم (حضرت عمر) کے ساتھ ام کلثوم کے نکاح کا ثبوت اصول کلینی سے دکھا دو تو میں تین سو روپیہ انعام دینے کے علاوہ سُنی بھی ہو جاؤں گا۔ ان صاحب کو اطلاع رہے کہ گزشتہ پرچہ اہلحدیث میں ان کا تقاضے پورا کر دیا گیا ہے پس اب وہ اپنے منشا مبارک سے جلدی اطلاع دیں۔ روپیہ کا تقاضے ہم نہیں کرتے یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔ البتہ قبول سنیت کا تقاضے کرتے ہیں جسکی وفا کی امید نہیں کیونکہ شیعہ کی روایت ہے التقیۃ دینی ودین آبائی۔ کلینی" (اہلحدیث ۲ جلد ۳۵) کیا میں اپنے (مشوق مزاج) دوست سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے یہ مضمون ثباتِ عقل کی ہی حالت میں لکھا ہے یا کسی عالم میں ؎

چھڑائے اسے نہ چھوٹیگا ارے ظالم نہ بن لڑکا :. وفاداروں کے خون کا داغ کیا دھبّہ ہی کیچڑ کا

اے جناب! میں تو اہلحدیث کا ہر نمبر دیکھ رہا ہوں لیکن اب تک اصول کلینی کا حوالہ نظر سے نہیں گزرا۔ آپ تو سمجھے تھے کہ اصول کلینی کا حوالہ دے دو ناظرین اہلحدیث خوش ہو جائیں گے کہ شیعوں کی بڑی کتاب کا حوالہ دے دیا مگر یہ خبر ہی نہیں تھی کہ "ہر . . . راموسے را" کے مطابق میں آپ کے افترا و بہتان کے انبار میں آگ لگانے کو آموجود ہوں گا اور آپ کے جعل و فریب کے بخیے اُدھیڑنے کو خدا کی طرف سے آپ پر مسلّط کر دیا جاؤں گا۔ آپ نے خود اہلحدیث میں لکھا تھا کہ "اسی طرح شیعہ کی مستند کتاب اصول کلینی میں خاص ایک باب متعلقہ نکاح ام کلثوم اسی غرض کے لئے مقرر ہے" (اہلحدیث ۹ شعبان ۵۶ھ ہجری) اسی پر میں بار بار دریافت کر چکا کہ بتائیے اصول کلینی کے کس صفحہ میں یہ باب ہے اور وہ اصول کلینی کہاں ہے مگر آپ نہیں بتاتے۔ اور قیامت تک نہیں بتا سکیں گے کیونکہ اس میں یہ مضمون ہی نہیں ہے۔ آپ اپنا ہی نہیں دنیا بھر کے علماء اہلسنت کا سر مانگ کر مارتے پھریں لیکن جس طرح قرآن مجید میں حقیت آریہ کا مضمون ملنا ناممکن ہے اسی طرح اصول کلینی میں اس باب کا ملنا محال ہے۔ اسی وجہ سے آپ اُس وقت سے عجیب عجیب باتیں بنا رہے ہیں مگر کب تک بنائیگا۔ دنیا پکار کر آپ سے کہہ رہی ہے

ع اب چھپاتے ہو عبث باتیں بناتے کیوں ہو؟

فرمائیے گزشتہ پرچہ کے کس صفحہ کس کالم اور کس سطر میں اصول کلینی کا حوالہ آپ نے دیا ہے؟

یاد رکھئے یہ جو آپ سمجھے ہیں کہ میں مطالبہ کرتے کرتے تھک کر بیٹھ جاؤں گا۔ تو میں یہ ہونے
نہیں دوں گا۔ انشاء اللہ جب تک زندہ ہوں اُس وقت تک آپ سے میرا یہ سخن تکیہ رہیگا
کہ" بتایئے اصول کلینی میں حضرت ام کلثوم کے عقد کا باب کہاں ہے"۔ اور آپ بالکل اس
آیت کے مصداق رہیں گے فرت من قسورۃ وہ شیر سے بھاگتے پھرتے ہیں (پ ۲۹ ع ۱۶)
میری گرفت فولادی ہے۔ ہاں اب بھی اقرار کیجئے کہ آپ نے اتہام و بہتان کیا ہے تو میں
آپ کا پیچھا چھوڑوں۔ ورنہ خوب یاد رکھئے آپ اس مصیبت میں سر ٹکراتے پھریں گے۔
اور اپنی بوٹیاں نوچتے رہیں گے۔ آیئے میں آپ کو اب فیصلہ کی آسان صورت بتاؤں
آپ پنجاب کے ہیں اور میں صوبہ بہار کا۔ میرا بھی وہاں آنا دشوار اور آپ کا بھی یہاں پہنچنا
مشکل۔ بہتر ہے وسط کا صوبہ متحدہ اختیار کیا جائے۔ اس کے شہر لکھنؤ میں آپ بھی اصول
کلینی لیکر آئیں اور میں بھی تین سو روپیہ لیکر پہونچوں۔ وہاں ایک عیسائی ایک آریہ اور ایک
قادیانی عربی داں پنچ مقرر کیا جائے۔ ان کے سامنے پہلے آپ بھی قسم کھائیں کہ اگر اصول کلینی
میں باب مذکور آپ نہیں دکھا سکیں گے تو شیعہ ہو جائیں گے۔ اور میں بھی قسم کھاؤں
کہ اگر آپ نے اصول کلینی میں باب مذکور دکھا دیا تو میں آپ کو تین سو روپیہ بھی دوں گا اور
سُنی بھی ہو جاؤں گا۔ اسکے بعد آپ ان تینوں صاحبوں کے سامنے اصول کلینی میں وہ
باب نکالیں۔ اگر آپ کامیاب ہو گئے تو میں سنی ہو جاؤں گا اور سمجھوں گا کہ بلا سے دوسرے
عالم میں گریا گرم زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اپنے دلربا دوست حاجی صاحب (کے اس جنم) کا تازہ دیکھنا
رخ زیبا تو پیشِ نظر رہیگا۔ جنت میں جاتا ہی تو کیا ملتا ؎

الیسی جنت کو کیا کرے کوئی ؛ جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں

لیکن اگر آپ اصول کلینی میں وہ باب نہ دکھا سکے تو آپ کے شیعہ ہو جانے پر میں آپکو
بغل گیر کر کے یہ شعر پڑھوں گا ؎

لائے اس بُت کو ہم منا کر کے ؛ کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اور جب تک آپ اصول کلینی میں وہ باب نہیں دکھاتے اُس وقت تک آپ کے اس
سوال کا کہ" اب تمہارے سُنی ہونے میں کیا دیر ہے"؟ میں یہی جواب دوں گا کہ" آپکے
قادیانی ہونے میں جو دیر ہے میرے سنی ہونے میں بھی وہی دیر ہے"۔ خدا کا فضل ہا

تو میں آپ کو رگڑا رگڑا کر بتا دوں گا کہ آپ کے افترا و بہتان کا کیا مزہ آپ کو ملتا ہے ؎

انا الذی سمتنی امی حیدرہ ؛ اکیلکم بالسیف کیل السندرہ

آخر میں آپ نے تقیہ پر چوٹ کیا ہے تو بے شک یہ میرا دین بھی ہے اور میرے آبار کرام کا بھی کیونکہ خدا اور رسولؐ نے اس کا حکم دیا ہے۔ خدا نے صاف فرمایا ہے الا ان تتقوا منہم تقیۃ (پ ع ۱۱) اور حضرت رسو خدا صلعم نے جناب عمار یر تاکید کی کہ برابر تقیہ کرتے رہو۔ لیکن آپ لوگوں نے آج تک قرآن مجید کی کسی بات کو نہیں مانا اور ان الرجل لیہجر کہنے والے کی پیروی میں ہمیشہ خدا اور رسولؐ کے احکام کی مخالفت ہی کی تو اس حکم پر کیوں نہ تمسخر کیجئے گا۔ یہ تو شروع ہی سے معلوم ہے کہ ہم لوگ خدا و رسولؐ کی اطاعت اور آپ لوگ حضرات ثلثہ کی پیروی کرتے ہیں۔ ہم لوگ آپ کے پیشوایان مذہب کو نہیں مانتے اور آپ لوگ ہمارے مقتدایان دین سے الگ رہتے ہیں۔ لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین۔

لکھنؤ کی مدح صحابہ کا فیصلہ

گورنمنٹ صوبہ متحدہ نے دوبارہ نہایت تحقیق کے بعد کمال انصاف سے اس فتنہ کو حال میں فرو کیا ہے۔ اسکے متعلق حاجی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں" لکھنؤ میں مدح صحابہ کا فیصلہ۔ نیک نام رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار۔ عرصہ سے لکھنؤ کے شیعہ سنی باشندوں میں جو نزاع چلی آتی تھی آخر اس کا فیصلہ شائع ہو گیا۔ گورنمنٹ کی طرف سے جو کمیٹی اسکی تحقیقات کے لئے مقرر کی گئی اس نے جو رپورٹ پیش کی گورنمنٹ نے اسکی تصدیق کر دی۔ رپورٹ کا مختصر مضمون یہ ہے کہ علے الاعلان مدح صحابہ کرنے سے شیعوں کی دلآزاری ہوتی ہے۔ اس لئے شارع عام پر نہ کی جائے۔ ہمارے خیال میں کمیٹی نے دلآزاری ہونے اور دلآزاری کرنے میں فرق نہیں کیا۔ ہم نے پہلے بھی ایک دفعہ لکھا تھا اور اب بھی لکھتے ہیں کہ مسٹر سید محمد محمود جسٹس ہائیکورٹ الہ آباد (یوپی) نے ایک فیصلہ میں دلآزاری کرنے اور دلآزاری ہونے میں بہت اچھا فرق کیا تھا۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے بیان کیا کہ بعض دفعہ حکام سے کوئی بات سرسری کی جائے تو وہ اس پر کرکے بہت باریک نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ فرمایا مجھ سے ایک دفعہ جسٹس سید محمود نے پوچھا تھا کہ

شیعوں کی اذان میں جو جملہ اشہد ان علیا ولی اللہ کہا جاتا ہے سنی اس کو دلآزاری کا موجب جان کر خفا ہوتے ہیں۔ کیا اس کو بند کردینا چاہیئے؟ مولانا مرحوم نے فرمایا مجھے اس کا کوئی علم نہ تھا کہ ان کے ہاں کوئی اپیل اس قسم کی آئی ہوئی ہے جس میں سنیوں نے اس جملہ کو دلآزار سمجھکر بند کرانے کی درخواست کی ہے۔ میں (مرحوم) نے کہا کہ اس میں بندش کی کوئی وجہ نہیں۔ شیعوں کی نیت دلآزاری کرنے کی نہیں ہوتی بلکہ اپنا مذہبی فعل ادا کرنے کی ہوتی ہے۔ شیعوں کی اذان میں اگر اس جملے کا استعمال بند کردیا جائے تو کل کو غیر مسلم ساری اذان کو دلآزاری قرار دے کر بند کرانے کی درخواست کرینگے تو کیا مسلمانوں کی اذان بند کردی جائیگی فرمایا میں نے تو ایک بات سرسری طور پر کہدی تھی۔ مگر جسٹس محمود کے دل میں بیٹھ گئی انہوں نے اسی اثر کے ماتحت سنیوں کی اپیل خارج کردی اور لکھ دیا کہ شیعہ کی نیت دلآزاری کرنے کی نہیں ہے بلکہ اپنے فریضہ مذہبی کو ادا کرنے کی ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح چاہیئے تو یہ تھا کہ سنیوں کے فعل (مدح صحابہ) کو بھی مذہبی حکم کی ادائیگی سمجھکر جائز رکھا جاتا نہ کہ ممنوع قرار دیا جاتا۔ علم اصول میں لزوم اور التزام میں فرق کیا گیا ہے وہ اسی بنا پر ہے مگر ع
اب پچھتائے کیا ہووت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ لکھنؤ کے اہل سنن کو چاہیئے کہ وہ جسٹس محمود کا فیصلہ نکلوائیں۔ اگر ہوسکے تو اس سے کام لیں۔ اگر زبانی کہنے سے گورنمنٹ نہ مانے تو بصیغہ دیوانی گورنمنٹ پر مقدمہ چلائیں انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔ خطرہ ہے اس فیصلہ کا نتیجہ بہت برا پیدا ہوگا۔ ہندو انسداد گاؤکشی پر تلے ہوئے ہیں۔ پنجاب کے سکھ بندش اذان پر کمربستہ ہیں۔ اگر یہ سب لوگ اس فیصلے سے فائدہ اٹھائیں تو عجب نہیں۔ اس لئے ہندوستان کے سب اہل سنن کو اس کے متعلق متفقہ آواز اٹھانی چاہیئے ؎

خدا شرے برانگیزد کہ درآں خیر ما باشد" (اہلحدیث ۱۴ / صفر ۱۳۵۷ھ)

حاجی صاحب جو بات لکھتے ہیں ایسی کہ انسان آپ پر سے قربان ہوجایا کرے۔ اے جناب اذان اور مدح صحابہ کا کیسا مقابلہ؟ اذان کا حکم تو خدا نے دیا۔ کیا مدح صحابہ کا حکم بھی خدا نے دیا ہے اذان تو حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ سے جاری ہے۔ کیا سڑکوں پر مدح صحابہ بھی آنحضرت کے زمانہ سے جاری ہے؟ اذان تو اب پانچوں وقت مسجدوں میں دی جاتی ہے۔ مدح صحابہ بھی سڑکوں پر کسی وقت گائی جاتی ہے؟ اذان تو ہر اسلامی ملک میں رائج ہے۔ کیا آپکی

مدح صحابہ بھی کسی ملک میں کسی وقت حادث ہوئی تھی؟ اذان تو عبادت میں داخل ہے۔ کیا مدح صحابہ کو بھی کسی زمانہ کے کسی مسلمان نے داخل عبادت سمجھا؟ اب ذرہ آپ انصاف سے فرمائیں کہ اگر آج ہندو لوگ مسلمانوں کی محفل میلاد یا جلسہ عرس کے سامنے سیواجی کی مدح کے گیت گانے لگیں اور چیخ چیخ کر پڑھیں کہ سیواجی نے اورنگ زیب کو اس طرح پریشان کیا۔ مسلمانوں کو اس طرح ذلیل کیا۔ مسلمان عورتوں کو یوں قبضہ میں کیا تو آپ اور کل مسلمان اسکو ٹھنڈے دل سے سن سکیں گے؟ جن لوگوں نے ۱۸۵۷ء میں برٹش گورمنٹ کے خلاف غدر کرکے انگریز مردوں اور عورتوں کو قتل کیا اور ان لوگوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے اگر انکی مدح آج انگریزوں کے مجمع میں چیخ چیخ کر پڑھی جائے تو انگریز گوارا کر سکینگے؟ اگر آپ لوگوں کی مسجدوں کے سامنے نماز جماعت کے وقت سڑکوں پر آریہ حضرات دیانند سرسوتی۔ پنڈت لیکھرام۔ شار دھانند۔ راج پال وغیرہ مخالفین اسلام کی مدح خوب زور شور سے گانے لگیں تو آپ لوگ امن قائم رہنے دینگے؟ اگر آپ کے دفتر کے سامنے قادیانی حضرات مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت کی دلیلیں اور اُن کے فضائل و مناقب زور شور سے گایا کریں تو آپ برداشت کر سکیں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا لوگوں کو یہ آپ سے کہنے کا حق نہ ہوگا کہ "کہو جی کون دھرم ہے؟"

جناب مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ طاب ثراہ

اسلامی دنیا میں یہ خبر نہایت حزن و ملال سے سنی جائیگی کہ جناب عمدۃ العلماء زبدۃ الفقہاء صفوۃ المقدسین اسوۃ المتورعین مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ نے ۱ صفر ۱۳۵۷ ہجری کو نجف اشرف میں انتقال کیا۔ جناب ممدوح لکھنؤ کے مجتہد اعظم حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ العلام مولانا السید محمد باقر صاحب قبلہ طاب ثراہ کے چھوٹے بھائی اور جامع سلطان المدارس کے نائب مدرس اعلےٰ (وائس پرنسپل) تھے۔ تقدس۔ ورع۔ بے نفسی۔ خدا ترسی۔ ریاضت وغیرہ صفات میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ لکھنؤ کی شدید گرمی اور جون کے مہینہ میں صبح سے ۱۱ بجے تک مدرسہ میں اعلےٰ تعلیم دینے کے بعد دولت خانہ پر بھی ایک بجے سے ۵ بجے شام تک طلاب کو محض لوجہ اللہ تعلیم دینا آپکا وہ قابل قدر فیض تھا جسکی پیروی اس زمانہ کے علماء و مدرسین کو کرنی چاہیئے۔ ان باتوں کے ساتھ طلاب پر ایسے شفیق تھے کہ مکان

ہر جو طلاب درس لینے جاتے ان کو اندر سے پانی لاکر اور پلا کر اور پنکھے دیکر سید القوم خادمھم کی عملی تصدیق فرماتے تھے جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ قدم قدم پر مقتدایان دین کی روش پر عمل فرماتے۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۱ھ ہجری میں ہوئی تھی اور وفات ۱۳۵۷ھ میں۔ خداوند عالم آپ کے متعلقین خصوصاً آپ کے صاحب زادوں جناب مولانا سید احمد صاحب و جناب مولانا سید محمد حسن صاحب قبلہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انھیں خوبیوں سے آراستہ کرے۔ جناب مولوی سید دلدار حسین صاحب اظہر الٰہ آبادی مدرس ہائی اسکول حیدرآباد نے جناب مرحوم کے ارتحال کی یہ تاریخ لکھی ہے ؎

سراج دین مبیں آفتاب شرع متیں ؛ ز نور علم ائمہ دیار ہند بتافت
ز ہجر ساقی کوثر شد ایں قدر مضطر ؛ کہ در زمان علالت سوے نجف بشتافت
گزاشت عمر بہ تبلیغ و نصرت اسلام ؛ بکارگاہ جہاں جامۂ بہشت بیافت
نوشت اظہر دیگر بہر سال وفات ؛ جوار شاہ نجف ہادی فقیہ بیافت

ایک مفید کتاب طالبان مضامین قرآنی و متجسان آیات فرقانی کی سہولت کی غرض سے اس خاکسار نے اکثر ایسے مضامین کی آیات جن کی عموماً ہر وقت ضرورت رہتی ہے اور جن کی تلاش میں بہت وقت صرف ہوتا ہے یکجا جمع کر دی ہیں طلبہ علوم و حفاظ و علماء و واعظین و ذاکرین انشاء اللہ سب کو یکساں مفید ہے۔ مثلاً یہ منظور ہے کہ خدا ۔ ے عزوجل نے روح ۔ اسلام ۔ منافقین متقین۔ صادقین ۔ صالحین ۔ کلیہ خلاق عالم ۔ حکمۃ وغیرہ وغیرہ کا قرآن مجید میں کہاں کہاں ذکر فرمایا ہے تو اس رسالہ تخریج المضامین میں ایک جگہ آپ کو کل آیات متعلقہ مل جائینگی ۔ اسی طرح ہر نبی و رسول کے متعلق جتنی آیات ہیں وہ ایک مقام پر مل جائینگی۔ راقم محمد علی خاں نبیرۂ نواب سبحان علی خاں حسن مآب اعلی اللہ مقامہ مظفر منزل۔ رانی منڈی الہ آباد

تقریظ (۱) اشارات غم ۔ جناب نجم آفندی ہماری قوم کے قابل قدر اور مشہور شاعر ہیں جن کی نظم کی دھوم مدت دراز سے ہے۔ شیعہ کانفرنس کے کسی جلسہ میں آپ کی نظم سننے کا ہمیں بھی اتفاق ہوا جب آپ بالکل نوجوان تھے اور آپ کے کلام نے مشہور اور کہنہ مشق شاعروں کو بھی مبہوت کر دیا تھا۔ اُس وقت سے آپکی شاعری برابر ترقی کرتی گئی ۔ حال میں آپ نے اسکولی کتابوں کی

تقطیع کے ۴۶ صفحہ پر ایک رسالہ "اشارات غم" نامی شائع کیا ہے جس میں اسلامی روح ۔ تاریخی واقعات غم کی عظمت ۔ درد انگیز مرقعے ۔ جدید طرز کے ۱۴ درد آفریں نوحے شائع کئے ہیں جو سب اپنے مضامین ۔ اپنی زبان اور اپنے اثر کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہیں۔ رسالہ کی لکھائی ۔ چھپائی اور کاغذ بھی اعلےٰ درجہ کا ہے ۔ رسالہ پر قیمت مرقوم نہیں غالباً ۲ر یا ۳ر ہوگی ۔ ہمایوں مرزا صاحب آفندی ۔ ہوم آفس کمپاؤنڈ حیدر آباد دکن سے طلب کیجئے (۲) شہدائے کربلاء ۔ ہماری قوم میں فاضل جلیل مولانا سید علی نقی صاحب دام مجدہٗ کا وجود بھی قابل ناز و مستحق شکر ہے کہ آپ نہایت مفید اور ضروری علمی و دینی خدمتیں انجام دیتے رہتے ہیں ۔ امامیہ مشن لکھنؤ سے آپ کے جس قدر رسالے شائع ہوئے سب بہت کار آمد اور نفع بخش ہیں ۔ حال میں آپ نے شہدائے کربلا کے حالات میں ایک کتاب دو حصوں میں لکھی ہے ۔ اس سے قبل دفتر اصلاح نے چاہا تھا کہ فاضل جلیل آقا شیخ محمد سماوی کی کتاب ابصار العین فی انصار الحسینؑ کا اردو ترجمہ شائع کرے اور اس کا ترجمہ تقریباً مکمل ہو چکا تھا لیکن اسکی اشاعت سے قبل شہدائے کربلا شائع ہو گیا اسلئے دفتر اصلاح کی وہ کتاب روک دی گئی کیونکہ شہدائے کربلا بھی زیادہ تر ابصار العین ہی کا ترجمہ ہے ۔ صرف بعض مقامات پر کچھ تغیر کر دیا گیا ہے ۔ اسکے ابھی دو حصے شائع ہوئے ہیں ۔ حصہ اولےٰ کی قیمت ۲ر ہے مگر حصہ دوم کی قیمت درج نہیں ۔ ابھی خاندان بنی ہاشم کے شہدائے کے حالات شائع نہیں ہوئے ۔ کتاب بہت قابل قدر ہے اور امامیہ مشن لکھنؤ مستحق ہزار مدح و تحسین ہے کہ ایسے علمی جواہر شائع کرتا رہتا ہے ۔

(۳) **حسینؑ کا پیغام عالم انسانیت کے نام** ۔ یہ بھی فاضل موصوف ہی کا رسالہ ہے جسمیں حضرت سید الشہدائؑ کی شہادت اور اسکی غرض و غایت کو جدید عنوان سے لکھا ہے ۔ قیمت صرف ۱ر

(۴) **اتحاد** ۔ یہ آٹھ صفحہ کا رسالہ بھی ممدوح ہی کا ہے ۔ جہاں جہاں جلوس ذوالجناح کے متعلق غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور اس کو سبب افتراق قرار دیا جاتا ہے وہاں اس رسالہ کو بکثرت تقسیم کرنے کی ضرورت ہے ۔ قیمت صرف ۔ر کل رسالے امامیہ مشن لکھنؤ سے طلب کیجئے (۶) **یزید اور امام حسینؑ** فاضل عزیز مولوی سید محمد رضی صاحب سلمہ نبیرۂ جناب نجم الملۃ مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ دام برکاتہم کا یہ جدید رسالہ ہے جس میں آپنے دونوں شخصیتوں کی حالت واضح کی ہے اور بتایا ہے کہ مخالفین لاکھ کوشش کریں مگر یزید کے معائب چھپ نہیں سکتے اور حضرت سید الشہدائؑ کی عظمت شہادت خفیف نہیں ہو سکتی ۔ مولوی سید نجم الحسن صاحب صدر الافاضل ناظم شیعہ مشن کراری ضلع آباد سے طلب کیجئے ۔ قیمت مرقوم نہیں ہے ۔

کہ کس شخص کے بیان کی کیا حالت ہے۔ کس نے افراط سے کام لیا ہے۔ کس نے تفریط سے اور کس نے اعتدال سے۔ کس نے واقعہ پر رنگ چڑھایا ہے اور کس نے اس کو اس کے اصلی لباس میں پیش کر دیا ہے۔ کس کا کلام قابل رد۔ کس کا مستحق انکار اور کس کا لائق تسلیم ہے۔

بس اسی طرح دوسری سوانح عمریوں کے ساتھ اس جدید سوانح عمری کے دیکھنے والے بھی آسانی سے فیصلہ کر لیں گے کہ اس کی کیا حالت ہے اور کس رنگ میں لکھی گئی ہے۔

یہ طے شدہ امر ہے کہ اس جدید سوانح عمری کے ماخذ بھی صرف حضرات اہلسنت کی کی کتب حدیث و تفسیر و رجال و تاریخ و فقہ و جغرافیہ وغیرہ ہی ہیں کہ انھیں کتابوں سے یہ سوانح عمری بھی مرتب کی جائیگی۔ اور کسی شیعہ کی کتاب سے کوئی مضمون اس میں درج نہیں کیا جائیگا۔ پس اگر بالفرض اس میں حضرت ممدوح کے عیوب و مطاعن اور ذم و قدح کا انبار لگا دیا جائے جب بھی اس کا کوئی حرف غلط نہیں ہو سکتا نہ کسی طرح وہ شبہ کی نظر سے دیکھا جاسکتا ہے۔ نہ اسکی کسی روایت کو کوئی شخص موضوع کہہ سکتا ہے۔ نہ کسی بیان پر اتہام و افترا کا شک کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ حضرات اہلسنت کی کتابوں میں خلفاء ثلثہ کے فضائل و مناقب میں تو غلط اور موضوع روایتیں ہزاروں مل سکتی ہیں لیکن ان کی رد و قدح طعن و ذم اور مخالفت و عیب جوئی میں نہیں مل سکتیں کیونکہ ایسی ایک روایت بھی غلط درج ہو ہی نہیں سکتی تھی پس ان حضرات کے متعلق جو روایت یا مضمون کسی کتاب میں ملے اور اس سے ان کی ہجو یا مذمت ثابت ہو اُس کے بارے میں یقین کرنا ہوگا کہ بے شک صحیح اور وہم و شک سے بالاتر ہے۔

یہ بہت بڑا اور نہایت اہم دعوے ہے اس سبب سے شدید ضرورت ہے کہ اسکی وجہ ذرہ تفصیل سے لکھی جائے۔ ناظرین کتاب گھبرائیں نہیں بلکہ صبر سے کام لیں۔ کیونکہ اس بیان کا بہت گہرا تعلق اس جدید سوانح عمری سے ہے اور جب تک یہ مضمون اچھی طرح واضح و مبرہن نہ ہو جائیگا اُس وقت تک اس سوانح عمری کا کوئی وزن قائم نہیں ہو سکتا۔ گویا یہ بیان بھی اس کتاب کی بڑی بنیاد ہے جس پر ممکن ہے خدائے کریم اپنے فضل و کرم سے کوئی شاندار عمارت قائم کرا دے۔ اس دعوے کی حقیقت اس پر موقوف ہے کہ اسلامی

کتابوں کی تدوین و ترتیب کی حالت واضح کی جائے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ کیا کتب اہلسنت میں خلفاء ثلثہ کے خلاف کوئی حال درج بھی ہوسکتا تھا یا نہیں۔ اُن کی مذمت یا عیب کا کسی کتاب میں مرقوم ہونا ممکن بھی تھا یا نہیں۔ کوئی شخص ان کے مطاعن کو بہ حیثیت مطاعن اپنی کتاب میں لکھنے پر قادر بھی تھا یا نہیں۔ اگر حالات ایسے منکشف ہوجائیں جن سے واضح ہوجائے کہ ان حضرات کے فضائل و مناقب اور مدح و ثنا کے درج کرنے میں ہر شخص کا قلم نہایت آزاد اور اس کا ہاتھ بالکل مطلق العنان تھا لیکن انکی تنقیص و توہین کی روایات یا عیب و ذم کے مضامین پر حکومت کے زبردست پہرے پڑے ہوئے تھے اور جو شخص اس کا ارادہ بھی کرتا اس کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ موضوع اور غلط روایات کا تعلق صرف خلفاء ثلثہ کی مدح و ثنا اور فضائل و مناقب سے ہوسکتا ہے مگر انکی مذمت و اہانت سے ممکن ہی نہیں ہے۔

بہتر ہے کہ پہلے اسلامی کتابوں کی ترتیب و تدوین کی حقیقت واضح کی جائے تاکہ یہ بحث صاف ہوسکے۔

شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے اپنی مختلف کتابوں میں اس پر بھی قلم فرسائی کی ہے بغرض اختصار ممدوح ہی کی چند عبارتوں کا نقل کردینا کافی ہوگا۔ لکھتے ہیں۔

عرب میں تاریخ کی ابتداء

اسلام کے عہد میں زبانی روایتوں کا ذخیرہ ابتداء ہی میں پیدا ہوگیا تھا لیکن چونکہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ عموماً ایک مدت کے بعد قائم ہوا اس لئے کوئی خاص کتاب اس فن میں نہیں لکھی گئی۔ لیکن جب تالیفات کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلی کتاب جو لکھی گئی تاریخ کے فن میں تھی۔ امیر معویہ المتوفی سنہ ٦٠ ہجری کے زمانہ میں عبید بن شریہ ایک شخص تھا جس نے جاہلیت کا زمانہ دیکھا تھا اور اُس کو عرب و عجم کے اکثر معرکے یاد تھے۔ امیر معویہ نے اس کو صنعاء سے بلایا اور کاتب اور محرر متعین کئے کہ جو کچھ وہ بیان کرتا جائے قلم بند کرتے جائیں۔ علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں اسکی متعدد تالیفات کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کتاب کا نام کتاب الملوک و اخبار الماضیین لکھا ہے۔ غالباً یہ وہی کتاب ہے جس کا مسودہ امیر معویہ کے حکم سے طیار ہوا تھا۔ عبید کے بعد عوانہ بن الحکم المتوفی سنہ ۱۴۷ ہجری

کا نام ذکر کے قابل ہے جو اخبار و انساب کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے عام تاریخ کے علاوہ خاص بنو امیہ اور امیر معاویہ کے حالات میں ایک کتاب لکھی۔ سنہ ۱۱ھ ہجری میں ہشام بن عبدالملک کے حکم سے عجم کی نہایت مفصل تاریخ کا ترجمہ پہلوی سے عربی میں کیا گیا۔ اور یہ پہلی کتاب تھی جو غیر زبان سے عربی میں ترجمہ کی گئی

سنہ ۱۴۳ ہجری میں جب تفسیر۔ حدیث۔ فقہ وغیرہ کی تدوین شروع ہوئی تو اور علوم کے ساتھ تاریخ و رجال میں بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں۔ چنانچہ محمد بن اسحاق المتوفی سنہ ۱۵۱ ہجری نے منصور عباسی کے لئے خاص سیرت نبوی پر ایک کتاب لکھی جو آج بھی موجود ہے۔ ہمارے مورخین کا دعوے ہے کہ فن تاریخ کی یہ پہلی کتاب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے پہلے موسےٰ بن عقبہ المتوفی سنہ ۱۴۱ ہجری نے آں حضرت کے مغازی قلم بند کئے تھے۔ موسےٰ نہایت ثقہ اور محتاط شخص تھے اور صحابہ کا زمانہ پایا تھا۔ اس لئے اُن کی یہ کتاب محدثین کے دائرے میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

اس کے بعد فن تاریخ نے نہایت ترقی کی اور بڑے بڑے نامور مورخ پیدا ہوئے جن میں ابو مخنف کلبی۔ واقدی زیادہ مشہور ہیں۔ ان لوگوں نے نہایت عمدہ اور جدید عنوانوں پر کتابیں لکھیں۔ مثلاً کلبی نے افواج اسلام، قریش کے پیشے۔ قبائل عرب کے مناظرات۔ جاہلیت اور اسلام کے احکام کا توارد ان مضامین پر مستقل رسالے لکھے۔ رفتہ رفتہ اس سلسلے کو نہایت وسعت ہوئی یہاں تک کہ چوتھی صدی تک ایک دفتر بے پایاں طیار ہو گیا اور بڑی خوبی کی بات یہ تھی کہ ہر صاحب قلم کا موضوع اور عنوان جدا تھا۔ اس دور میں بے شمار مورخ گزرے۔ ان میں جن لوگوں نے بالتخصیص آنحضرت اور صحابہ کے حالات میں کتابیں لکھیں اُنکی مختصر سی فہرست یہ ہے:-

نام مصنف	تصنیف	کیفیت
نجیح مدنی	غزوات نبی	
نصر بن مزاحم کوفی	کتاب الجمل یعنی حضرت علیؓ اور عائشہ کی لڑائی کا حال	

نام مصنف	تصنیف	کیفیت
سیف بن عمر الاسدی	کتاب الفتوح الکبیر	نہایت مشہور مورخ ہے
معمر بن راشد کوفی	کتاب المغازی	امام بخاری کے استاد الاستاد تھے
عبد اللہ بن سعد زہری المتوفی ۳۸۰ھ ہجری	فتوحات خالد بن الولید	
ابو البختری وہب بن وہب	کتاب صفۃ النبی صلعم وکتاب فضائل الانصار	سنہ ۲۰۰ ہجری میں انتقال کیا
ابو الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ المدائنی المتوفی سنہ ۲۲۴ ہجری		اس نے آنحضرتؐ اور خلفاء کے حالات میں کثرت سے کتابیں لکھیں اور نئے نئے عنوان اختیار کیے
احمد بن حارث خراز	کتاب المغازی، اسمار الخلفاء وکتاب بھم	مدائنی کا شاگرد تھا
عبد الرحمن بن عبدہ	مناقب قریش	نہایت ثقہ اور معتمد مورخ تھا
عمر بن شبہ المتوفی سنہ ۲۶۲ ہجری	کتاب امراء الکوفہ کتاب امراء البصرہ	مشہور مورخ ہے

اگرچہ یہ تصنیفات آج ناپید ہیں لیکن اور کتابیں جو اسی زمانے میں یا اس کے بعد قریب زمانے میں لکھی گئیں۔ اُن میں ان تصنیفات کا بہت کچھ سرمایہ موجود ہے۔ چنانچہ ہم اُن کے نام اُن کے مصنفین کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ المتولد سنہ ۲۱۳ ہجری والمتوفی سنہ ۲۷۶ ہجری۔ یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے۔ محدثین بھی اسکے اعتماد اور اعتبار کے قائل ہیں۔ تاریخ میں اسکی مشہور کتاب معارف ہے جو مصر وغیرہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مختصر ہے لیکن اُس میں ایسے مفید معلومات ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں نہیں ملتیں۔

احمد بن داؤد ابو حنیفہ دینوری المتوفی سنہ ۲۸۱ ہجری۔ یہ بھی مشہور مصنف ہے تاریخ میں اس کی کتاب کا نام الاخبار الطوال ہے۔ اس میں خلیفہ معتصم باللہ تک کے حالات ہیں خلفاء راشدین کی فتوحات میں سے عجم کی فتح کو تفصیل سے لکھا ہے۔ یہ کتاب یورپ میں بمقام لیدن

۱۸۰۹ء میں چھپی ہے۔

محمد بن سعد کاتب الواقدی۔ المتوفی سنہ ۲۳۰ ہجری۔ نہایت ثقہ اور معتمد مورخ ہے۔ اگرچہ اس کا استاد واقدی ضعیف الروایۃ ہے لیکن خود اس کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ اُس نے ایک کتاب آنحضرتؐ اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے حالات میں نہایت بسط و تفصیل سے دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر بہ سند لکھا ہے۔ یہ کتاب طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے اس کا قلمی نسخہ دیکھا ہے۔ اب جرمن میں بڑے اہتمام سے چھپ رہی ہے۔

احمد بن ابی یعقوب بن واضح کاتب عباسی۔ یہ تیسری صدی کا مورخ ہے۔ مجھکو اس کے حالات رجال کی کتابوں میں نہیں ملے لیکن اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے۔ چونکہ اس کو دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہونچا سکا ہے۔ اسکی کتاب جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے یورپ میں بمقام لیدن ۱۸۸۳ء میں چھاپی گئی ہے۔

احمد بن یحییٰ البلاذری۔ المتوفی سنہ ۲۷۹ ہجری ابن سعد کا شاگرد اور المتوکل باللہ عباسی کا درباری تھا۔ اس کی وسعت نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں بھی مسلم ہے۔ تاریخ و رجال میں اسکی دو کتابیں مشہور ہیں۔ فتوح البلدان۔ انساب الاشراف پہلی کتاب کا یہ طرز ہے کہ بلاد اسلامیہ میں سے ہر ہر صوبہ یا ضلع کے نام سے الگ الگ عنوان قائم کئے ہیں اور ان کے متعلق ابتداء فتح سے اپنے عہد تک کے حالات لکھے ہیں۔ دوسری کتاب تذکرے کے طور پر ہے جس میں حضرت عمرؓ کے حالات بھی ہیں۔ فتوح البلدان یورپ میں نہایت اہتمام کے ساتھ چھپی ہے اور انساب الاشراف کا قلمی نسخہ قسطنطنیہ میں میری نظر سے گزرا ہے۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۔ المتوفی سنہ ۳۱۰ ہجری۔ یہ حدیث و فقہ میں بھی امام مانے جاتے ہیں۔ چنانچہ ائمہ اربعہ کے ساتھ لوگوں نے ان کو مجتہدین کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ تاریخ میں انھوں نے ایک نہایت مفصل اور بسیط کتاب لکھی جو ۱۳ ضخیم جلدوں میں ہے اور یورپ میں بمقام لیدن نہایت صحت اور اہتمام کے ساتھ چھپی ہے۔

ابوالحسن علی بن حسین مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ ہجری۔ فن تاریخ کا امام ہے۔ اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا۔ وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بھی بہت بڑا ماہر تھا۔ اسکی تمام تاریخی کتابیں ملتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ قوم کی بد مذاقی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہوگئیں۔ یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں مہیا کیں۔ ایک مروج الذھب اور دوسری کتاب الاشراف والتنبیہ۔ مروج الذہب مصر میں بھی چھپ گئی ہے۔

یہ تصنیفات جس زمانہ کی ہیں وہ قدماء کا دور کہلاتا ہے۔ پانچویں صدی کے آغاز سے متاخرین کا دور شروع ہوتا ہے جو فن تاریخ کے تنزل کا پہلا قدم ہے۔ متاخرین میں اگرچہ بے شمار مورخ گزرے جن میں سے ابن الاثیر۔ سمعانی۔ ذہبی۔ ابوالفداء نویری۔ سیوطی وغیرہ نے نہایت شہرت حاصل کی۔ لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں نے تاریخ کے ساتھ من حیث الفن کوئی احسان نہیں کیا۔۔۔ متاخرین نے یہ طرز اختیار کیا کہ کوئی قدیم تصنیف سامنے رکھ لی اور بغیر اسکے کہ اُس پر کچھ اضافہ کرسکیں تغیر اور اختصار کے ساتھ اس کا قالب بدل دیا۔ تاریخ ابن الاثیر کو علامہ ابن خلکان نے من خیار التواریخ کہا ہے۔ اور در حقیقت اس کی قبولیت عام نے قدیم تصنیفیں ناپید کردیں لیکن جہاں تک زمانہ کا اشتراک ہے ایک بات بھی اُس میں طبری سے زائد نہیں مل سکتی۔ ابن الاثیر کے بعد جو لوگ پیدا ہوئے انھوں نے اپنی تصنیف کا مدار صرف ابن الاثیر پر رکھا وعلم جراً۔۔۔ لیکن اس عام نکتہ چینی میں ابن خلدون کا نام شامل نہیں ہے۔۔۔ اسی طرح اُس کا شاگرد علامہ مقریزی بھی نکتہ چینی کی بجائے مدح وستائش کا مستحق ہے۔ بہر حال الفاروق کی تالیف کے لئے جو سرمایہ کام آسکتا تھا وہ یہی قدماء کی تصنیفات تھیں" (الفاروق صفحہ ۱۰)

مولوی صاحب نے دوسری کتاب میں اس مضمون کو کچھ تغیر کے ساتھ لکھا ہے۔ اسکے نقل کرنے میں طول ہوگا مگر اس کا ترک کرنا بھی مناسب نہیں۔ کیونکہ امید ہے اس سے بھی انشاءاللہ آئندہ بہت کام نکلے۔ لکھتے ہیں:-

"تصنیف و تالیف کی ابتداء سلطنت کی وجہ سے ہوئی صحابہ اور خلفاء راشدین کے

زمانہ میں اگرچہ فقہ وحدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی۔ بہت سے درس کے حلقے قائم ہوئے۔ لیکن جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی تھا۔ لیکن بنوامیہ نے حکماً علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ قاضی عبدالبر نے جامع بیان العلم میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے۔

كنا نكره كتاب العلم حتى اكرهنا عليه هولاء الامراء (مطبوعہ مصر ص۳۶)

ہم لوگ علم کا قلم بند کرنا پسند نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ امراء نے ہم کو مجبور کیا۔

سب سے پہلے امیر معویہؓ نے عبید بن شریہ کو یمن سے بلاکر قدما کی تاریخ مرتب کرائی جس کا نام اخبار الماضیین ہے (فہرست ابن الندیم ص۲۴۲)۔ امیر معویہ کے بعد عبدالملک بن مروان نے جو ۶۵ھ ہجری میں تخت نشین ہوا ہر فن میں علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ سعید بن جبیر جو اعلم العلماء تھے ان کو حکم بھیجا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں۔ چنانچہ امام موصوف نے تفسیر لکھ کر بھیجی جو کتب خانہ شاہی میں رکھی گئی عطاء بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے انہی کی تفسیر ہے۔ عطاء کو خزانۂ شاہی سے یہ نسخہ ہاتھ آگیا تھا۔ اور انھوں نے اپنے نام سے مشہور کر دیا (میزان الاعتدال ترجمہ عطاء بن دینار)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آیا تو انھوں نے تصنیف وتالیف کو زیادہ ترقی دی تمام ممالک میں حکم بھیج دیا کہ احادیث نبوی مدون اور قلم بند کی جائیں۔ سعد بن ابراہیم جو بہت بڑے محدث اور مدینہ منورہ کے قاضی تھے اُن سے دفتر کے دفتر حدیثوں کے قلم بند کرائے اور تمام ممالک مقبوضہ میں بھیجے۔ علامہ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں

عن سعد بن ابراهيم قال امرنا عمر بن عبد العزيز بجمع السنن فكتبناها دفترا دفترا فبعث الى كل ارض له عليها سلطان دفترا (مطبوعہ مصر ص۳۶)

سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ہم کو احادیث کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے ان کے دفتر کے دفتر لکھے۔ عمر نے جہاں جہاں انکی حکومت تھی ایک ایک دفتر بھیج دیا۔

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری جو اُس زمانہ کے بہت بڑے محدث اور امام زہری کے استاد اور مدینہ کے قاضی تھے۔ ان کو بھی خاص طور پر احادیث کے جمع کرنے کا حکم بھیجا (طبقات ابن سعد جزو ثانی قسم ثانی ص۱۳۴)۔ حدیث میں حضرت عائشہ کی مرویات کی ایک خاص حیثیت ہے۔ یعنی ان سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل میں

اس لئے عمر بن عبدالعزیز نے ان کی روایتوں کے ساتھ زیادہ اعتنا کیا۔ عمرۃ بنت عبدالرحمن ایک خاتون تھیں۔ اُن کو حضرت عائشہ نے خاص اپنی آغوش تربیت میں پالا تھا۔ وہ بہت بڑی محدثہ اور عالمہ تھیں۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ کی مرویات کا اُن سے بڑھکر کوئی عالم نہ تھا عمر بن عبدالعزیز نے ابو بکر بن محمد کو خط لکھا کہ عمرۃ کے مسائل اور روایات قلم بند کر کے بھیج دیں (تہذیب التہذیب ترجمہ ابو بکر بن محمد و عمرۃ بن عبدالرحمان وطبقات ابن سعد جزء دوم حصہ دوم صفحہ ۱۳۴)

مغازی پر خاص توجہ اب تک مغازی و سیر کے ساتھ اعتنا نہیں کیا گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس فن کی طرف خاص توجہ کی اور حکم دیا کہ غزوات نبوی کا خاص حلقہ درس قائم کیا جائے، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری المتوفی سنہ ۱۲۱ ہجری اس فن میں خاص کمال رکھتے تھے۔ اُن کو حکم دیا کہ جامع مسجد دمشق میں بیٹھکر لوگوں کو مغازی اور مناقب کا درس دیں (تہذیب التہذیب ترجمہ عاصم بن عمر بن قتادہ)۔ اسی زمانہ میں امام زہری نے مغازی پر ایک مستقل کتاب لکھی اور جیسا کہ امام سہیلی نے روض الانف میں تصریح کی ہے یہ اس فن کی پہلی تصنیف تھی۔ امام زہری اس زمانہ کے اعلم العلماء تھے۔ فقہ اور حدیث میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں۔ انھوں نے حدیث و روایت کے حاصل کرنے میں یہ محنتیں اُٹھائیں کہ مدینہ منورہ میں ایک ایک انصاری کے گھر پر جاتے جوان، بڈھے، عورت، مرد جو مل جاتا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جاکر آنحضرت صلعم کے اقوال اور حالات پوچھتے اور قلم بند کرتے (تہذیب التہذیب، ترجمہ امام زہری محمد بن مسلم) وہ نسباً قریشی تھے۔ سنہ ۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا، سنہ ۸۰ ہجری میں عبدالملک بن مروان کے دربار میں گئے اُس نے بہت قدر و منزلت کی، کتاب المغازی غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت کے موافق لکھی۔ یہ بات خاص طور پر لحاظ کے قابل ہے کہ امام موصوف سلاطین کے دربار سے تعلق رکھتے تھے اور مقربین خاص میں داخل تھے۔ ہشام بن عبدالملک نے اپنے بچوں کی تعلیم ان کے سپرد کی تھی، سنہ ۱۲۴ ہجری میں وفات پائی۔ امام زہری کی وجہ سے مغازی و سیرت کا عام مذاق پیدا ہو گیا۔ ان کے حلقۂ درس سے اکثر ایسے لوگ نکلے جو خاص اس فن میں کمال رکھتے تھے۔ ان میں سے یعقوب بن ابراہیم، محمد بن

صالح تمار، عبدالرحمن بن عبدالعزیز فن مغازی میں خاص شہرت رکھتے تھے چنانچہ تہذیب التہذیب وغیرہ میں ان لوگوں کا امتیازی وصف صاحب المغازی لکھا جاتا ہے۔ زہری کے تلامذہ میں سے دو شخصوں نے اس فن میں نہایت شہرت حاصل کی، اور یہی دو شخص ہیں جن پر اس فن کا سلسلہ ختم ہوتا ہے، موسےٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق، موسےٰ بن عقبہ خاندان زبیر کے غلام تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا تھا، فن حدیث میں امام مالک ان کے نہایت مداح تھے اور لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ فن مغازی سیکھنا ہو تو موسےٰ سے سیکھو۔ ان کے مغازی کی جو خصوصیات ہیں یہ ہیں (۱) مصنفین، اب تک روایات میں صحت کا التزام نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے زیادہ تر اس کا التزام کیا (۲) عام مصنفین کا یہ مذاق تھا کہ کثرت سے واقعات نقل کئے جائیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہر قسم کی رطب و یابس روایتیں آجاتی تھیں، موسےٰ نے احتیاط کی اور صرف وہی روایتیں لیں جو اُن کے نزدیک صحیح ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی کتاب بہ نسبت اور کتب مغازی کے مختصر ہے (۳) چونکہ روایت حدیث کے لئے کسی عمر کی قید نہ تھی اس لئے اکثر لوگ بچپن اور آغاز شباب ہی سے حلقۂ درس میں شامل ہو جاتے تھے، اور حدیثیں سنکر لوگوں سے روایت کرتے تھے۔ لیکن چونکہ اس عمر تک واقعات کا صحیح طور سے سمجھنا اور محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا اس لئے اکثر روایتوں میں تغیر اور اختلاط ہو جاتا تھا۔ موسےٰ نے بخلاف اور لوگوں کے بکبر سن میں اس فن کو سیکھا تھا ۱۴۱ھ ہجری میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ترجمہ موسےٰ بن عقبہ)۔ موسےٰ کی کتاب آج موجود نہیں لیکن ایک مدت تک شائع و ذائع رہی اور سیرت کی تمام قدیم کتابوں میں کثرت سے اس کے حوالے آتے ہیں۔

محمد بن اسحاق نے فن مغازی میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ وہ امام فن مغازی کے نام سے مشہور ہیں۔ شہرت عام میں اگرچہ واقدی ان سے کم نہیں لیکن واقدی کی لغو بیانی مسلمۂ عام ہے اور اس لئے اُن کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے۔ محمد بن اسحاق تابعی ہیں متعدد صحابہ کو دیکھا تھا، علم حدیث میں کمال تھا، امام زہری کے دروازے پر دربان مقرر تھا کہ کوئی شخص بغیر اطلاع کے نہ آئے لیکن محمد بن اسحاق کو عام اجازت تھی کہ جب چاہیں چلے آئیں۔ ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی نسبت محدثین میں اختلاف ہے۔ امام مالک ان کے

سخت مخالف ہیں لیکن محدثین کا عام فیصلہ یہ ہے کہ مغازی اور سیر میں ان کی روایتیں قابل اعتماد کے قابل ہیں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں اُن کی روایت نہیں لی، لیکن جزء القراۃ میں اُن سے روایت کی ہے اور تاریخ میں تو اکثر واقعات انھیں سے لیتے ہیں۔ فن مغازی کو انھوں نے اس قدر ترقی دی اور اس قدر دلچسپ بنادیا کہ خلفاء عباسیہ جو زیادہ تر اور قسم کی تصنیفات کا مذاق رکھتے تھے ان میں مغازی کا مذاق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ابن عدی نے اُن کے اس احسان کا خاص طرح پر ذکر کیا ہے۔ ابن عدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس فن میں کوئی تصنیف ان کی تصنیف کے رتبہ کو نہیں پہونچی (تہذیب التہذیب) ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ محدثین کو محمد ابن اسحاق کی کتاب پر اعتراض تھا تو یہ تھا کہ خیبر وغیرہ کے واقعات وہ اُن یہودیوں سے دریافت کرکے داخل کتاب کرتے تھے جو مسلمان ہو گئے تھے اور چونکہ یہ واقعات انھوں نے یہودیوں سے سُنے ہوں گے اس لئے اُن پر پورا اعتماد نہیں ہو سکتا۔ علامہ ذہبی کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن اسحاق یہود و نصاریٰ سے روایت کرتے تھے اور اُن کو ثقہ سمجھتے تھے۔ ۱۵۱ھ ہجری میں وفات پائی۔

محمد بن اسحاق کی کتاب المغازی کا ترجمہ شیخ سعدی کے زمانہ میں ابوبکر سعد زنگی کے حکم سے فارسی میں ہوا۔ اس کا قلمی نسخہ الہ آباد میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔ محمد بن اسحاق کی کتاب کثرت سے پھیلی۔ اور بڑے بڑے مشہور محدثوں نے اس کے نسخے مرتب کئے۔ اُسی کتاب کو ابن ہشام نے زیادہ منقح اور اضافہ کرکے مرتب کیا جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ اصل کتاب آج کم ملتی ہے اس لئے آج اُسکی جو یادگار موجود ہے وہ یہی ابن ہشام کی کتاب ہے۔ ابن ہشام کا نام عبد الملک ہے۔ وہ نہایت ثقہ اور مشہور محدث اور مورخ تھے۔ حمیر کے قبیلہ سے تھے اور غالباً اسی تعلق سے سلاطین حمیر کی تاریخ لکھی جو آج بھی موجود ہے۔ انھوں نے سیرت میں یہ اضافہ کیا کہ سیرت میں جو مشکل الفاظ آتے ہیں اُن کی تفسیر بھی لکھی۔ ۲۱۳ھ ہجری میں وفات پائی۔ سیرت ابن اسحاق کی مقبولیت کی بنا پر لوگوں نے اس کو نظم کیا چنانچہ ابو نصر فتح بن موسیٰ خضراوی المتوفی ۶۶۳ھ ہجری و عبد العزیز بن احمد المعروف بہ سعد دیری المتوفی فی حدود ۶۰۰ھ ہجری و ابو اسحاق انصاری تلمسانی و فتح الدین محمد

بن ابراہیم معروف بہ ابن الشہید المتوفی ۷۹۳ہجری نے منظوم کیا۔ اخیر کتاب میں قریباً دس ہزار شعر ہیں اور اس کا نام فتح الغریب فی سیرۃ الحبیب ہے۔

واقدی خود تو قابل ذکر نہیں لیکن اُن کے تلامذہ خاص میں سے ابن سعد نے آنحضرتؐ اور صحابہ کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہو سکا۔ ابن سعد مشہور محدث ہیں۔ محدثین نے عموماً لکھا ہے کہ گو اُن کے استاد (واقدی) قابل اعتبار نہیں لیکن وہ خود قابل سند ہیں۔ خطیب بغدادی نے ان کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں کان من اھل العلم والفضل والفھم والعدالۃ۔ صنف کتابا کبیرا فی طبقات الصحابہ والتابعین الی وقتہ فاجاد فیہ واحسن (تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن سعد) یہ خاندان ہاشم سے تھے بصرہ میں پیدا ہوئے لیکن بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ بلاذری جو مشہور مورخ ہیں انھیں کے شاگرد ہیں ۲۳۰ہجری میں ۶۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی کتاب کا نام طبقات ہے۔ ۱۲ جلدوں میں ہے۔ دو جلدیں خاص آنحضرتؐ کے حالات میں ہیں اور یہ حصہ در اصل سیرت نبوی ہے۔ باقی جلدیں صحابہ کے حالات میں ہیں اور چونکہ صحابہ کے حالات میں ہر جگہ آنحضرتؐ کا ذکر آتا ہے اس لئے ان حصوں میں بھی سیرت کا بڑا سرمایہ موجود ہے۔ یہ کتاب قریباً ناپید ہو چکی تھی یعنی دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا پورا نسخہ موجود نہ تھا۔ شہنشاہ جرمن کو اس کی طبع واشاعت کا خیال ہوا چنانچہ ناکھ رو پیہ اس کام کے لئے خاص سے دیئے اور پروفیسر ساخو کو اس کام پر مامور کیا کہ ہر جگہ سے اُس کے اجزاء بہم کر کے لائیں۔ پروفیسر موصوف نے قسطنطنیہ مصر اور یورپ جا کر جا بجا سے تمام جلدیں بہم پہنچائیں۔ یورپ کے بارہ پروفیسروں نے الگ الگ جلدوں کی تصحیح اپنے ذمہ لی۔ چنانچہ نہایت اہتمام اور صحت کے ساتھ یہ نسخہ لیدن (ہالینڈ) میں چھپ کر شائع ہوا۔ اس کتاب کا بڑا حصہ واقدی سے ماخوذ ہے لیکن چونکہ تمام روایتیں بہ سند مذکور ہیں اس لئے واقدی کی روایتیں بہ آسانی الگ کر لی جا سکتی ہیں۔

سیرت کے سلسلہ سے الگ تاریخی تصنیفات ہیں۔ ان میں سے جو محدثانہ طریقہ پر لکھی گئیں یعنی جن میں روایتیں بہ سند مذکور ہیں اُن میں آنحضرتؐ کے حالات اور واقعات کا جو حصہ ہے وہ بھی در اصل سیرت نبوی ہے۔ ان میں سب سے مقدم اور قابل استناد امام بخاری کی دونوں تاریخیں ہیں لیکن دونوں نہایت مختصر ہیں۔ تاریخ صغیر چھپ گئی ہے اس میں سیرت

نبوی کا حصہ کتاب کا دسواں حصہ بھی نہیں یعنی صرف ۱۵ صفحے ہیں اور اُن میں بھی کوئی ترتیب نہیں کبایر البتہ بڑی ہے۔ میں نے اس کا نسخہ جامع ایا صوفیہ میں دیکھا تھا لیکن سوانح نبوی اس میں بہت کم ہیں اور جستہ جستہ واقعات بلا ترتیب مذکور ہیں۔ تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال تفقہ اور وسعت علم کے معترف ہیں۔ ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں کسی کو اُن سے بڑھکر عالم نہیں جانتا۔ سنہ ۳۱۰ ہجری میں وفات پائی۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے اُنکی نسبت لکھا ہے کہ شیعوں کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔

هذا رجمٌ بالظن الكاذب بل ابن جرير من كبار ائمة الاسلام المعتمدين۔	یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر اسلام کے معتمد اماموں میں سے ایک بڑے امام ہیں۔

علامہ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان میں فی الجملہ تشیع تھا لیکن مضر نہیں۔ تمام مستند اور مفصل تاریخیں مثلاً تاریخ کامل ابن الاثیر۔ ابن خلدون۔ ابوالفدا وغیرہ انہیں کی کتاب سے ماخوذ اور اسی کتاب کے مختصرات ہیں۔ یہ کتاب بھی ناپید تھی اور یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔ یہ قدما کی تصنیفات تھیں۔ مابعد کی تصنیفات کا ہم ایک مختصر نقشہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ یہ تصنیفات قدیم تصنیفات اور احادیث کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ اس نقشہ میں ان کتابوں کا ذکر بھی ہے جو قدما کی تصنیفات کے متعلق شرح کے طور پر لکھی گئی ہیں ان کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ یہ شرح فی نفسہٖ مستقل تصنیفات ہیں اور ان میں جس قدر ذخیرۂ معلومات ہے خود اصل کتابوں میں نہیں۔

روض الانف سیرت ابن اسحاق کی شرح ہے مصنف کا نام عبد الرحمن سہیلی ہے جنھوں نے سنہ ۵۸۱ ہجری میں وفات پائی۔ یہ اکابر محدثین میں سے ہیں اور تمام محدثین مابعد سیرت نبوی کی تحقیقات اور معلومات کے متعلق ان کے خوشہ چین ہیں۔ مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب ۱۲۰ کتابوں کی مدد سے لکھی اس کا قلمی نسخہ ہمارے استعمال میں ہے۔

سیرت حافظ عبد المومن دمیاطی المتوفی سنہ ۷۰۵ ہجری کی تصنیف ہے۔ اکثر کتابوں میں

اسکے حوالے آتے ہیں۔ اس کتاب کا نام المختصر فی سیرۃ سید البشر ہے۔ قریباً ۱۰۰ صفحوں میں ہے پٹنہ کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

سیرت خلاطی علاء الدین علی بن محمد خلاطی حنفی کی تصنیف ہے۔ ۷۰۸ھ ہجری میں وفات پائی۔

سیرت گازرونی شیخ ظہیرالدین علی بن محمد گازرونی المتوفی ۶۹۴ھ ہجری کی تصنیف ہے۔

سیرت ابن ابی طی مصنف کا نام یحیٰی بن حمیدۃ المتوفی ۶۳۰ھ ہجری ہے یہ کتاب ۳ جلدوں میں ہے۔ سیرت مغلطائی مشہور کتاب ہے اور مصر میں چھپ گئی ہے۔ علامہ عینی نے اسکے ایک حصہ کی شرح لکھی ہے جس کا نام کشف اللثام ہے۔ شرف المصطفےٰ۔ حافظ ابوسعید عبدالملک۔ نیشاپوری کی تصنیف ہے۔ آٹھ جلدوں میں ہے۔ حافظ ابن حجر اصابہ میں اکثر اس کا حوالہ دیتے ہیں لیکن جو روایتیں حافظ موصوف نے نقل کی ہیں ان میں بعض نہایت مہمل اور لغو روایتیں ہیں جس سے قیاس ہوتا ہے کہ مصنف نے رطب و یابس کی کوئی تمیز نہیں رکھی ہے۔ شرف المصطفےٰ للحافظ ابن الجوزی۔ اکتفاء فی مغازی المصطفےٰ والخلفاء الثلاثہ۔ حافظ ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی المتوفی ۶۳۴ھ ہجری کی تصنیف ہے۔ اکثر کتابوں میں اس کے حوالے آتے ہیں۔

سیرت ابن عبد البر ابن عبدالبر مشہور محدث اور امام ہیں اس کتاب کے حوالے اکثر آتے ہیں۔ عیون الاثر۔ ابن سید الناس کی تصنیف ہے۔ ابن سید الناس اندلس کے مشہور عالم ہیں۔ ۷۳۴ھ ہجری میں وفات پائی۔ یہ کتاب نہایت متین اور جامع ہے معتبر کتابوں کو ماخذ قرار دیا ہے اور جس سے کچھ نقل کیا ہے سند بھی نقل کی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ (جلد دوم) کلکتہ کے کتب خانہ میں ہے اور ہمارے پیش نظر ہے۔

نور النبراس فی سیرۃ ابن سید الناس۔ عیون الاثر کی شرح ہے مصنف کا نام ابراہیم بن محمد ہے۔ یہ کتاب نہایت محققانہ لکھی گئی ہے اور بے شمار معلومات کا گنجینہ ہے دو ضخیم جلدوں میں ہے اور ندوہ کے کتب خانہ میں اس کا نہایت عمدہ نسخہ موجود ہے۔

سیرت منظوم۔ حافظ زین الدین عراقی نے جو حافظ ابن حجر کے استاد تھے نظم میں لکھی ہے۔ لیکن دیباچہ میں خود لکھ دیا ہے کہ اس میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔

مواہب لدنیہ مشہور کتاب ہے اور متاخرین کا یہی ماخذ ہے۔ اس کے مصنف

قسطلانی ہیں جو بخاری کے مشہور شارح ہیں۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مفصل ہے لیکن ہزاروں موضوع اور غلط روایتیں بھی موجود ہیں۔ زرقانی علی المواھب۔ یہ مواہب لدنیہ کی شرح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سہیلی کے بعد کوئی کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی۔ آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے اور مصر میں چھپ گئی ہے۔ سیرت حلبی مشہور اور متداول ہے (سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۱)

نتائج شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی کی مذکورہ بالا عبارتوں سے جو انھوں نے حضرات اہلسنت کی معتبر ترین کتابوں سے لکھی ہیں حسب ذیل نتائج واضح طریقہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) بنو امیہ نے لوگوں کو مجبور کر کے ان سے تصنیفیں لکھوائیں۔ اور سب سے پہلے معویہ نے تاریخ کی کتاب مرتب کرائی۔ پس جو کتابیں معویہ کے حکم اور بنو امیہ کے زور حکومت سے لکھی گئی ہوں گی ان میں معویہ کی مدح کس درجہ ہو گی۔ بنو امیہ کے مناقب کس قدر درج کئے گئے ہوں گے اور خلیفہ اول و دوم و سوم کے فضائل کس حد تک بھرے گئے ہوں گے۔ یہ باتیں محتاج توضیح نہیں۔ اس لئے کہ معویہ کی خلافت موقوف تھی حضرت عثمان کی خلافت پر۔ اور آپ کی خلافت موقوف تھی حضرت عمر کی خلافت پر اور وہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر۔ پس جو کتابیں معویہ نے لکھوائی ہوں ان میں یہ ممکن بلکہ واقع ہے کہ مصنفین نے خوشامد یا مال و دولت کی طمع یا جاگیر اور حکومت کے لالچ میں ان لوگوں کے بے حد و حساب فضائل بھر دیئے ہوں۔ لیکن یہ محال تھا کہ مصنفین ان خلفاء اسلام کے خلاف ایک لفظ بھی لکھنے پاتے۔ اگر وہ بیچارے اس قسم کا ارادہ بھی کرتے تو ان کی زبان گدی سے کھینچ لی جاتی یا وہ قتل ہی کر دیئے جاتے یا اور کوئی سخت سزا کی جاتی۔ جیسا کہ خلیفہ متوکل نے ابن سکیت شاعر کے ساتھ کیا۔ مورخین نے تصریح لکھا ہے وفی سنۃ اربع واربعین ومأتین قتل المتوکل ابا یوسف یعقوب المعروف بابن السکیت لانہ قال لہ ایما احب الیک ابناے المعتز والمؤید ام الحسن والحسین فقال لہ ابن السکیت واللہ ان قنبر خادم علی خیر منک ومن ولدیک۔ فقال المتوکل سلوا لسانہ من قفاہ ففعلوا ذلک فمات من ساعتہ۔ ۲۴۴ھ ہجری میں خلیفہ متوکل نے ابو یوسف یعقوب معروف بہ ابن السکیت شاعر کو قتل کر ڈالا جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک روز متوکل نے اس سے پوچھا کہ تجھ کو میرے دونوں بیٹے معتز اور مؤید زیادہ محبوب ہیں

یا حسن وحسین فرزندانِ علیؑ؟ ابن السکیت نے کہا کہ خدا کی قسم میرے نزدیک حضرت علیؑ کا خادم قنبر بھی حضور سے اور حضور کے دونوں شاہزادوں سے بہتر ہے۔ یہ سُن کر متوکل نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ ابن السکیت کی زبان گدی سے کھینچ لو۔ چنانچہ فوراً زبان کھینچ لی گئی۔ اور وہ اسی وقت اس مصیبت سے ہلاک ہوگئے (تاریخ ابوالفدا جلد ۲ صہ ۴۱)۔ یا جیسے خلیفہ معتصم باللہ نے مجتہد زمانہ امام احمد بن حنبل کی سزا کی کہ ۲۱۹؁ ہجری میں اس نے موصوف کو طلب کر کے مسئلہ خلق قرآن کے متعلق اُن کا امتحان لیا۔ انھوں نے معتصم کے قول کو قبول نہیں کیا اور یہ نہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس بات پر بگڑ کر معتصم نے اس جلیل القدر امام اہلسنت کو اتنے کوڑے لگوائے کہ ان کی جلد بدن کٹ گئی اور عقل ہی زائل ہوگئی (ابوالفدا جلد ۲ صہ ۴۳) یہ خلفاء بنی عباس کا برتاؤ تھا جو مزاج۔ اخلاق دین اور شرافت میں بنو امیہ سے بہتر سمجھے جاتے ہیں۔ پھر بنو امیہ کے زمانہ میں کس کی مجال تھی کہ ان لوگوں کی خواہش کے خلاف کوئی بات زبان سے نکالتا یا ان کے خلاف مرضی کوئی مضمون یا روایت اپنی کتاب میں لکھتا اور عداوت اشتہی کو نہیں بلکہ اپنے خاندان بھر کو ہلاکت میں ڈالتا۔ مولوی شبلی صاحب عہد بنی امیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "نہایت پُرآشوب زمانہ تھا۔ حجاج بن یوسف خلیفہ عبدالملک کی طرف سے عراق کا گورنر تھا اور ہر طرف ایک قیامت برپا تھی۔ چونکہ مذہبی گروہ کی مخالفت کی وجہ سے عرب و عراق میں اب تک مروانی حکومت کے پاؤں نہیں جمے تھے۔ حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر انھیں لوگوں پر مبذول تھیں جو ائمہ مذہب اور علم و فضل کی حیثیت سے مقتدائے عام تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نہایت سچ کہا کہ اگر اور پیغمبروں کی امتیں سب مل کر اپنے اپنے زمانے کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ میں لائیں تو واللہ ہمارا پلہ بھاری رہیگا۔ عبدالملک نے ۸۶؁ ہجری میں وفات کی اور اس کا بیٹا ولید تخت نشین ہوا۔ ولید کے زمانہ میں اگرچہ فتوحات نے نہایت ترقی کی... لیکن اسلام کی روحانیت کا نشان نہ تھا ملکی عہدہ داروں میں سے جو لوگ جس قدر زیادہ معزز اور بااختیار تھے اسی قدر ظالم اور سفاک تھے۔ اسی زمانہ کی نسبت حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ ولید شام میں۔ حجاج عراق میں۔ عثمان حجاز میں قرۃ مصر میں۔ واللہ تمام دنیا ظلم سے بھر گئی" (سیرۃ النعمان صہ ۲۵) ان تمام حالات کا مقتضے یہ تھا کہ خلفاء ثلثہ اور خلفاء بنی امیہ کی شان میں اچھی طرح قصیدے لکھے جاتے۔ ان کے فضائل

میں حدیثیں وضع کی جائیں۔ ان کی شان خوب بلند کی جاتی اور ان کے متعلق وہ چیزیں کتابوں میں بھر دی جاتیں جن سے عوام کے ذہنوں میں ان کی عظمت و جلالت کے سکے بیٹھ جاتے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ غلط اور موضوع روایتوں سے دنیائے اسلام پُر ہو گئی۔ مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "حضرت علیؓ کی خلافت شروع ہی سے پرآشوب رہی۔ ان اختلافات اور فتن کے ساتھ وضع احادیث کی ابتدا ہوئی۔ اور اگرچہ کثرت اور انتشار زیادہ تر زمانہ مابعد میں ہوا لیکن خود صحابہ کے عہد میں اہل بدعت نے سیکڑوں ہزاروں حدیثیں ایجاد کر لی تھیں ... زبانی روایت سے گزر کر تحریروں میں بھی جعل شروع ہو گیا تھا۔ لوگوں کو وضع حدیث کی زیادہ جرأت اس وجہ سے ہوتی تھی کہ اُس وقت تک اسناد روایت کا طریقہ جاری نہیں ہوا تھا۔ جو شخص چاہتا تھا قال رسول اللہ کہہ دیتا تھا اور اثباتِ سند کے مواخذہ سے بری رہتا تھا۔ ترمذی نے کتاب العلل میں امام بن سیرین سے روایت کی ہے کہ پہلے زمانہ میں لوگ اسناد نہیں پوچھا کرتے تھے۔ جب فتنہ پیدا ہوا تو اسناد کی پوچھ گچھ ہوئی۔ تاکہ اہلسنت کی حدیثیں لی جائیں اور اہل بدعت کی ترک کی جائیں لیکن حدیث کی بے اعتباری اہل بدعت پر موقوف نہ تھی۔ اس لئے یہ احتیاط چنداں مفید نہ ہوئی اور غلطیوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

بنو امیہ کا دور شروع ہوا اور بڑے زور شور سے حدیث نے ترویج پائی۔ صحابہ کی تعداد جس قدر کم ہوتی جاتی تھی اُسی قدر اُن کی قدر اور اُن کی طرف التفات بڑھتا جاتا تھا۔ تمدن میں بہت کچھ ترقی ہو گئی تھی۔ نئی نئی قومیں مسلمان ہوتی جاتی تھیں اِن نومسلموں کو ادھر تو اسلام کا نیا نیا جوش تھا اُدھر قوم فاتح کے مجمع میں عزت و اثر پیدا کرنے کی اس سے بڑھکر کوئی تدبیر نہ تھی۔ ان باتوں نے ان کو معلومات مذہبی کا اس قدر شائق بنا دیا تھا کہ خود عرب ان کی ہمسری کا دعوےٰ نہیں کر سکتے تھے۔ غرض تمام ممالک اسلامیہ میں گھر گھر حدیث و روایت کے چرچے پھیل گئے۔ اور سیکڑوں ہزاروں درسگاہیں قائم ہو گئیں۔ لیکن جس قدر اشاعت کو وسعت حاصل ہوتی جاتی تھی اعتماد اور صحت کا معیار کم ہوتا جاتا تھا۔ ارباب روایت کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ اُس میں مختلف خیال۔ مختلف عادات۔ مختلف عقائد۔ مختلف قوم کے لوگ شامل تھے۔ اہل بدعت جابجا پھیل گئے تھے اور اپنے مسائل کی ترویج میں مصروف تھے۔ سب سے زیادہ یہ کہ پوری ایک صدی گزر جانے پر بھی کتابت کا طریقہ مروج نہیں ہوا تھا۔ ان اسباب سے روایتوں میں اس قدر

ان کے اطمینان کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔ ان کے احباب کا اصرار تھا کہ شیرینی کھلاؤ۔ جب انھیں پہلے مہینہ کا مشاہرہ ملا تو انھوں نے اپنے بعض بزرگوں اور اکثر دوستوں کی شاندار دعوت کی۔ حافظ صاحب بھی آئے تھے۔ سب لوگ بہت خوش مگر حافظ صاحب افسردہ نظر آتے تھے۔ دعوت کے بعد جب اور لوگ چلے گئے اور صرف حافظ صاحب رہ گئے تو ان میں اور مولانا عبدالقوی صاحب میں اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

مولانا صاحب۔ جناب حافظ صاحب یہ کیا بات ہے کہ اور لوگوں کو جو خوشی ہے وہ آپ کے چہرے پر نظر نہیں آتی۔ بلکہ آپ بہت متردد معلوم ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب۔ تعجب ہے کہ آپ یہ سوال فرماتے ہیں۔ آپ کو تو پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ اس تردد سے آپ کا بھی گہرا تعلق ہے۔

مولانا صاحب۔ اگر سمجھتا تو آپ سے دریافت کیوں کرتا۔ جلد بتایئے کیا بات ہے۔

حافظ صاحب۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب رشیدہ کی شادی کا ارادہ ہوا تو میں نے آپ سے مشورہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ہاں حکیم صاحب سے اس نسبت کو منظور کرلو۔ میں ان کو رافضی مذہب سے ضرور نکال لوں گا۔ اور اہلسنت بنا کر رہوں گا۔

مولانا صاحب۔ ہاں اس کا ذکر تو ہوا تھا۔ اور میں نے وعدہ بھی کیا تھا۔ تو پھر؟

حافظ صاحب۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب مرتے وقت تک اپنے مذہب پر رہے اور میری رشیدہ بھی انھیں کے مذہب پر ہوگئی اور اب ہدایت خاتون بھی اُسی مذہب پر ہے۔ ہم لوگوں کے سب منصوبے خاک میں مل کر رہ گئے۔

مولانا صاحب۔ مگر میں نے تو سُنا تھا کہ حکیم صاحب اور رشیدہ بیگم میں مذہبی چھیڑ ہوتی ہی نہیں تھی۔ دونوں نہایت محبت اور میل سے بسر کرتے تھے۔

حافظ صاحب۔ ہاں یہ سچ ہے۔ میں برابر دریافت کرتا رہا۔ اُن کو مریضوں ہی سے مہلت نہیں ملتی تھی۔ شب کے دس گیارہ بجے اندر آکر سو رہتے اور صبح سویرے مطب میں چلے جاتے تھے۔ مذہبی بحث ہوتی تو کیونکر۔

مولانا صاحب۔ پھر رشیدہ بیگم کیونکر رافضن ہوگئیں۔ کیا فدیہ ہوا۔

حافظ صاحب - میں نے سُنا کہ حکیم صاحب کے پاس مذہبی اور خاص کر مناظرہ کی کتابیں بہت تھیں ۔ اردو میں بھی بہت سی چیزیں انھوں نے جمع کی تھیں ۔ اُنہیں کو دیکھ دیکھ کر رشیدہ نے اُن کا مذہب اختیار کر لیا تھا ۔ اور ہدایت تو فارسی عربی کی کتابیں بھی دیکھتی رہتی ہے ۔ میں ڈرتا ہوں ایسا نہ ہو وہ مولوی رکن الدین کو بھی رافضی کر دے جو نہایت خطرناک ہوگا ۔

مولانا صاحب - کیا مجال ۔ یہ محال ہے ۔ ایسی مہمل باتیں آپ کو زبان سے نہیں نکالنی چاہئیں ۔ مولوی رکن الدین علم وفضل میں مجھ سے بھی بڑھ گئے ہیں ۔

حافظ صاحب - لیکن خود اُس کا رافضن رہنا آپ کب گوارا کر سکتے ہیں ۔

مولانا صاحب - نہیں دیکھئے میں اب اسکی تدبیر کرتا ہوں ۔ حکیم صاحب تو مر گئے مگر اب رشیدہ اور ہدایت خاتون دونوں کو میں راہ راست پر لاتا ہوں ۔

(پھر مولوی رکن الدین صاحب سے خطاب کر کے کہا)

مولانا صاحب - بیٹا! تمہارے علم وفضل کا تمام شہرہ ہو رہا ہے ۔ دیوبند اور رام پور میں تم نے کتنا نام پیدا کیا ۔ آریوں عیسائیوں اور قادیانیوں سے برابر مناظرے کرتے رہے ہو اور خدا نے ہر موقع پر تمہیں کو کامیاب بنایا ۔ پھر تم کو اپنی بیوی کی محبت اتنی نہ ہو کہ اُن کے غلط مذہب کی طرف سے چشم پوشی کر لو ۔ بلکہ ان کی سچی محبت یہی ہے کہ ان کو بھی مذہب حق پر لگا دو ۔ ایک عورت کو سنی کر دینا کیا مشکل ہے ۔

مولوی رکن الدین - بہتر میں کوشش کروں گا ۔ نتیجہ اللہ تعالے کے ہاتھ ہے ۔

مولانا صاحب - ہاں اس کی فکر جلد کرنی چاہیئے ۔ اور جب کسی بات میں تم سے انکی تشفی نہ ہو تو مجھ سے دریافت کر لیا کرو ۔ پہلے تم اُن سے کہو کہ تحفہ اثنا عشریہ کو حرف بحرف پڑھ جائیں ۔ اس سے وہ خود اس مہمل مذہب کو چھوڑ دیگی ۔ وہ بڑی زبردست کتاب ہے ۔

اِن باتوں کے بعد لوگ متفرق ہو گئے ۔ حافظ صاحب اپنے گھر گئے ۔ مولانا صاحب نے آرام کیا اور مولوی رکن الدین صاحب بھی سونے کے لئے اپنے کمرے میں گئے ۔ لیکن دعوت کے اہتمام سے بہت تھک گئے تھے ۔ اُس شب میں کوئی بحث شروع نہیں ہوئی ۔ البتہ اُنھوں نے اتنا کہہ دیا تھا کہ کل شب کو تم سے ایک ضروری بات

کہنی ہے۔ تم گھر کے کاموں سے جلد فراغت کر رکھنا۔ اس کے بعد سو گئے۔ دوسری شب کو جب دونوں اکٹھے ہوئے تو اس طرح باتیں شروع ہوئیں:۔

مولوی رکن الدین۔ میں نے کل تم سے کہا تھا کہ آج تم سے کچھ ضروری باتیں کروں گا۔ غالباً اسی وجہ سے تم بھی آج گھر کے کاموں سے جلد فارغ ہوگئیں۔ ہے نہیں بات؟

ہدایت خاتون۔ ہاں مجھے بھی انتظار رہے بلکہ رات اور آج کا دن مجھے بڑی بے چینی میں بسر ہوا۔ وہ کون سی بات ہے جسکے لئے اتنا اہتمام ہوا۔ جلدی بیان کرو۔

مولوی صاحب۔ پہلے یہ بتاؤ کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ اس کے بعد میں وہ باتیں شروع کروں گا جو سب تمہارے ہی کام کی ہونگی۔ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔

ہدایت خاتون۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میں اس کا کیا جواب دوں۔

مولوی صاحب۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تم پر ہزار جان سے شیدا ہوں تو مجھ سے یہ کیونکر برداشت ہوگا کہ آخرت میں تم کہیں اور میں کہیں رہوں۔ تم بھی کیسے پسند کروگی۔

ہدایت خاتون۔ تو میں کب اس کو پسند کرتی ہوں۔ ہم دونوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہاں بھی ایک ہی جگہ رہیں۔ اور ابدی خوشی حاصل کریں۔ دنیا تو چند روزہ ہی ہے۔

مولوی صاحب۔ مگر تم شیعہ مذہب پر ہو اور میں مذہب اہلسنت والجماعۃ پر۔ پھر وہاں دونوں کیونکر ساتھ رہ سکتے ہیں۔ پس تم بھی میرا مذہب اختیار کرلو کہ وہاں بھی میں اور تم ساتھ ہی رہیں۔ اور جدائی کا صدمہ نہ اٹھائیں۔ کہ وہ جہنم سے بھی زیادہ ہولناک ہے۔

ہدایت خاتون۔ مگر اس سے پہلے ہم لوگوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ دونوں آدمی بہشت ہی میں چلیں۔ تب ساتھ رہنے کا لطف حاصل ہوگا۔ ورنہ عذاب میں ساتھ رہے بھی تو کس نفع کا۔ وہاں تو کوئی کسی کو پوچھے گا بھی نہیں۔ خدا اُس سے بچائے۔

مولوی صاحب۔ ہاں ہاں میرا مطلب یہی ہے کہ تم بھی بہشت ہی میں رہو اور یہ یقین ہے کہ رافضن رہوگی تو بہشت کی صورت بھی نہیں دیکھ سکوگی۔ پھر میں اور تم اکٹھے کیسے ہیوں گے؟ بس تم بھی مذہب اہلسنت قبول کرلو کہ بہشت میں ضرور چلو۔

ہدایت خاتون۔ یہ کیسے یقینی ہوگیا کہ شیعہ رہنے سے میں بہشت

کی صورت نہیں دیکھوں گی؟ اور تم ہی بہشت کا لطف اٹھاؤ گے۔ اسکی کوئی دلیل بھی ہے؟

مولوی صاحب۔ شیعہ مذہب ایسا خراب ہی ہے۔ اس کے ماننے والوں کو بہشت کی زندگی میسر نہیں ہو سکتی۔ اس مذہب کے ماننے والے وہاں کیسے پہونچ سکتے ہیں؟

ہدایت خاتون۔ یہ مذہب کس بات سے ایسا خراب ہے؟ اس کو کیوں نہیں بتاتے؟ دیکھو دعوے بے دلیل قبول خرد نہیں۔ جو کہو اُس کا ثبوت بھی دو تاکہ اطمینان ہو جائے۔

مولوی صاحب۔ یہ بھی کوئی بتانے کی چیز ہے؟ اس مذہب کا غلط اور گندہ ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے تم انصاف سے دیکھو بھی تو۔ ہٹ دھرمی سے کام نہیں چلے گا۔

ہدایت خاتون۔ تم کو شاید یہ بات نظر آتی ہو۔ مجھے تو کسی طرح سجھائی نہیں دیتی۔ بلکہ مذہب شیعہ ہی میں مجھے حقیقی اسلام دکھائی دیتا ہے۔ اور یہی بہشت کا ذریعہ بھی ہے۔

پانچواں باب ۵

شاہ عبدالعزیز صاحب اور تحفہ اثنا عشریہ کی حالت اور تقیہ کی بحث

مولوی صاحب۔ پہلے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھ جاؤ۔ اس سے تم پر خود ہی واضح ہو جائے گا کہ رافضیوں کا مذہب کس درجہ قابل نفرت ہے۔ پھر تم اس سے فوراً توبہ کرلوگی۔ مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ہدایت خاتون۔ میں اسے حرف بحرف پڑھ چکی ہوں۔ اس سے تو مذہب شیعہ کی اور زیادہ حقیت اور خوبی ہی واضح ہوتی ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب کو محض غصہ اور انتقام میں لکھا ہے اور اس کے ایک ایک لفظ سے پتا چلتا ہے کہ شیعوں کی غیر معمولی ترقی۔ مذہب شیعہ کی حیرت خیز اشاعت اور اس دین کی نہایت درجہ مقبولیت کی وجہ سے اسکے روکنے کی کوشش کرنے کے لئے شاہ صاحب نے یہ کتاب لکھی۔ غرض انھوں نے اپنے مذہب کی حقیت واضح اور مذہب شیعہ کی خرابی نمایاں کرنے کے لئے یہ زحمت نہیں گوارا کی بلکہ صرف اس کا عظیم الشان اثر کم کرنا چاہا جس طرح عیسائی اور آریہ حضرات دین اسلام کی غیر معمولی کشش

روکنے کے لئے برابر کتابیں لکھتے ۔ رسالے شایع اور اشتہارات تقسیم کرتے رہتے ہیں ۔ مگر اسلام کا کیا بگڑتا ہے؟ بلکہ اسکی برابر ترقی ہی ہوتی رہتی ہے۔

مولوی صاحب ۔ تم خواب کی باتیں کر رہی ہو؟ شیعوں کی ترقی کہاں ہو رہی تھی جسکے روکنے کو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ کتاب لکھی؟ یہ مذہب اس قابل ہی نہیں کہ کوئی اسے پوچھے ۔ اس کا ترقی کرنا کیسا؟ بالکل خلاف عقل بات! توبہ!!

ہدایت خاتون ۔ تم نے اس کتاب کو پڑھا ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب ۔ میں نے اسے کئی بار پڑھا ہے ۔ ایک مرتبہ والد صاحب قبلہ نے پڑھایا تھا ۔ ایک دفعہ دیوبند میں مولانا صاحب کے حکم سے پڑھ گیا ۔ اور ایک دفعہ حال میں شادی کے بعد پڑھ گیا ہوں ۔ تم البتہ اس کو پھر پڑھو ۔ تمہیں اسکی ضرورت ہے

ہدایت خاتون ۔ تو کیا اس کتاب میں یہ مضمون نہیں ہے کہ شیعوں کی غیر معمولی ترقی شاہ صاحب سے دیکھی نہیں گئی اس سبب سے انھوں نے اس کتاب کو لکھا۔

مولوی صاحب ۔ ہرگز نہیں ہے ۔ ایسی محال بات اس میں ہو ہی نہیں سکتی میں تو کہتا ہوں کہ شیعوں کی معمولی ترقی بھی نہیں ہو سکتی ۔ غیر معمولی کا کیا ذکر ہے ۔ یہ تو ایسا خراب مذہب ہے کہ کسی کو نام بھی نہ لینا چاہیئے ۔ ترقی کی بھی خوب کہی اے سبحان اللہ!

(اس بات پر ہدایت خاتون اُٹھ کر گئیں ۔ الماری سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ نکال لائیں اور کہا)

ہدایت خاتون ۔ ذرہ اس عبارت کو سنو کہ شاہ صاحب کیا تحریر فرماتے ہیں " ایں رسالہ را نصیحۃ المومنین وفضیحۃ الشیاطین ملقب کردہ شدہ ۔ غرض از تسوید ایں رسالہ وتحریر ایں مقالہ آنست کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم و دریں زمان کہ ما در آنیم رواج مذہب اثنا عشریہ وشیوع آں بحدے اتفاق افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یک دو کس ازاں خانہ بایں مذہب متمذہب نہ باشند وراغب بایں عقیدہ نہ شوند۔

(اس رسالہ تحفہ اثنا عشریہ کا لقب نصیحۃ المومنین اور فضیحۃ الشیاطین رکھا گیا۔ اور اس رسالہ کے لکھنے اور اس مقالہ کے تحریر کرنے کی غرض یہ ہے کہ ان شہروں میں جہاں ہم لوگ موجود ہیں اور اس زمانہ میں جس میں ہم لوگ

رہتے ہیں مذہب شیعہ کی ترقی واشاعت اس حد کو پہونچ گئی کہ کم کوئی گھر ہوگا جسمیں دو ایک شخص اس مذہب کے پابند نہ ہوں اور اس عقیدہ کی طرف رغبت نہ رکھیں) (تحفہ اثنا عشریہ صـ۲)

مولوی صاحب۔ ارے! دیکھوں تو یہ کہاں لکھا ہے؟ بالکل عجیب بات ہے۔
ہدایت خاتون نے کتاب دیدی۔ مولوی صاحب نے پڑھا تو سخت شرمندہ ہوئے اور دیر تک سوچنے کے بعد بولے۔ (مگر شرم سے نظر اونچی نہیں کی جاتی تھی)

مولوی صاحب۔ بات یہ ہے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ عبارت کتاب کے بالکل شروع میں حمد و نعت کے بعد ہی لکھی ہے۔ اِس وجہ سے ہر مرتبہ میری نظر سے رہ گئی۔ اچھا یہ بتاؤ یہ کتاب کیسی لکھی ہے۔ تم نے اس کو کیسی پائی۔

ہدایت خاتون۔ بس ایسی لکھی کہ خود اُن کو شرم معلوم ہوئی کہ اس کو اپنے نام سے رکھیں۔ اس وجہ سے ایک فرضی نام غلام حلیم کے نام سے لکھی اور ایک فرضی نام بنانے کے لئے باپ کا نام بھی فرضی لکھا اور دادا کا بھی۔ دیکھو لکھتے ہیں "می گوید بندہ درگاہ قوی۔ حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو الفیض دہلوی" خدائے قوی کی درگاہ کا بندہ حافظ غلام حلیم جو بیٹا ہے شیخ قطب الدین احمد کا اور جو بیٹے تھے شیخ ابو الفیض دہلوی کے کہتا ہے (تحفہ صـ۲)

مولوی صاحب۔ اسے فرضی نام کیوں کہتی ہو۔ اُنھوں نے دوسرے شخص کے نام سے لکھ دیا ہوگا۔ اس میں کیا عیب ہے جس پر تم اتنا گرجنے لگیں۔

ہدایت خاتون۔ دوسرا شخص کوئی تھا ہی نہیں۔ اس وجہ سے کتاب چھاپنے والوں کو بڑی مصیبت اُٹھانی پڑی۔ اور آخر میں ان لوگوں نے یہ تاویل کی کہ غلام حلیم شاہ صاحب کا اور قطب الدین شاہ صاحب کے والد کا۔ اور شیخ ابو الفیض شاہ صاحب کے دادا کا نام بنایا۔ حالانکہ شاہ صاحب کا نام شاہ عبد العزیز صاحب۔ موصوف کے والد کا نام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور شاہ صاحب کے دادا کا نام شاہ عبد الرحیم صاحب ایسا مشہور تھا کہ ان ناموں کے سوا کوئی دوسرا نام لوگوں نے سُنا ہی نہیں۔ اب کتاب چھاپنے والے سرورق پر مصنف کا نام اس طرح لکھتے ہیں "تحفہ اثنا عشریہ

تصنیف مولانا حافظ غلام حلیم مرحوم معروف بہ شاہ عبد العزیز دہلوی ابن شیخ قطب الدین احمد مشہور بہ شاہ ولی اللہ محدث ابن شیخ ابو الفیض مشہور بہ شاہ عبد الرحیم"۔ اس طرح شاہ صاحب کی عیب پوشی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے شیعوں پر تو اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے یعنی تقیہ کرتے ہیں لیکن شاہ صاحب کے اس فعل پر کوئی نظر نہیں کرتا کہ کتاب تو لکھی خود اور کہتے یہ ہیں کہ اس کتاب کو غلام حلیم نے لکھا ہے۔ اگر غور کرو تو جو اعتراض غلط طور پر تم لوگ شیعوں پر کرتے ہو۔ اس سے سیکڑوں درجہ زیادہ شاہ صاحب پر وارد ہوتا ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ جب انسان کی جان کا خطرہ ہو تب وہ اپنی زندگی بچانے کے لئے کہہ دے کہ اس کا دوسرا مذہب ہے جیسے عمار صحابی رسولؐ کو کافروں نے ہلاک کرنا چاہا تو آپ نے اسلام سے انکار کر دیا اور حضرت رسولخداؐ کی برائی اور کفار کے معبودوں کی تعریف کی۔ اس پر کافروں نے ان کو چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو فرمایا تم نے اچھا کیا۔ اگر پھر وہ تم کو ہلاک کرنا چاہیں تو پھر تم اسی طرح کہہ کر اپنی جان بچا لینا (اسد الغابہ جلد ۷ صفحہ ۱۶ و استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۳۵ وغیرہ) مورخین باتفاق لکھتے ہیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اس طرح جناب عمار کو تقیہ کرنے کا حکم دیا تھا (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۴ وطبری و خمیس و سیرۃ حلبیہ و سیرۃ ابن ہشام وغیرہ) لیکن شاہ عبد العزیز صاحب کو نہ جان کا خطرہ۔ نہ آبرو کا ڈر۔ نہ نقصان مال کا اندیشہ۔ پھر بھی کتاب لکھتے ہیں خود اور نام رکھتے ہیں دوسروں کا۔ اگر یہ کتاب اچھی ہوتی تو اسے گمنام شخص کی طرف سے کیوں لکھتے۔ اپنے نام سے کیوں نہ شایع کرتے؟ جس طرح ان کے والد صاحب نے کتاب ازالۃ الخفا و قرۃ العینین وغیرہ اپنے ہی نام سے شائع کی۔ اور دوسروں کے سر نہیں تھوپی۔

مولوی صاحب۔ ہوسکتا ہے کہ غلام حلیم شاہ صاحب ہی کا دوسرا نام ہو اور انھوں نے اسے اسی دوسرے ہی نام سے لکھا ہو۔ یہ کوئی چوری کی بات نہیں ہوسکتی۔

ہدایت خاتون۔ اگر دوسرا نام رہا بھی ہو تو اس کو کوئی جانتا نہیں تھا بلکہ سب لوگ آپ کا نام شاہ عبد العزیز ہی جانتے تھے۔ پھر آپ نے اپنے اس نام

سے کیوں اس کتاب کو نہیں لکھا۔ دوسرا نام کیوں اختیار کیا۔ دال میں کچھ نہ کچھ کالا تم کو بھی ماننا ہی پڑے گا۔ اگر تم کوئی اچھا کام کرو گے تو کیا لوگوں سے کہو گے کہ اسکو تم نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے کیا ہے ؟ امام بخاری نے صحیح بخاری لکھی تو دوسرے کے یا اپنے ہی غیر معروف نام سے کیوں نہیں لکھی ؟ امام فخرالدین رازی نے تفسیر لکھی تو اپنے نام ہی سے کیوں لکھی۔ کسی دوسرے کے یا اپنے کسی غیر معروف نام سے کیوں نہیں لکھی ؟ غرض لاکھوں کتابیں عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی میں تمام پھیلی ہوئی ہیں ان میں جو اچھی ہیں وہ لکھنے والوں کے اصلی اور مشہور ہی ناموں سے لکھی گئی ہیں۔ البتہ جو خراب کتابیں ڈاکہ زنی۔ جعل و فریب۔ غدر بغاوت یا خون ریزی۔ جرائم پیشگی عیاشی یا بدچلنی۔ بد اخلاقی۔ مکاری و کیادی وغیرہ کی ہوتی ہیں۔ انھیں کے مصنف ان کو اپنے نام سے لکھتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ تم برابر سنتے ہو کہ فلاں شہر میں انگریزی گورنمنٹ کے خلاف فلاں رسالہ شائع کیا گیا۔ فلاں مضمون اخبار میں نکلا۔ فلاں اشتہار تقسیم کیا گیا۔ اور وہ سب گمنام لوگوں کے ہوتے ہیں تاکہ گورنمنٹ لکھنے والوں کو پکڑ نہ سکے۔ لیکن تعلیم و تربیت تبلیغ مذہب یا اشاعت حق یا درستی تہذیب یا تکمیل اخلاق وغیرہ کی جو کتابیں ہوتی ہیں وہ گمنام لوگوں کی طرف سے شائع نہیں کی جاتیں بلکہ اپنے نام سے شائع کر کے مصنفین ان پر فخر و ناز کرتے ہیں۔ خود مناظرہ میں شاہ صاحب سے پہلے بکثرت علماء نے کتابیں لکھیں اور ان سب کو اپنے ہی نام سے لکھا۔ اور ایسے شاہ صاحب نے بھی اپنی دوسری کتابیں لکھیں تو اپنا ہی نام دیا اور ولدیت میں بھی اپنے والد ہی کا نام ظاہر کیا۔ دوسری کتابوں کو اپنے نام سے اور خاص تحفہ اثنا عشریہ کو دوسرے کے نام سے لکھنے اور شائع کرنے کی کیا وجہ تھی۔ کیوں اس کے مصنف نے اپنا نام اس طرح چھپایا ؟ اگر چوری نہیں تھی تو اپنے اصلی نام سے کیوں نہ شائع کی ؟ کس کا ڈر تھا ؟ غور کرو کہ صرف اس کتاب کو دوسرے نام سے کیوں لکھا۔

مولوی صاحب ۔ تو کیا شاہ صاحب نے اپنی اور کوئی کتاب غلام حلیم کے نام سے نہیں لکھی ہے ؟

ہدایت خاتون ۔ ایک بھی نہیں۔ ممدوح کی ایک کتاب فتاوے عزیزی ہے جسکے مصنف کا نام اس پر اس طرح لکھا ہے " از حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ"۔ ایک اور کتاب تفسیر فتح العزیز ہے۔ اس پر بھی مصنف کا نام اس طرح لکھا ہے "از تصانیف عمدۃ المفسرین فخر المحدثین مجموعہ فراست وتمیز شاہ عبد العزیز دہلوی رح" ایک اور کتاب بستان المحدثین بھی آپ ہی کے نام سے ہے۔

مولوی صاحب۔ البتہ یہ بات بڑی حیرت کی ہے کہ شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ کو کیوں فرضی نام سے شائع کیا اور کیا بھید ہے جس اپنا نام مخفی رکھا۔

ہدایت خاتون۔ اگر کوئی شیعہ ایسا کرتا تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اس کے شہر یا وطن میں حضرات اہلسنت کی کثرت تھی یا ان لوگوں سے ڈر تھا۔ یا اہلسنت بادشاہ کی حکومت تھی۔ اس سے اس کو خوف ہوا۔ مگر بات تو یہ ہے کہ شاہ صاحب تو دہلی میں جہاں نہ شیعوں کی سنیوں سے زیادہ آبادی تھی نہ شیعوں کی حکومت یا طاقت۔ یا کوئی وجہ خوف۔ پھر بھی ممدوح مجبور ہوئے کہ اس کتاب کو اپنے نام سے نہ لکھیں۔ شیعوں پر تقیہ کا اعتراض کرنے والے کیوں نہیں بتاتے کہ شاہ صاحب نے اس کتاب کے لکھنے میں کیوں تقیہ کیا؟ برخلاف ان کے شیعوں کے عالم جلیل اور محقق اعظم شہید ثالث حضرت قاضی نور اللہ شوستری رضی اللہ عنہ نے جن کا مزار مبارک آگرہ میں ہے باوجودیکہ حضرات اہلسنت کے ملک شہر اور حکومت میں تھے لیکن اپنی ہر کتاب اپنے ہی نام سے لکھی۔ احقاق الحق۔ مجالس المومنین۔ مصائب النواصب وغیرہ سے کسی کو بھی دوسرے نام سے نہیں لکھا اور اسی وجہ سے ممدوح شہید کیے گئے۔ تم لوگوں کے ہر شخص کا ہر وقت یہ جملہ رہتا ہے کہ "رافضی تقیہ کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے۔ غلط بیانی کرتے ہیں" مگر واقعہ یہ ہے کہ شیعوں کے عوام جس قدر تقیہ کرتے ہیں اس سے زیادہ حضرات اہلسنت کے علماء و اماماں دین تقیہ کرتے رہے۔

مولوی صاحب۔ تم یہ کیا کہتی ہو۔ علماء اہلسنت تو تقیہ کی برابر مخالفت کرتے ہیں۔ وہ خود تقیہ کیوں کریں گے وہ جھوٹ بولنا کبھی جائز سمجھتے ہی نہیں ہیں۔

ہدایت خاتون۔ جی ہاں بہت ٹھیک ہے۔ شاید نہیں یاد کبھی کے کھانے کے

مولوی صاحب ۔ خیر بعض عالموں کے تقیہ کرنے سے تقیہ کا جائز ہونا تو درست نہیں ہوسکتا البتہ حدیث و قرآن سے ثبوت دینا چاہیئے ۔ جو رافضیوں کے لئے محال ہے

ہدایت خاتون ۔ بہت خوب ۔ اگر میں قرآن مجید سے بھی تقیہ کا ثبوت دوں تو مان جاؤ گے؟

مولوی صاحب ۔ قرآن شریف کی بات کون مسلمان نہیں مانیگا؟ مگر کچھ ہو بھی تو مانے

ہدایت خاتون ۔ یہ نہ کہو ۔ مسلمان ہی تو قرآن مجید پڑھتے مگر اسکی باتیں نہیں مانتے ہیں ۔ اگر قرآن مجید کی باتوں پر مسلمان سچے دل سے عمل کرتے تو حضرت رسولخدا صلعم کو یہ کیوں فرمانا پڑتا کہ تفترق امتی علے ثلث و سبعین ملتہ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ میری امت ۷۳ گروہ پر متفرق ہو جائے گی اور سوا ایک گروہ کے سب جہنم میں چلے جائیں گے (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب جلد ۱ صفحہ ۵) میرا دعویٰ ہے کہ اگر انسان انصاف اور خوفِ خدا کے مطابق سچے مذہب کی تلاش کرے تو اُسے اور کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی قرآن مجید ہی ہر بات کی صحیح رہبری کر دے گا ۔ لیکن افسوس مسلمان اسکے سمجھنے کی کچھ بھی کوشش نہیں کرتے ہیں ۔

مولوی صاحب ۔ بالکل ٹھیک ہے ۔ مگر اب تم سے فیصلہ آسان ہے ۔ سچ کہنا تم رافضی مذہب کا حق ہونا کسی طرح بھی قرآن شریف سے ثابت کر سکتی ہو؟ میرا تو یقین ہے کہ شیعوں کے خدا ۔ رسول ۔ خلیفہ ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ جہاد ۔ نکاح ۔ میراث کسی چیز کو تم قرآن شریف سے صحیح نہیں ثابت کر سکتیں ۔ نہ کوئی شیعہ مجتہد کر سکتا ہے ۔

ہدایت خاتون ۔ خیر اب تو تم نے مذہبی بحث چھیڑ ہی دی ہے ۔ ممکن ہے میں غلطی پر ہوں ۔ تم بتا دو گے تو مان لونگی ۔ مگر کسی چیز کو قرآن مجید سے ثابت بھی تو کرو !!!

مولوی صاحب ۔ مان لینے کی نہیں سہی ۔ صاف صاف کہو کہ سنی ہو جاؤں گی ۔

ہدایت خاتون ۔ ہاں اگر تم قرآن مجید سے سنی مذہب کا حق اور مذہب شیعہ کا باطل ہونا ثابت کر دو گے تو میں ضرور سنی ہو جاؤں گی لیکن اگر خدا نے مجھے ہی کامیاب کر دیا اور بفضلہ تعالیٰ مذہب شیعہ ہی کا حق ہونا قرآن مجید سے ثابت ہو گیا تب؟ اس کو بھی بتا دو ۔

مولوی صاحب ۔ تب کیا تم کو اختیار رہوگا ۔ میں تم سے سنی ہونے کو نہیں کہوں گا ۔

ہدایت خاتون ۔ لیکن تم اپنا مذہب بدلو گے یا نہیں؟ اس کو بھی طے کرتے چلو ۔

مولوی صاحب۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ اس مذہب پر میرے باپ دادا سب ہی رہے۔ میں اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ اس کا تو نام بھی نہ لو۔

ہدایت خاتون۔ مگر یہ کیا انصاف کی بات ہے کہ قرآن مجید سے اگر سنی مذہب کا حق ہونا ثابت ہو جائے تو تم مجھے سنی کر دو۔ لیکن اگر شیعہ مذہب کا حق ہونا ثابت ہو تو تم خود شیعہ نہ ہو جاؤ؟ پھر بہشت میں اکٹھے کیسے رہیں گے؟

مولوی صاحب۔ قرآن شریف سے تمہارے مذہب کا حق ثابت ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ پھر میں اس کا اقرار کیوں کروں۔ فضول بات کا وعدہ بھی فضول ہی ہے۔

ہدایت خاتون۔ اگر نہ ثابت ہوگا تو تم سے شیعہ ہونے کو میں کب کہونگی سوال تو یہ ہے کہ اگر قرآن مجید نے بتا دیا کہ مذہب شیعہ ہی حق ہے تب تم کیا کرو گے۔ اور کیوں شیعہ نہ ہو جاؤ گے؟ تب تو آخرت میں تم مجھ سے الگ ہی ہو جاؤ گے۔

مولوی صاحب۔ نہیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں ناممکن بات کو تسلیم کیوں کروں

ہدایت خاتون۔ خیر تم جانو اور تمہارا مذہب جانے لیکن میرا اور ہر شیعہ کا یہ دعویٰ ہے کہ اگر قرآن مجید سے مذہب شیعہ کا غلط ہونا ثابت ہو جائے گا تو میں فوراً یہ مذہب ترک کر دوں گی۔ اور ہر شیعہ اسے ترک کر دے گا۔ کبھی عذر نہ کریگا۔

مولوی صاحب۔ تمہاری بھی کیا باتیں ہیں۔ یہ لاف زنی کسی اور کے سامنے کرنا

ہدایت خاتون۔ خیر ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ میرے اصول و فروع دین کی ایک ایک بات کا نام لیتے جاؤ۔ دیکھو خدا کریم میری تائید کرکے قرآن مجید ہی سے اس کا ثبوت پیش کرا دیتا ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب۔ ابھی تو تقیہ کی بحث شروع ہی ہوگئی ہے۔ اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے پیش کرو۔ ذرہ میں بھی تو دیکھوں کہ تم اپنے غلط مذہب کی کون کون بات قرآن شریف سے ثابت کرتی ہو۔

ہدایت خاتون۔ سنو خدا فرماتا ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً۔ اس کا ترجمہ جناب شمس العلماء مولوی حافظ

نذیر احمد صاحب دہلوی کے الفاظ میں یہ ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں مگر اس تدبیر سے کسی طرح پر اُن کی شرارت سے بچنا چاہو تو خیر (پارہ ۳ رکوع ۱۱) اس سے صاف معلوم ہوا کہ خدا ہم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ اگر کافروں کی شرارت سے بچنا چاہیں تو کافروں کو دوست بنائیں۔ یہی تقیہ ہے جس پر تم اعتراض کرتے ہو۔

مولوی صاحب ۔ مگر اس میں تو صرف کافروں کے دوست بنانے کا ذکر ہے۔ مذہب چھپانے کا بیان تو نہیں ہے۔ تم لوگ تو مذہب چھپانے کو تقیہ کرتی ہو۔

ہدایت خاتون۔ کیا خوب خدا پہلے تو کافروں کو دوست بنانے سے منع کرتا ہے اس کے بعد کہتا ہے کہ اگر وہ تم سے شرارت کریں اور ان کو دوست بنا لینے سے تم ان کی شرارت سے بچ جاؤ تو انھیں دوست بنا لو۔ پہلے خدا نے بتا دیا کہ کافروں کو دوست بنانا اس درجہ برا اور باعث غضب خدا ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ اللہ سے بے سروکار ہو جائے گا۔ گویا خدا اُس کو بالکل چھوڑ دے گا۔ پھر فرمایا کہ لیکن ان کو دوست نہ بنانے سے وہ شرارت کریں اور تمہیں نقصان پہونچائیں تو تم لوگ ان کو دوست بنا لو۔ ایسی صورت میں ان کا دوست بنانا حکمِ خدا کی تعمیل ہوگا۔ غرض خدا نے جس بات سے پہلے منع کیا۔ تقیہ کی وجہ سے اسی کی اجازت دیدی۔

مولوی صاحب۔ اچھا ذرہ اس آیت کی تفسیر بھی تو دیکھو کیا لکھا ہے۔

ہدایت خاتون اٹھیں اور الماریوں سے چند کتابیں نکال لائیں ۔ پھر کہا۔

ہدایت خاتون۔ دیکھو تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔ الا ان تتقوا منہم۔ الا ان تخافوا من جہتہم ما یجب اتقائہ۔ والفعل متعلٍ بمن کان نہیہم فی معنے تحذروا او تخافوا۔ تقاۃ وقرء یعقوب تقیۃ۔ منع عن موالاۃ ظاھر او باطنا فی الاوقات کلھا الا وقت المخافۃ۔ فان اظہار الموالاۃ حینئذ جائز۔ مگر یہ کہ اُن کافروں سے بچنا چاہو یعنی اُن سے تمہیں کسی ایسی بات کا خوف ہو جس سے بچنا واجب ہو تب ان سے ضرور دوستی کرلو۔ موجود قرآن میں لفظ تقاۃ ہے لیکن امام یعقوب کی قراءۃ میں یہ لفظ تَقِیَّۃً ہے۔ خدا نے مسلمانوں

کو حکم دیا ہے کہ ظاہر و باطن دونوں میں کافروں کی دوستی سے بچیں۔ البتہ جب کافروں سے کسی بات کا ڈر ہو تو اُس وقت اُن کی دوستی ظاہر کریں (تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۱ صـــ۱۱۲) اس سے واضح تر کلام سنو۔ امام بخاری نے لکھا ہے وقال الا ان تتقوا منہم تقاۃ وھی تقیۃ خدا نے جو فرمایا ہے کہ اگر کافروں سے ڈر ہو تو ان سے بچنے کے لئے دوستی کر لو۔ اس میں تقاۃ کا مطلب تقیہ ہے کہ تم لوگ تقیہ کر لیا کرو (صحیح بخاری کتاب الاکراہ پ ۲۸ صـــ۴۵ مطبوعہ دہلی) اور علامہ ابن حجر نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے تقاۃ و تقیۃ واحدۃ و معنی الایۃ لا یتخذ المومن الکافر ولیا فی الباطن ولا فی الظاھر الا للتقیۃ فی الظاھر فیجوز ان یوالیہ اذا خافہ ویعادیہ باطنا۔ تقاۃ اور تقیہ دونوں ایک ہی ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مومن کسی کافر کو اپنا دوست نہ بنائے۔ ہاں اگر ظاہرا تقیہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے کہ اگر اس کافر کی دوستی ظاہر نہ کی جائے تو اس سے کسی قسم کا خوف ہو تو جائز ہے کہ ظاہرا اس کی دوستی کا اقرار کر لیا جائے اور دل میں اس کی دشمنی ہی رہے (فتح الباری پ۲۸ صـــ۴۵) اور علامہ فخر الدین رازی وغیرہ نے لکھا ہے التقیۃ جائزۃ لصون النفس جان بچانے کے لئے تقیہ کرنا جائز ہے۔ التقیۃ جائزۃ للمومنین الی یوم القیامۃ و ھذا القول اولی لان دفع الضرر عن النفس واجب بقدر الامکان۔ تقیہ مومنین کے لئے قیامت تک جائز ہے اور یہی قول بہتر ہے کیونکہ اپنے نفس سے ضرر کا دور کرنا واجب ہے (تفسیر کبیر جلد ۳ صـــ۶۴۶ و خازن جلد ۱ صـــ۲۲۷ و در منثور جلد ۲ صـــ۱۶ وغیرہ)۔ ہندوستان میں جناب نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی تمہارے مذہب کے زبردست عالم گزرے ہیں انھوں نے بھی لکھ دیا ہے التقیۃ جائزۃ الی یوم القیامۃ تقیہ قیامت تک جائز ہے (تفسیر فتح البیان جلد ۲ صـــ۳۰) غالباً اب تو تم کو کوئی عذر نہیں ہوگا کہ اس آیت سے تقیہ کا حکم مثل آفتاب روشن ہے۔

مولوی صاحب ۔ خیر یہی ایک آیت ہے یا اور بھی کوئی بتا سکتی ہو۔

ہدایت خاتون۔ دوسری آیت دیکھو۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ جو شخص کفر پر مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو اس سے کچھ مواخذہ نہیں لیکن جو شخص ایمان لائے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور ان کے لئے سخت عذاب ہے (پارہ ۱۴ ع ۲۰)۔ اس میں خدا صاف فرماتا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان ہو مگر وہ مجبوراً کفر کا کلمہ کہہ دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مولوی صاحب۔ دیکھو تو حضرت مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی تفسیر میں کیا تحریر فرمایا ہے۔

ہدایت خاتون۔ فرماتے ہیں اجمع المفسرون واھل العلم علی ان من اکرہ علی الکفر حتی خشی علی نفسہ القتل انہ لا اثم علیہ ان کفر وقلبہ مطمئن بالایمان ولا تبین منہ زوجتہ ولا یحکم علیہ بحکم الکفر۔ مفسرین وعلماء اعلام کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص کفر کی بات کہنے پر مجبور کر دیا جائے یہاں تک کہ اُسے اپنے قتل ہو جانے کا خوف ہو تو اُس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ کفر کی بات کہہ دے در حالیکہ اس کے دل میں ایمان بھرپور ہو۔ پھر نہ وہ کافر ہوگا نہ اسکی زوجہ اس سے علیحدہ کی جائیگی۔ نہ اس پر کسی بات میں کفر کا حکم کیا جائیگا (تفسیر فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۲۷۹)

مولوی صاحب۔ البتہ اس آیت سے بھی تمہارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔

ہدایت خاتون۔ یہ آیت بھی دیکھو۔ خدا نے فرمایا ہے کہ فرعون نے حضرت موسےٰ سے کہا وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اے موسےٰ تم اپنی زندگی میں برسوں میرے ہاں رہے اور تم نے وہ حرکت بھی کی جو کی تھی اور تم کافروں سے تھے (پ ۱۹ رکوع ۶)

مولوی صاحب۔ تم بھی کیا بے تکی باتیں کرتی ہو۔ اس آیۃ میں تقیہ کا ذکر کہاں ہے؟ ذکر کیسا اشارہ تک نہیں ہے۔ رافضی ایسی ہی مہمل باتیں کرتے ہیں۔

آل واصحاب | اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ اہلبیتؑ طاہرین کے ساتھ صحابہ رسولؐ کا سلوک کیسا تھا۔ ان لوگوں نے امانت رسولؐ کے ساتھ کس درجہ بے رُخی کی۔ واقعہ کربلا کے وقت کتنے صحابہ موجود تھے مگر انھوں نے ادھر ذرہ برابر توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ مدد کرتے تو امام مظلوم شہید نہ ہوتے۔ نہایت مفید اسلامی تاریخی تحقیقات کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ۱۲ر

جواب شرر | مسٹر عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا بہت فتنہ انگیز ناول لکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگا دی تھی اس کا مفصل جواب اور تاریخی تحقیقات کا بے مثل خزانہ تیسری دفعہ چھپا ہے۔ قیمت ہر

صاحب العصر والزمان | حضرت حجتؑ کے وجود اور غیبت کی بہت زبردست دلیلیں اور قادیانی فرقہ نے حضرتؑ کے بارے میں جو اعتراضات کئے ہیں اُن کا مفصل اور تشفی بخش جواب۔ قیمت ۱۲ر

عقل و تہذیب اہلحدیث | فرقہ اہلحدیث کی عقل۔ تہذیب۔ انسانیت۔ مذہب اور خصوصاً ان کے علماء و پیشوایانِ دین کے قابل مضحکہ حالات کا مکمل مجموعہ قیمت ۱۲ر

فتنہ شبلی | شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں لکھا تھا کہ معاذاللہ جناب امیرؑ نے بھی ایک دفعہ شراب پی تھی اسکی مفصل اور محققانہ رد کرکے اس روایت کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں۔ قیمت ۸ر

تحریف قرآن | کے بارے میں اہلسنت اعتراض کرتے ہیں۔ رسالہ حد السارق میں پوری تحقیق اور جامعیت سے ثابت کردیا گیا ہے کہ تحریف قرآن کے قائل اہلسنت ہیں اور انکی کتابوں سے یہ اس طرح واضح ہے کہ کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔

مسئلہ فدک | سنی شیعہ کے درمیان بہت زبردست بحث ہے۔ نواب محسن الملک بہادر نے شیعوں کے خلاف آیات بینات میں بہت زور لگایا ہے اس کا مفصل جواب کمال تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب شیعوں کے لیے نعمت عظمےٰ ہے۔ جلد اول۔ جلد دوم۔ جلد سوم۔ جلد چہارم

مقدمہ نہج البلاغہ | بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام نہیں ہے۔ اس کتاب میں نہایت تحقیق و جامعیت سے اسکو حضرتؑ کا کلام ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲ر

ہندو پنڈت کا رسالہ خلافت | ایک ہندو پنڈت ہرنام صاحب نے مسئلہ خلافت و امامت پر وہ پر زور تحریر شائع کی ہے جس سے مذہب شیعہ کی حقیت مثل آفتاب روشن ہے اس رسالہ نے برادران اہلسنت میں زلزلہ ڈال دیا ہے۔ اصلاح کو دو جدید خریدار دیکر یہ کتاب مفت طلب کریجئے۔

فرار اڈیٹر النجم | مولوی عبدالشکور صاحب اڈیٹر النجم لکھنؤ کا جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ مدیر رسالہ اصلاح سے مناظرہ کے لئے آنا اور بغیر مناظرہ شرمناک فرار اختیار کرنا قابل دید ہے قیمت ۴ر

فتح مبین | اس رسالہ میں بھی اڈیٹر النجم کے مناظرہ سے فرار کرنے اور ضلع سارن کے مشہور عالم اہلسنت مولوی حکیم فتح محمد کے شیعہ ہو جانیکا دلچسپ تذکرہ ہے۔ قیمت ۴ر

فتح احسان | اڈیٹر النجم کا دوبارہ مولانا ممدوح سے مناظرہ کی ہمت کرنا اور فرار کرنا۔ قیمت ۴ر

فتح التقدیر | اڈیٹر النجم نے بمبئی میں جاکر شیعوں سے جو مناظرہ کیا اس پر مفصل تبصرہ قابل دید ہے قیمت ۳ر

قول کریم | ایک سنی عالم کا اڈیٹر النجم پر اعتراض کہ خود اہلسنت کی کتابیں تحریف قرآن کے مضامین سے بھری ہیں۔ پھر تم کیوں شیعوں پر اعتراض کرتے ہو۔ قابل دید ذخیرہ ہے۔ جسمیں پوری تحقیق و جامعیت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ اہلسنت تحریف قرآن کے قائل ہیں اور انکی کتابوں میں قرآن کی تحریف اس طرح واضح ہے کہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ آج تک اڈیٹر النجم سے بھی اس کا جواب نہیں ہو سکا قیمت ۶ر

معراج شہادۃ | شہادۃ امام حسینؑ کے متعلق جناب مہاراجہ سید خیرات احمد صاحب وکیل گیا مصنف کتاب "نور بیان" کا زبردست رسالہ بہت دلچسپ مفید اور بصیرت افروز ہے قیمت ۲ر

مشعل ہدایت | جناب حاجی سید اظہار حسین صاحب بی۔اے مجسٹریٹ پینشنر کجھوا کی مشہور و زبردست تحقیقی کتاب جسمیں دکھایا ہے کہ خدا اپنے کلام پاک میں رسول اور آل و اصحاب کے لئے کیا فرماتا ہے اور قرآن مجید سے آل اطہار کا کیا پایہ ہے اور اصحاب کس مرتبہ پر ہیں اور ان تمام حقائق کی موجودگی میں امت پر کس کی پیروی اور کس حد تک فرض ہے۔ غرض بہت ہی قابل قدر کتاب ہے۔ بحیثیت مجسٹریٹ آپ نے سنی شیعہ کے اختلافات کا فیصلہ بھی کمال انصاف

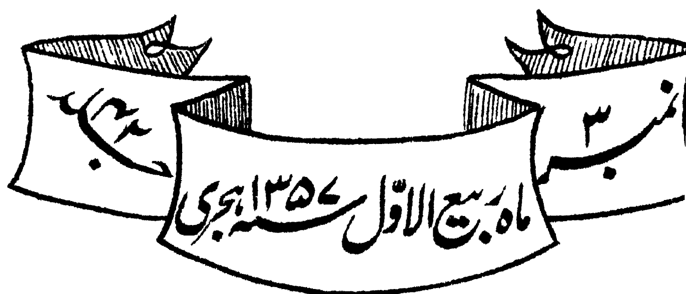
وضوء میں پاؤں پر مسح کرنا | فرقہ اہلقرآن نے جو پنجاب میں پیدا ہوا ہے قرآن مجید سے دکھایا تھا کہ وضوء میں پاؤں دھونے کا حکم ہے۔ اسکے جواب میں دفتر اصلاح سے امتحان اہلقرآن قول فیصل شائع کرکے ثابت کر دیا گیا کہ قرآن مجید وضوء میں پاؤں پر مسح کرنے ہی کا حکم دیتا۔ اس تحقیق سے یہ رسالے لکھے گئے کہ اہلقرآن کو بھی مان لینا پڑا۔ قیمت ۴ر

اسلامی خدا | توحید خدا کو آیات قرآن مجید سے بہت مفصل اور جامعیت سے ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح اسلام خدا کی توحید سکھاتا ہے دنیا کا کوئی مذہب نہیں سکھا سکتا۔ قیمت ۸ر

المشتہر :- مینجر اصلاح کجھوا (صوبہ بہار)

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کجھوا میں چھاپکر شائع کیا)

اصلاح



مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم

دار الاشاعۃ

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ سالانہ ... روپیہ

محصول ڈاک ...

چندہ سالانہ ... روپیہ

مکرر پرچہ نہیں جا سکتا بعض ہمدردان اصلاح اپنے پرچوں کی پوری حفاظت نہیں کرتے اور سال ختم ہونے پر دفتر اصلاح میں شکایت کرتے ہیں کہ اتنے نمبر نہیں ملے کرر فوراً بھیج دیجئے۔ ان کل حضرات سے التماس ہے کہ جس وقت رسالہ پہونچا کرے پڑھکر اگر صندوق یا الماری میں مقفل کرکے بند کردیا کریں تو کوئی نمبر ضائع نہ ہو۔ ہاں ایک نمبر پہونچنے پر اگر ہمیں معلوم ہوگا کہ قبل کا نمبر نہیں ملا تو وہ مکرر روانہ کردیا جائیگا۔ مگر دو تین نمبروں کے بعد قبل کا نمبر طلب کیا جائیگا تو نہیں جا سکتا۔ مثلاً نمبر ۵ پہونچنے پر اگر لکھا کہ نمبر ۴ نہیں ملا تھا تو مکرر بھیج دیا جائیگا لیکن اگر نمبر ۱ طلب کیجئے گا تو وہ نہیں جا سکتا۔ بلکہ اس کے لئے فی نمبر ۸ر قیمت آپ کو بھیجنی پڑے گی۔

جو لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل جاتے ہیں وہ فوراً دفتر اصلاح میں بھی اپنے جدید پتے کی اطلاع دے دیا کریں ورنہ ان کا رسالہ اصلاح سابق پتے پر جاتا رہیگا اور پھر دفتر سے مکرر نہیں بھیجا جائیگا اکثر حضرات اسکی پابندی نہیں کرتے جس سے دفتر کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

۱۳۵۷ھ ہجری کا چندہ اصلاح ۱۳۵۶ و ۱۳۵۷ھ ہجری کا چندہ اصلاح جن حضرات نے اب تک نہیں بھیجا وہ فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ کرکے شکر گزار کریں ورنہ آئندہ نمبر ضرور وی پی روانہ کیا جائیگا جس میں آپ کا ۳ر پیسہ فضول خرچ ہو جائیگا۔ بہت حضرات وی پی پہونچنے پر شکایت کرتے ہیں کہ وی پی کیوں بھیج دیا خط لکھکر چندہ کیوں نہیں طلب کیا۔ ان سب کی خدمت میں التماس ہے کہ دفتر میں اتنے محرر نہیں ہیں کہ ہر شخص کو طلب چندہ کا خط لکھا کریں اور نہ اتنا مال ہے کہ ہر شخص کو ایک پوسٹ کارڈ بھیجا جایا کرے پس اس اطلاع کو آپ حضرات کارڈ خیال کرکے فوراً اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمادیں کہ وی پی بھیجنا ہمارے لئے بھی بڑی مصیبت ہے

ناول جوہر قرآن و سوانح عمری حضرت عمر دفتر اصلاح کے مشہور دلچسپ ناول تصویر عزار کے ختم ہو پر برابر فرمائشیں آرہی ہیں مگر ہم بھیجنے سے مجبور ہیں اور حضرات اسکے دیکھنے کے لئے بیچین ہیں۔ اسی طرح جو حضرات اسی وقت سے رسالہ اصلاح کے خریدار نہیں ہونگے اور ناول جوہر قرآن و سوانح عمری خلیفہ دوم ختم ہونے پر طلب کرینگے تو بہت افسوس کرینگے۔

ڈاکخانہ کھجوا انگریزی میں ڈاکخانہ کھجوا اس طرح لکھا جائے:۔ O. KWHWA (BIHAR CIRCLE)

فہرست مضامین

سب سے پہلے اس کو پڑھئے!

ناظرین اصلاح! وہمدردان دین وملت! آپ حضرات ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ اس سال سے رسالہ اصلاح کے ساتھ دو عظیم الشان کتابیں شروع کی گئی ہیں۔ ان دونوں کی وجہ سے دفتر کے مصارف بہت زیادہ ہوگئے ہیں جو کسی طرف پورے ہوتے نظر نہیں آتے۔ البتہ اگر خدا کے فضل وکرم سے آپ حضرات ان دونوں کتابوں کے مکمل کرانے پر آمادہ ہوجائیں تو سب آسان ہوجائے۔ اسکی چند صورتیں ہیں (۱) ہر ہمدرد اصلاح اس رسالہ کے کم از کم دو جدید خریدار عنایت فرمائیں۔ بلکہ پورا ارادہ کریں کہ جس طرح ہوگا دو جدید خریدار اس کو اس سال ضرور دینگے (۲) جو حضرات جدید خریدار نہ دے سکیں وہ اپنے پاس سے دو چندہ دیکر دو نادار مومنین یا شائق برادران اہلسنت کے نام اس رسالہ کو جاری کرادیں تاکہ وہ لوگ ان دینی تحقیقات کو ملاحظہ فرمائیں اور آپ حضرات کو دین حق کی تبلیغ کا ثواب عظیم حاصل ہو (۳) جو حضرات اپنے پاس سے چندہ بھی نہ دے سکیں وہ صرف ایک خریدار ایسا مرحمت فرمائیں جو اس سال رسالہ اصلاح بھی طلب کریں اور سوانح عمری خلیفہ اول قیمتی للعہ بھی طلب کریں (۴) جو حضرات یہ بھی نہ کرسکیں وہ صرف ایک خریدار ایسا مرحمت فرمائیں جو خلیفہ اول کی مکمل سوانح عمری قیمتی للعہ عظیم الشان کتاب تاریخ ائمہ قیمتی سے بھی طلب کریں۔ غرض ان صورتوں سے کسی صورت کو اختیار کرلیں تو اصلاح کی مالی دقتیں آسانی سے رفع ہوجائیں گی۔

تمام اسلامی فرقوں سے بڑھ جائیگا۔ ایک دو قرن گزرے کہ یہ فرقہ سوائے ایران کے عموماً بسبب قلت و عدم قدرت اپنے مذہب میں تقیہ کرتا تھا۔ مگر جب سے کہ دول مغرب نے ممالک مشرقیہ میں تسلط حاصل کیا ہے اور تمام مذہبوں کو آزادی بخشی ہے یہ فرقہ علی الاعلان ہر جگہ اپنے مراسم مذہبی عمل میں لاتا ہے اور یہ آزادی ان لوگوں کے حق میں ایسی مفید ثابت ہوئی ہے کہ اب تقیہ کا نام مذہب شیعہ سے اُٹھ گیا۔ ان اسباب کی مناسبت سے جن کا ذکر ہوا یہ فرقہ زمانہ کی ضرورتوں سے تمام اسلامی فرقوں کی نسبت زیادہ واقف ہے... علاوہ اُس کام کے واسطہ کے جسکی اُنھیں ضرورت ہوتی ہے اُن کی دوستی اور معاشرت تمام اقوام کے ساتھ لازم و ملزوم ہے اور اُن کا میل جول اُن کے ساتھ اُن کی محفلوں اور مجلسوں کی کثرت سے ہوتا ہے۔ اور جب کہ اُن کے ہم مشرب بار بار اُن کے مذہبی احوال اور ذکر سنتے ہیں تو لامحالہ اُن کے مذہب سے واقف ہو جاتے ہیں۔ اور مشنری کا کام بھی یہی ہے۔ اور جو اثر اس سے ہوتا ہے وہ وہی اثر ہے جسکو تمام دول مغرب کے عقلاء نے دین مسیح کی ترقی کے لئے تعجب خیز اخراجات سے پیدا کرنا چاہا ہے۔

تعزیہ کی حکمت من جملہ امور سیاسی کے جسکو فرقہ شیعہ کے بزرگوں نے چند قرن سے اس طرف مذہبی لباس پہنا دیا ہے اور جس نے اپنے اوپرائے گانوں کے دل اپنی طرف کھینچنے لئے ہیں اصول نمائش کا اختیار کرنا ہے۔ جس کا نام شبیہ و تعزیہ ہے ماتم حسین علیہ السلام میں فرقہ شیعہ نے اس نکتہ سے پورا پورا فائدہ اُٹھا کر اس کو مذہبی لباس پہنا دیا ہے۔ بہر صورت جو اثر کہ تعزیہ اور شبیہ سے خاص و عام کے دل پر ہونا چاہیئے وہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ادھر تو مجالس میں متواتر روضہ خوانی کا ہونا اور منبروں پر اور مجلسوں میں اُن مصیبتوں کا جو اُن کے بزرگان دین پر گزری ہیں اور اُن ظلموں کا جو امام حسینؑ پر ہوئے ہیں ذکر کرنا اور اُس پر شوق دلانے والی حدیثوں کا جو مصائب آل پیغمبر کے بارہ میں وارد ہیں بیان کرنا اور پھر اُن مصائب کی شبیہ بھی لوگوں کو دکھانا نہایت موثر ہوتا ہے۔ اور جتنا خیال میں آسکتا ہے اس سے بھی زیادہ اس فرقہ کے اعتقاد کو مضبوط کرتا ہے۔ اور انھیں باریک نکتوں سے اس بات کا پتا لگتا ہے کہ مذہب شیعہ کی ترقی کے آغاز سے آج تک یہ نہیں سُنا گیا کہ ان میں سے چند لوگوں نے

یا ایک جماعت نے اسلام کو ترک کیا ہو یا دیگر اسلامی فرقوں کی طرف مائل ہوگئے ہوں۔ یہ لوگ شبیہ کو کئی طرح نکالتے ہیں۔ کبھی مجالس مخصوص میں اور کبھی مقررہ مقامات پر۔ چونکہ اس قسم کی مجلسوں اور خاص مقامات میں دوسرے فرقوں کے لوگ کم شریک ہوتے تھے۔ ایک خاص طرز ایجاد کرکے اور شبیہ نکال کر کوچہ اور بازار اور تمام فرقوں میں پھراتے ہیں۔ اور اس سے ایسا اثر جو ہونا چاہیئے اور ایسے نظارہ کے دیکھنے سے ہوتا ہے اپنے بیگانے بلکہ ہر فرقہ کے دل پر پڑتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس عمل شبیہ نے خاص و عام کو ایسا گرویدہ بنالیا ہے کہ بعض اسلامی فرقے اور ہنود بھی شیعوں کی تقلید کرکے شبیہ نکالنے میں اُن کا ساتھ دیتے ہیں۔ شبیہ کا رواج تمام اسلامی ممالک سے زیادہ ہندوستان میں ہے۔ اور اسلام کے دوسرے فرقے اس کام میں اُن کے ساتھ زیادہ تر شریک ہوتے ہیں۔ گویا اصول نمائش و عمل شبیہ کو سلاطین صفویہ نے (جو اول سلسلہ تھے اور جنھوں نے مذہب کی قوت سے سلطنت کو حاصل کیا) قوت دی۔ شیعوں کے رؤسا روحانی نے بھی کسی قدر تائید کی اور جائز جانا۔ من جملہ ان امور کے جو اس فرقہ کی ہر جگہ ترقی اور شہرت کا باعث ہیں اپنی حالت کا دکھانا ہے۔ اس معنے میں بسبب مجالس۔ ماتم اور شبیہ اور سینہ زنی اور گشت کرنے اور آشکارا ہونے کے اور فرقوں کے دلوں کو اپنی حالت و ہیبت و قوت و شوکت سے مائل کر لیتے ہیں۔ یہ بات مانی ہوئی ہے کہ ہر گروہ و جماعت لوگوں کی نظروں اور توجہ کو ایک حد تک اپنی طرف منعطف کر لیتی ہے۔ دس ہزار آدمی اگر کسی شہر میں الگ الگ ہوں۔ اور ہزار آدمی ایک جگہ جمع ہوں تو اُن ہزار آدمیوں کی شوکت و نمود خاص و عام کی نظروں میں اُن دس ہزار سے زیادہ ہوگی۔ علاوہ بریں جب ہزار آدمی اپنے ہونگے تو ہزار غیر بھی بعضے تماشہ کی غرض سے۔ بعضے دوستی و آشنائی کی وجہ سے۔ بعضے اپنے ضروری کام انجام دینے کے لئے شامل ہوجائیں گے اور لوگوں کی نظروں میں اُن کی قوت و شوکت دوگنی معلوم ہوگی یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ اگرچہ شیعوں کی جماعت قلیل ہے اس عمل سے لوگوں کی نظروں میں اُن کی جمعیت دُگنی اور قوت و شوکت دس گنی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس قوم کی شہرت اور ترقی کا سبب زیادہ تر یہی نکتہ ہے۔ من جملہ اُن امور طبعی کے جو اور فرقوں کے دلوں پر

اثر ڈالنے میں فرقہ شیعہ کے مددگار ہیں وہ مظلومیت کا جلوہ ہے جو یہ لوگ اپنے بزرگان دین کی نسبت ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ایک نیچر کا مسئلہ ہے کہ ہر شخص بالطبع مظلوم کا طرفدار اور زبردست پر کمزور کا غلبہ چاہتا ہے۔ ضعیف و مظلوم اگرچہ حق پر نہ ہو اس قوی و ظالم کی نسبت جو حق پر ہو انسانی طبیعتیں اُسکی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ خصوصاً اُس صورت میں جب کہ اس پر ایک مدت اور زمانہ گزر گیا ہو۔ یورپ کے مصنفین نے جو حسینؑ اور اُن کے اصحاب کے جنگ و جدال کا حال لکھا ہے باوجودے کہ ان لوگوں پر کچھ اعتقاد نہیں رکھتے۔ تاہم اُن کے قاتلوں کے ظلم و ستم و بے رحمی کو حد سے زیادہ مان کر ان کے قاتلین کا نام لعن و طعن سے لیتے ہیں اور یہ قدرتی باتیں ہیں جن کو کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ نکتہ قدرتاً فرقہ شیعہ کا معاون بن گیا ہے غرض اسی طرح بہ کثرت محققین یورپ نے عزاداری کے فوائد و مصالح کو تفصیل سے لکھا ہے اور تاریخی حالات اِن امور کی تصدیق کرتے ہیں (باقی آیندہ)

مولانا سید محمد صاحب دہلوی پر مقدمہ

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کس درجہ حیرت سے یہ خبر اخباروں میں دیکھی گئی کہ دین اسلام کے مایہ ناز خطیب اور ملتہ بیضاء کے زبردست حامی جناب مولانا سید محمد صاحب دہلوی پر کسی نے کمال درجہ مہربانی کا ثبوت دیا ہے۔ ممدوح کے خلاف زیر دفعہ ۳۷۶ ایک مقدمہ دائر کیا گیا ہے جس سے آپ پر یہ الزام ہے کہ آپ نے دس سال کی ایک لڑکی کے ساتھ ہمبستری بجبر اقدام کیا۔ اس مقدمہ کی کئی پیشیاں ہو چکیں۔ اور ہندو و سُنی اخبارات اس خبر کو لکھ کر شیعوں پر بہت کچھ چوٹ کر رہے ہیں۔ مومنین ہندوستان میں اِس خبر سے بہت زیادہ بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور مولانائے ممدوح کی طرف سے کئی مشہور وکیل اور بیرسٹر کام کر رہے ہیں۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی آسکتا تھا کہ ایسے زبردست خادم دین و ایمان پر ایسا الزام قائم ہوگا؟ مگر جب آپ سے ہزاروں درجہ بڑھی ہوئی ذات اس الزام سے نہیں بچی تو آپ کیسے بچ سکتے؟ مولانائے ممدوح جس بزرگ کے ہم نام اور جس ہستی کی امت میں ہیں یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلعم اُن حضرتؐ کے متعلق بھی بالکل ایسا ہی واقعہ بیان کیا گیا جو آج تک اس کتاب میں موجود ہے جو قرآن کے برابر سمجھی جاتی ہے اور بخاری

شریف ایسے معزز نام سے پکاری جاتی ہے۔ مولوی سید محمد صاحب دہلوی کے متعلق یہ بیان ہے کہ ایک لڑکی سے بجبر اقدام کیا۔ اب خدا کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے متعلق بھی اُن حضرات کا بیان ملاحظہ ہو۔ ان عائشۃ قالت حدثنا ابونعیم حدثنا عبد الرحمان بن غسیل عن حمزۃ بن ابی اسید عن ابی اسید رضی اللہ عنہ قال خرجنا مع النبیؐ حتے انطلقنا الی حائط یقال لہ الشوط حتے انتہینا فجلسنا بینہما فقال النبیؐ اجلسوا ھھنا ودخل وقد اتی بالجونیۃ فانزلت فی بیت فی نخل فی بیت امیمۃ بنت النعمان بن شراحیل ومعہا حاضنۃ لہا فلما دخل علیہا النبی ؐ قال ھبی نفسک لی قالت وھل تھب الملکۃ نفسہا للسوقۃ۔ قال فاھوے بیدہ یضع یدہ علیہا لتسکن فقالت اعوذ باللہ منک فقال قد عذت بمعاذ ثم خرج علینا فقال یا ابا اسید اکسہا رازقیین والحقہا باھلہا۔ حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ ابواسید نے کہا کہ ایک دفعہ ہم لوگ جناب رسولخدا صلعم کے ساتھ مدینہ سے باہر ایک باغ کی طرف چلے جس کو شوط کہتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ دو باغوں کے قریب پہونچے اور اُن دونوں کے درمیان بیٹھ گئے (تاکہ دونوں باغ دونوں جانب سے پردے کا کام کردیں اور ہم لوگوں کی کارروائی کسی آنے جانے والے پر ظاہر نہ ہو) وہاں پہونچنے پر جناب رسولخداؐ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ یہیں بیٹھ جاؤ اور خود حضرت اندر داخل ہوئے جہاں جونیہ لائی گئی تھی اور امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کے گھر میں کھجور کی شاخوں میں ایک کمرے کے اندر بٹھائی گئی تھی اور اُس کے ساتھ اسکی دایہ بھی تھی۔ جب آنحضرت صلعم اُس عورت کے پاس پہونچے تو اُس سے کہا کہ اپنے کو میرے حوالہ کردے۔ اس پر وہ بگڑ کر بولی کیا شاہزادی بھی اپنے کو بازاری لوگوں کے حوالہ کرتی ہے؟ یہ سُنکر آنحضرت صلعم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اُسکے اوپر رکھنا چاہا تاکہ وہ مان جائے مگر اُس نے غضبناک ہوکر کہا میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا تو نے بڑی پناہ مانگی۔ پھر اس کمرے سے نکل آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے ابواسید اس کو دو رازقیہ (جو کتان کا سفید کپڑا ہوتا ہے) پہننے کو دے دو اور اس کے گھر تک واپس پہونچا دو (صحیح بخاری مطبوعہ مصر

جلد ۳ صفحہ ۱۶۷) اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ عورت جونیہ نہ خود سے آئی نہ اپنے اہل وعیال کی اجازت سے بلائی گئی بلکہ حضرت نے اس کو کسی طرح منگا لیا تھا۔ اور یہ معاملہ اس درجہ مخفی رکھا گیا کہ حضرت نے اس کو مدینہ میں بھی بلانے کی جرات نہیں کی بلکہ اپنے مخصوص اصحاب کے ساتھ حضور مدینہ سے بالکل باہر دو باغوں کے درمیان ٹھہرے جہاں کھجور کا ایک کمرا بنایا گیا جس میں وہ عورت اُتار لی گئی۔ وہاں حضرت نے پہونچکر اس سے اپنی خواہش ظاہر کی تو اس نے قطعی انکار کیا۔ اس پر حضرت نے ہاتھ بڑھا کر اس کو راضی کرنا چاہا مگر اُس نے تیور بدل کر اس طرح اپنی نفرت ظاہر کی کہ حضرت مجبور ہو گئے اور اُس کا غصہ کم کرنے کے لئے اُسے دو جوڑے دلوا کر حضرت نے رخصت کر دیا۔ حضرت رسولخدا صلعم کے متعلق اس امر کا دعوے کرنے والے حضرات اہلسنت ہی ہیں۔ اسی طرح مولوی سید محمد صاحب کے خلاف ایسا دعوے کرنے والے بھی برادران اہلسنت ہی ہیں۔ اور جس طرح حضرت رسولخدا صلعم کے متعلق یہ واقعہ نہایت درجہ حیرت خیز ہے کیونکہ ۵۳ سال تک حضرت مکہ معظمہ میں رہے وہاں کسی نے حضرت کی عفت کے متعلق ایک حرف بھی نہیں رکھا۔ اور جب حضرت مدینہ میں رہنے لگے اور بوڑھے ہو گئے تب حضرت کے بارے میں یہ دعوے کیا گیا۔ اُسی طرح مولوی سید محمد صاحب کے متعلق بھی یہ نہایت حیرت خیز ہے کیونکہ آپ مدت دراز سے بمبئی ایسے شہر میں ہر سال جاتے ہیں جو ہندوستان کا گویا پرستان ہے اور جہاں پردہ کا رواج کم ہونے کی وجہ سے بھی ہر قوم کی ہزاروں نہایت حسینہ وجمیلہ لڑکیاں روزانہ نظروں کے سامنے سے گزرتی رہتی ہیں۔ وہاں مولوی صاحب ممدوح نے نہ آجتک کوئی نکاح کیا۔ نہ نکاح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ نہ کوئی متعہ کیا نہ متعہ کرنے کی خواہش کی۔ نہ کسی عورت پر عمداً ناجائز نظر کرنے کا الزام آپ کے متعلق کسی نے قائم کیا۔ اور دہلی میں آپ پر یہ الزام قائم ہو گیا جہاں آپ نے گویا توطن اختیار کر لیا ہے۔ اور جہاں کے شاہ عبدالعزیز صاحب اور مرزا حیرت نے خاص شہرت حاصل کر لی تھی۔ یہ معاملہ عدالت میں پہونچ گیا ہے اس وجہ سے اسکے متعلق رائے زنی کی گنجائش نہیں ورنہ بہت کچھ حقیقت ظاہر کرنے کا موقع تھا۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے اور مذہبی تعصب سے محفوظ رکھے جو انسان کو آنکھوں کی بصارت کانوں کی سماعت اور دلوں کی بصیرت سے محروم کر دیتا ہے۔

حضرت عثمان کا جمع کردہ قرآن غائب ہو گیا

برادران اہلسنت ایمان بالقرآن کا دعویٰ چھوڑ دیں

سواد اعظم کی معتبر کتاب سے اسلامیوں پر حجاج ابن یوسف کا احسان

تھوڑا عرصہ گزرا کہ میں کراری ضلع الہ آباد کے رئیس عالی جناب سید فیض محمد صاحب دام ظلہ کے دولت کدہ پر مومنین کے حلقہ میں بیٹھا ہوا دینی گفت وشنید کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں ایک صاحب نے تین اہم سوالات وارد فرمائے ہیں نے ہر ایک کا اجمالی جواب دیتے ہوئے اونکی خدمت میں عرض کیا کہ عنقریب اسکی تفصیل بھی نظروں کے سامنے آئیگی۔ اسی بنا پر اُنکے سوالات کو لکھکر تفصیلی جوابات لکھتا ہوں اور عام فائدہ کے لئے ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں

(پہلا سوال) سُنتے ہیں کہ قرآن مجید کے چالیس پارے تھے۔ صدر اسلام کے کسی مسلمان نے دس پاروں کو جلا ڈالا اور قرآن شریف کو تیس پاروں کا کر دیا جس سے قرآن شریف میں نقصان کے ساتھ ساتھ اوسکی بے حد توہین ہوئی۔

(جواب) قرآن شریف پر رسول اللہ صلعم کے آنکھ بند ہوتے ہی بڑے بڑے مظالم گزر گئے۔ قرآن کافی تعداد میں جلایا ضرور گیا مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اوسکی تعداد دس پاروں تک پہونچی ہوگی۔ حضرت عثمان نے دو دو شخص کی شہادت پر آیتوں کو جمع کیا اور جب اپنے خیال میں مکمل قرآن بنا لیا تو حکم دے دیا کہ اتنے کے علاوہ قرآن کی جتنی آیتیں ہیں جلا دی جائیں علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں اور امام بخاری صحیح بخاری میں اور صاحب ابو الفدا اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ وامر بما سواہ من القران فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق یعنی حضرت عثمان نے اپنے قرآن درست کر لینے کے بعد فوراً حکم دے دیا کہ ان کے علاوہ اب جتنے آیات ملیں سب جلا ڈالے جائیں۔ حکم حاکم مرگ مفاجات آخر باقی ماندہ قرآن جلا ڈالا گیا۔ اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۱ طبع مصر

اب رہ گیا توہین کا مسئلہ اوسکی صرف ایک نظیر اس جلانے کے علاوہ اور پیش کرتا ہوں۔

فقیہ اعظم اہلسنت علامہ قاضی خاں لکھتے ہیں:۔

والذی رعف فلا یرقا دمہ فاراد ان | اگر کسی کی نکسیر پھوٹ جائے اور خون دیکھ

یکتب بدمہ علے جبھتہ شیئاً من القرآن قال ابو بکر الاسکافی یجوز - قیل لو کتبت بالبول قال لوکان فیہ شفاء لاباس بہ قیل لو کتبت علے جلد میتۃ قال ان کان شفاء جائز -
(فتاوے قاضی خان جلد ۴ کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۷۸ طبع نولکشور ۱۳۳۱ ہجری)

(دیر تک) نہ رُکے تو آیا جائز ہے کہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر قرآن کی کوئی آیت لکھ لے ابوبکر اسکافی کہتے ہیں کہ بے شک جائز ہے - پھر پوچھا گیا کہ اگر پیشاب سے قرآن لکھے تو جواب ملا کہ اگر اوس سے شفا ہو جائے تو جائز ہے کوئی ہرج نہیں ہے - پھر پوچھا گیا کہ اگر مردار کی کھال پر قرآن لکھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ اوس کا بھی نہایت آسانی سے یہ جواب ملا کہ اگر اوسمیں شفا ہو تو (قطعاً) جائز ہے -

(دوسرا سوال) قرآن شریف میں تحریف ہوئی ہے یا نہیں اگر تحریف ہوئی ہے تو اس سے کیا خرابی ہے -

(جواب) برادران اہلسنت کی وہ معتبر اور موثق کتاب جس پر قرآن ہی کی طرح ایمان لائے ہوئے ہیں اوس سے تحریف کا پتہ چلتا ہے - صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ و صفحہ ۱۱۱ سطر ۱۰ طبع مصر ۱۳۲۰ باب رجم حبلی میں ہے -

ان اللہ بعث محمداً بالحق وانزل علیہ الکتاب فکان مما انزل اللہ آیۃ الرجم فقرأناھا وعقلناھا فلذا رجم رسول اللہ صلعم ورجمنا بعدہ فاخشے ان طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ مانجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ تعالٰی الخ

بے شک خداوند عالم نے محمد مصطفٰے صلعم کو مبعوث بحق فرمایا اور اُن پر اپنی بے نظیر کتاب نازل فرمائی - اسی نازل کردہ میں سے آیۃ رجم بھی تھی - ہم نے اسکو پڑھا اور یاد کیا ہے اور اسی آیۃ کی بنا پر رسول اللہ صلعم نے رجم کیا ہے ان کے بعد ہم نے بھی لیکن میں خوف زدہ ہوں اور ڈرتا کہ تھوڑی ہی مدت کے لوگ یہ نہ کہہ اوٹھیں کہ آیت رجم کتاب اللہ میں نہیں ہے اسکے سبب سے ایک نازل کردہ حکم کے ترک کی وجہ سے گمراہ ہوں گے -

اس معتبر اور موثق روایت امام بخاری سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں تحریف

ہوئی ہے ۔ مگر یہ بھی واضح رہے کہ یہ اس آیت کا ذکر ہے جس کو جمع قرآن کے وقت حضرت عمر ڈھونڈ ڈھانڈھ کر لائے تھے مگر حضرت عثمان نے اُس کو نہ لکھا اور جلوا دیا ۔ وان عمر اتی بآیۃ الرجم فلم یکتبھا یعنی حضرت عثمان کے پاس حضرت عمر آیت رجم لے کر آئے تو آپ نے اُسے نہ لکھا ۔ دیکھو اتقان جلد ا صنہ ۶ طبع مصر ۱۳۱۸ھ حضرت عثمان کا یہ فعل تحریف کے صحیفہ پر مہر و تصدیق کا کام کرتا ہے ۔

ان کے ان معتبر روایات سے تحریف کا مسئلہ صاف ہو گیا ۔ ہمارے سر جو ایسی تحریف کے قائل ہونے کا جال مڑھا جاتا ہے وہ سراسر دھوکہ بازی ہے اور علے سبیل الفرض اگر ہم تحریف (یعنی تحریف ترتیب) کے قائل ہی ہو جائیں تو کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ ہم حضرت عمر کے قول (حسبنا کتاب اللہ) کے قائل نہیں ہیں بلکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قول (انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی) کے قائل ہیں انصاف کی بات تو یہ ہے کہ کوئی شخص چاہے وہ کتنا ہی پست کیوں نہ ہو اگر اچھی بات کہے تو ماننا چاہیئے ۔ اور اگر خراب ہو تو بڑے سے بڑے کے منہ کی نکلی ہوئی بات بھی میرے خیال میں نہ ماننا چاہیئے ۔ حضرت عمر تو اکثر گالیاں بکا کرتے تھے ۔ ایسی صورت میں اونکے قول پر ایمان لا کر رسول اللہ صلعم کے قول کو ٹھکرا دینا ایمانی جرم نہیں تو کیا ہے ۔ صحیح بخاری جلد ۳ صنہ ۲۱ طبع مصر باب خندق اور ارشاد الساری باب غزوہ خندق جلد ۸ صنہ ۱۰ طبع مصر میں ہے :۔

ان عمر بن الخطاب جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل یسب کفار قریش و قال یارسول اللہ ما کدت اصلی حتے کادت الشمس ان تغرب الخ	حضرت عمر بن خطاب یوم خندق آفتاب ڈوبنے کے بعد کفار قریش کو خوب گالیاں دیتے ہوئے آئے اور کہا کہ اے رسول (گالیاں دینے میں) اتنی تاخیر ہو گئی کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا (یعنی آفتاب ڈوب جاتا اور مجھے نماز کی پرواہ نہ تھی بلکہ یوں کہوں کہ عمر کو گالی دینا نماز سے زیادہ مرغوب تھا)

حدیث ثقلین (جسکو میں اوپر لکھ چکا ہوں) کے متعلق لوگوں کا اعتراض ہے کہ حضرت عمر نے اُسے کیوں نہ مانا جب کہ سرور عالم صلعم کا ارشاد ہے ۔ اُس کا جواب صرف اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ کسی کی بات ماننے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں ۔ یا تو محبت سے مانے یا بزرگ سمجھ کے مانے

حضرت عمر حضرت محمد مصطفٰے صلعم کو دوست رکھتے تھے یا نہیں اس سے مجھے کوئی بحث نہیں البتہ رسول اللہ صلعم سے اپنے نفس کو بہتر مانتے اور جانتے تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں :-

عن عبد اللہ بن ھشام قال کنا مع رسول اللہ وھو آخذ بید عمر بن الخطاب فقال واللہ لانت یا رسول اللہ احب الیّ من کل شئ الا من نفسی فقال النبی صلعم لا یومن احد کم حتے اکون احب الیہ من نفسہ (تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ طبع مصر)

عبد اللہ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے وہ حضرت عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے (ٹہل رہے) تھے حضرت عمر بولے خدا کی قسم اے رسول اللہ آپ کو میں اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر جو مجھے اپنی جان سے زیادہ نہیں دوست رکھتا وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

انھیں وجوہ کی بنا پر حضرت عمر سردار دو جہاں حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امور دینی میں روک کر آنحضرتؐ سے کہیں زیادہ اپنے عارف ہونے کا ثبوت دیتے تھے۔ جب عبد اللہ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آپ بڑھے تو حضرت عمر نے دامن تھام کر جھٹکتے ہوئے کہا (ما امرک اللہ بھذا) اس کا آپ کو حکم نہیں ہے! اسکے بعد آنحضرتؐ سے کہا اصبت فی الاسلام ھفوۃ ما اصبت مثلہا قط آج آپ نے ایسی لغویت کی ہے کہ کبھی ایسی لغویت نہیں کی (لباب التاویل سورہ توبہ صفحہ ۱۹۲ طبع مصر ۱۳۱۵ھ و درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ طبع مصر)

(تیسرا سوال) یہ موجودہ قرآن جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے حضرت عثمان ہی کا جمع کردہ ہے یا کسی اور شخص نے جمع کیا ہے۔

(جواب) بعض کتابوں میں ہے کہ یہ قرآن جو ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ حضرت عثمان کا جمع کردہ ہے مگر بعض کتابیں برادران اہلسنت کی جو موثق ہونے میں پایہ کمال کو پہونچی ہوئی ہیں اس بات کو کھلے لفظوں میں کہہ رہی ہیں کہ یہ موجودہ قرآن حضرت عثمان کا جمع کردہ نہیں ہے بلکہ حجاج ابن یوسف نے اس کو جمع کیا ہے۔ حضرت عثمان کا جمع کردہ قرآن تو

انھیں کے زمانہ تک رہا۔ اونکے مرتے ہی وہ بھی دفن ہو گیا۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے جس وقت مدینہ میں اپنا جمع کردہ قرآن بھیجا تھا تو عثمان والے بگڑ اٹھے۔ لوگوں نے کہا کہ اچھا حضرت عثمان والا قرآن لاؤ تاکہ پڑھا جاوے* تو اون لوگوں نے عاجزانہ کہا کہ دنیا میں اب اُن کا جمع کیا ہوا قرآن کہاں ہے وہ تو اُنھیں کے ساتھ دفن ہو گیا۔

عن محرز ابن ثابت مولی سلمی بن عبد الملک عن ابیہ قال کنت فی حرس الحجاج بن یوسف فکتب الحجاج المصاحف ثم بعث بھا الی الامصار و بعث بمصحف الی المدینۃ فکرہ ذالک آل عثمان فقیل لھم اخرجوا مصحف عثمان یقرأ فقالوا اصیب المصحف یوم مقتل عثمان الخ تاریخ وفاء الوفاء جلد ۱ صفحہ ۴۸۱ طبع مصر ۱۳۲۶ ہجری

(ترجمہ) محرز ابن ثابت مولی سلمی بن عبد الملک نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حجاج ابن یوسف کے پاس رہا کرتا تھا۔ حجاج ابن یوسف نے قرآن شریف جمع کرکے لکھا اور اوس کو تمام شہروں میں بھیجدیا۔ اسی سلسلے میں ایک مصحف مدینہ بھی بھیجا۔ حضرت عثمان کی اولاد نے جب اس قرآن کو دیکھا تو بہت دل تنگ ہوئے۔ لوگوں نے اس کا احساس کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا قرآن* اوسی دن فوت ہو گیا جس دن وہ مرے ہیں لہذا ہم لوگ مجبور ہیں اتنہی۔ چونکہ حضرت عثمان کا جمع کردہ قرآن نظروں سے غائب ہو گیا تھا لہذا اوس زمانہ کے جلیل اور بزرگوار علماء نے بھی اُسے زینتِ طاقِ نسیاں کر دیا تھا۔

ان مصحف عثمان رضی اللہ عنہ تغیب فلم نجد لہ خبراً بین الاشیاخ تاریخ وفاء الوفاء جلد ۱ صفحہ ۴۸۲ طبع مصر	حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا قرآن قطعاً غائب تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں میں اس کا نہ کوئی ذکر پاتے ہیں اور نہ تذکرہ۔

ان معتبر اور موثق روایتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ قرآن انھیں کی کتابوں کی بنا پر حضرت عثمان کا جمع کردہ نہ رہا۔ لہذا برادران اہلسنت پہلے اپنے قرآن عثمانی کو تلاش کریں اوسکے بعد ایمان بالقرآن کا دعوے کریں گے۔ ایڈیٹر صاحب نقارہ جناب بسمل لکھنوی نے اسی کی طرف اپنے ایک شعر میں اشارہ کیا تھا جس کا مطلب آج واضح ہو گیا۔ اون کا شعر بصورت تحریف پیش کرتا ہوں ؎

* نکالو تاکہ پڑھا جاوے۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ سخت افسوس تو اسی کا ہے کہ حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا قرآن تو

ہمارا ہاتھ ہے قرآن پاک سے خالی ۔: نہیں ہے ہم کو کوئی آل مصطفیٰ سے کام
سید نجم الحسن کراروی، ادیب فاضل، فقیہ فاضل۔ فاضل حدیث۔ صدر الافاضل سرپرست شیعہ مشن پرگنہ کراری۔ ضلع الہ آباد

ترقی کا اصلی راز

(از جناب میر نصرت علی صاحب میسوری)

انسان کو درجہ کمال تک پہونچنے کے لئے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بزدل آدمی ان مصائب کا مقابلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں اور عمر بھر قعر گمنامی میں بسر کرکے دنیا سے بے نیل مرام رخصت ہو جاتے ہیں دون ہمت مشکلات سے دب جاتے ہیں۔ لیکن عالی ہمت مشکلات سے اور زیادہ اُبھر جاتے ہیں۔ وہ فتوحات جو آسانی سے حاصل ہوتی ہیں کم قیمت ہوتی ہیں۔ قابل قدر فتوحات تو وہ ہیں جو سخت کشمکش کا نتیجہ ہوں۔ مشکلات سے خوفزدہ ہونا گویا جوہر انسانیت کو کھو دینا ہے۔ مشکلات انسان کے لئے نہایت سودمند ہوتی ہیں۔ وہ اس میں جرأت پیدا کرتی ہیں اور اسے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرتی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

بکیش زندہ دلان زندگی جفا طلبی است ۔: سفر بکعبہ نہ کردم کہ راہ بے خطر است

عالی ہمت انسان تکالیف کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں اور ترقی کے اعلےٰ مدارج پر پہونچ کر آنے والی نسلوں کے لئے مشعل ہدایت بن کر چمکتے ہیں۔ جتنی ہی رکاوٹیں انکے راستہ میں حائل ہوتی ہیں اتنی ہی محنت و کاوش سے وہ ان کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے رسول مقبول صلعم برسوں مشکلات کا مقابلہ کرکے اس قابل ہوئے کہ عرب کو راہ راست پر لائیں حسینؑ نے اپنے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کے خون سے اپنے مقصد کو کامیاب بنایا۔ ان ائمہ و بزرگان دین کے علاوہ دیگر دنیا کے مشاہیر کا بھی یہی عالم ہے۔ جب ڈیموستھنیز پہلے پہل تقریر کرنے کے لئے مجمع کے سامنے کھڑا ہوا تو اس کی بہت بُری گت بنائی گئی لوگوں نے اتنا شور مچایا اور اسکی ایسی ہنسی اُڑائی گئی کہ وہ بہت شکستہ اور آزردہ ہوا کیونکہ اس کی آواز پست تھی اور سانس بھی جلد ٹوٹ

جاتی تھی۔ ان ہی عیوب کی وجہ سے فقرے ایسے ٹوٹے پھوٹے اور بے جوڑ نکلتے تھے کہ سارا مطلب خبط ہو جاتا تھا الغرض وہ اس مجمع سے پشیمان ہو کر نکلا اگر کوئی پست ہمت ہوتا تو ان مشکلات کے سامنے فن تقریر کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیتا لیکن ڈیموستھینز نے کہ ہمت باندھ لی اور ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو میں فن تقریر میں یگانۂ روزگار ہو کر رہونگا۔ غرض اس فن کی تعلیم کے لئے اس نے ایک تہ خانہ تیار کرایا جس میں روزمرہ اپنی آواز و اشارات درست کرنے کی سعی کرنے لگا۔ بعض اوقات دو دو تین تین مہینے مسلسل اسی جگہ پڑا رہتا اور اپنا آدھا سر مونڈ دیتا کہ جی بھی چاہے تو شرم کی وجہ سے باہر نہ نکل سکے۔ نیز لوگوں کے شور و غل کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو اس طرح تیار کرتا کہ سمندر کے ساحل پر جا کر لہروں اور موجوں کے شور و غل کے روبرو تقریر کرتا۔ آواز کی پستی اور ہکلاپن کا علاج اس نے یوں کیا کہ منہ میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے رکھ کر تقریر کی مشق کی۔ آواز سدھارنے کی یہ تدبیر کی کہ چڑھائیوں پر چڑھتے وقت یا دوڑنے میں جب سانس پھول جاتی تو زور زور سے شعر یا نثر پڑھتا۔ آخر کار یہی ڈیموستھینز فن تقریر میں یگانہ روزگار ہوا۔ آج کل ہمیں ہزاروں نوجوان ایسے ملیں گے جو غربت و مفلسی کا عذر لنگ پیش کر کے اپنی قیمتی زندگی کو تباہ کر دیتے ہیں۔ وہ اس امر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ کامیابی کے زینے پر چڑھنے کے لئے جس قدر مفلسی و ناداری ممد و معاون ہوتی ہے اور کوئی شے نہیں ہوتی۔ عالی ہمت انسان کو مفلسی اور ناداری کامیابی حاصل کرنے کو روک نہیں سکتی بلکہ وہ افلاس میں زیادہ مستقل مزاجی تندہی اور اولو العزمی سے محنت اور سعی کر کے کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ دادا بھائی نوروزجی کا باپ بچپن میں فوت ہو گیا اسکی ماں اتنی غریب تھی کہ وہ اسکی مدرسے کی فیس ادا کرنے سے بھی قاصر تھی تاہم نوروزجی مدرسہ میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس قدر محنت و جانفشانی سے کام کرتا تھا کہ ہمیشہ جماعت میں اول رہتا اور قریبا تمام کے تمام انعامات حاصل کر لیتا یہی نادار نوروزجی بعد ازاں مادر ہند کا مایہ ناز سپوت بنا کیونکہ وہ پہلا ہندوستانی ہے جو برطانیہ عظمیٰ کی پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔

اس زمانے میں جب نیوٹن نے نہایت عظیم الشان علمی معلومات دریافت کیں۔ وہ اس قدر مفلس تھا کہ رائل سوسائٹی کی فیس ادا نہیں کر سکتا تھا سر شمس الہدےٰ نے اپنی ذاتی محنت و

کاوش سے ایک غریب مدرس کی حیثیت سے ترقی کرکے بنگال کی کونسل کے صدر کے منصب جلیلہ پر فائز ہوا ۔ جب گارفیلڈ تعلیم حاصل کرنے کے لئے چسٹر کے مدرسہ میں پہنچا تو وہ سر پر کھانے پکانے کے برتنوں کا بھاری بوجھ اُٹھائے ہوئے تھا وہ اس قدر نادار تھا کہ دوسرے طلبار کے ساتھ کھانے کا خرچ برداشت نہیں کرسکتا تھا اس کے کپڑے نہایت خستہ حالت میں تھے اس کے پاس قریباً بیس روپیہ تھے ۔ لیکن اس نے مفلسی اور ناداری کو عار نہیں سمجھا اور نہ ان کے دباؤ سے ترقی کرنے سے رکا ۔ ادھر تعلیم پاتا رہا اور اُدھر فرصت کے وقت میں ایک معمار کے تختے چیرا کرتا تھا اور اس کی اُجرت سے اپنی تعلیم کے اخراجات ادا کرتا ۔ آخر کار یہی گارفیلڈ آگے چل کر امریکہ کے ممالک متحدہ کا صدر بنا۔

یورپ میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ مفلس اور نادار آدمی محض اپنی ذاتی محنت کے زور پر اعلےٰ سے اعلےٰ مدارج ترقی پہونچ گئے ۔ ابراہیم لنکن جس کا شمار ممالک متحدہ امریکہ کے بہترین پریسیڈنٹوں میں کیا جاتا ہے اس قدر غریب تھا کہ وہ کسی اسکول یا کالج میں تعلیم نہ پا سکا ۔ فریڈرک ڈگلاس کہتا ہے کہ مجھے ایک چھوٹے سے سیاہ فام حبشی لڑکے کا حال معلوم ہے جس کے سر سے والدین کا سایہ جب وہ چھ سال ہی کا تھا اُٹھ گیا وہ غلام تھا اور اسکی کفالت کرنے والا کوئی نہ تھا ۔ وہ جھونپڑی میں مٹی کے فرش پر سوتا تھا سردی کے موسم میں لحاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایک بورے کے تھیلے میں سر ڈال کر اور پاؤں کو گرم راکھ میں رکھ کر سو رہتا اکثر اوقات اسے کھانے کے لئے سوائے مکئی کے بھٹے کے اور کچھ نہ ملتا ۔ نہ اسے کسی مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کی توفیق تھی ۔ اسکی کتابیں وہ اشتہارات تھے جو دیواروں پر چسپاں کئے جاتے تھے ۔ انھیں اشتہارات کے ذریعہ اس نے لوگوں کی مدد سے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا اسکے بعد اس نے وعظ کرنا شروع کر دیا اور کسی قدر لوگوں میں مشہور ہو گیا ۔ بعد ازاں وہ لڑکا جمہوریہ امریکہ میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوا اور اس نے کچھ دولت بھی جمع کرلی ۔ وہ لڑکا میں ہوں ۔ جو کچھ میں نے کیا تم بھی کرسکتے ہو ۔ اپنے علم کے وسیع کرنے کی کوشش کرتے رہو ۔ جب تک تم جہالت میں ڈوبے رہوگے اُس وقت تک بنی نوع انسان سے عزت کا خراج وصول نہیں کرسکوگے ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ زندگی کے رازوں میں ایک عجیب راز یہ ہے کہ ذہانت جو خدا کی سب سے بڑی

نعمت ہے مفلسی و ناداری کے جوش میں پرورش پاتی ہے۔ اس کے سب سے عظیم الشان کارنامے ان ہستیوں نے پایۂ تکمیل کو پہنچائے ہیں جن کے سروں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ذہانت نہ تو بڑے بڑے محلوں نہ بڑے بڑے کتب خانوں اور نہ آرام و آسائش کے دامن میں پیدا ہوتی ہے بلکہ یہ نعمت غیر مترقبہ ناداری۔ افلاس اور غربت زدہ گھروں میں جنم لے کر سختیوں اور تنگیوں کے مدرسے میں تعلیم پاتی ہے جو گمنامی کے ظلمت کدے سے نکل کر شہرت کے آسمان پر چمکتی ہے۔ مستقل مزاج آدمی کو کوئی مصیبت کوئی رکاوٹ ترقی کرنے سے نہیں روک سکتی۔ اگر راستے میں پتھر ڈالے جائیں تو وہ ان پتھروں کا زینہ بنا کر ترقی کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ اگر اس کو جیل خانے میں مقید کیا جائے تو وہ اس قید کو فرصت گردان کر دنیا کے سامنے پلگرمز پروگرس کی سی مشہور عالم تصنیف پیش کر دیتا ہے۔ مولانا محمد ہارون اعلی اللہ مقامہٗ فارغ التحصیل ہوتے ہی ایک انتہائی مزمن و موذی مرض میں مبتلا ہو گئے جس کا سلسلہ بیس برس سے زائد تک قائم رہا آپ نے اس عالم میں بھی برابر تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ انگلیاں بیکار ہو جاتیں تو ان چیتھڑے لپیٹ کر سلسلۂ تحریر جاری رکھتے۔ اسی طرح تاحیات کتابیں لکھیں جن کی مجموعی تعداد ایک سو پانچ ہے۔

مشہور مورخ گرین جب ہسٹری آف انگلینڈ کے لئے کافی مواد جمع کر چکا تو وہ ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو گیا حکیموں نے مایوسی کا اظہار کیا لیکن اس ہمت کے پتلے نے معمول سے زیادہ کام کرنا شروع کر دیا۔ اس نے سوچا کہ جتنا وقت میں موت کے پنجے سے چھین سکتا ہوں اتنا مجھے اپنے کام کی تکمیل میں صرف کرنا چاہیئے۔ اس کا مرض روز بروز بڑھتا گیا بایں ہمہ اس نے پانچ ہفتہ میں تاریخ کو ختم کر ہی لیا۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ گرین محض اپنی روحانی طاقت اور پختہ ارادے کی وجہ سے اتنا عرصہ زندہ رہ سکا۔ اس زمانہ میں وہ اس قدر کمزور اور ناتوان ہو گیا تھا کہ قلم یا کتاب تک اٹھانے سے معذور تھا۔ بعض اوقات گھنٹوں سخت تکلیف اور درد کے باعث کراہتا رہتا لیکن اس حالت میں بھی اس نے کتاب کے اکثر حصوں کی کئی دفعہ تصحیح کی۔ وہ آخر وقت تک کام کرتا رہا۔ جب نزع کا وقت آیا تو اس نے کہا کہ اب میں کام نہیں کر سکتا۔ راجہ رام موہن رائے نے دیکھا کہ ہندوؤں کی حالت بہت خراب ہو گئی

ہے یہ اپنے ملک سے باہر جانے کو گناہ سمجھتے ہیں اور اس تنگ نظری کے باعث کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ اس نے ہندو سوسائٹی کی اصلاح کی ٹھانی لیکن اس کو ایسی تکالیف دی جاتیں کہ بسا اوقات اس کی جان معرض خطر میں ہوتی مگر وہ ان مصائب و آلام سے بالکل نہ دبا۔ اس نے نئی روشنی کی تعلیم لوگوں میں پھیلادی اور بالآخر اپنے ارادے میں کامیاب ہوگیا۔ آج علی گڑھ یونیورسٹی کا چپہ چپہ سرسید کی مساعی جمیلہ کی داد میں رطب اللسان ہے لیکن جب انھوں نے پہلے پہل اپنی قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ایک ایسی تعلیم گاہ کھولنی چاہی جس میں علوم شرقیہ کے ساتھ ساتھ علوم غربیہ کی تعلیم بھی ہو سکے تو طرح طرح کی رکاوٹیں ان کے راستے میں حائل ہوگئیں۔ اکثر تنگ دل مولویوں اور ملاؤں نے اپنے حسب معمول ان کی تکفیر کے فتوے دیئے ہر ممکن طریق سے ان کو بے عزت کرنا چاہا۔ بعض شریروں نے چندے کے بجائے پھٹے اور پرانے جوتے بھیجے لیکن وہ شیر مرد اپنے ارادے سے ذرا پیچھے نہ ہٹا آخر کار کامیابی نے ان کے پاؤں کو چوما سرسید کی حسب خواہش یہ شعر جوان کی زندگی کے اس پہلو کی صحیح تصویر ہے آپکی قبر پر کندہ ہے ؎

تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسیٰ و نہ طور ؛ ایں دلم ہست کزیں گونہ ہزاران دیداست

یہ عجیب بات ہے کہ علم و فضل کے ساتھ مناسبت رکھنے والے بزرگوں کی زندگیاں فقر و فاقہ تہیدستی و تنگ حالی میں بسر ہوئی ہیں۔ انگلینڈ کے مشہور شاعر ملٹن نے اپنی تمام عمر کی شاہکار پیراڈائز لاسٹ فقر و افلاس کی حالت میں ختم کی تھی اور اس پر طرہ یہ کہ وہ اس وقت نابینا بھی ہو گیا تھا۔ شہید ثانی علامہ زین الدین نے قیدخانہ کے اندر پتوں کے اوپر شرح لمعہ تصنیف فرمائی جو فقہ کی مشہور عالم کتاب ہے اور آج تک تمام عربی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ علامہ طبری کی ایک مرتبہ تنگ دستی کی وجہ سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ انھیں اپنی دونوں آستینیں کاٹ کر فروخت کرنا پڑیں۔ ایک اور بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ جب تنگ دستی کی وجہ سے انھیں پے در پے فاقے ہونے لگے اور بھوک نے انھیں ضعیف و معذور کردیا تو وہ نانبائی کے یہاں جاکر کھانوں کی خوشبو سے اپنی طبیعت بہلایا کرتے تھے۔

کامیابی کے مندر میں داخل ہونے کی کوئی شاہراہ نہیں جو کوئی اس مندر میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ اپنا دروازہ آپ بناتا ہے جونہی وہ اندر داخل ہو جاتا ہے یہ دروازہ جھٹ مسدود

ہو جاتا ہے اور اس میں سے کسی کو بھی گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی حتٰی کہ اسکی اولاد بھی اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکتی۔ جب ہمارے تمام امور خوش اسلوبی سے سرانجام ہو رہے ہوں اور راستے میں کوئی مشکل اور رکاوٹ نہ ہو تو اس وقت بہادر بننا آسان ہے۔ لیکن جب ہر طرف سے ہمارے گرد مصائب کی گھٹائیں چھا جائیں اور ہمیں اس بات کا ہوش نہ ہو کہ کیا کریں اور کدھر جائیں تو اس وقت ہماری جرأت و دلیری کا امتحان ہوتا ہے۔ اس امتحان میں ہم میں سے اکثر دون ہمتی کے باعث کشمکش سے دست بردار ہو جاتے ہیں یا آسان ترین طریقہ اختیار کر لیتے اور بلند ارادوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ معمولی درجہ کی معیشت سے مطمئن ہو جاتے ہیں اور ہم میں جرأت نہیں ہوتی کہ ہم اپنے مستتر قوٰی کی نشو و نما کر کے مکمل انسان بن جائیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا اپنی غلط فہمی پر اصرار

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۸ء کے صفحہ ۵ پر مولوی نور الٰہی صاحب گرجاکھی نے چند روایات نکاح ام کلثومؓ کے بارے میں شیعہ سنی کی لکھی ہیں اور تمہید یوں شروع کی ہے۔

"چند دن ہوئے ایک شیعہ دوست میرے پاس آیا دوران گفتگو میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان حق میں گستاخی کرنے لگا۔ میں نے کہا زبان کو روکو۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کے وہ داماد ہیں۔ اگر حضرت علیؓ یہ بات سن لیتے تو ہرگز برداشت نہ کرتے اوس نے کہا توبہ توبہ حضرت عمر ہرگز حضرت علیؓ کے داماد نہ تھے۔ میں نے کہا اگر یہ ثابت کر دیا جاوے تو پھر اُس نے کہا میں شیعہ مذہب چھوڑ دوں گا۔ میں نے اونکی کتابوں سے نکال کر دکھا دیا جس پر اوس شیعہ دوست نے کہا لکھ دو تاکہ میں علمائے شیعہ کو دکھا کر تسلی کروں اگر کسی نے جواب نہ دیا تو میں شیعہ مذہب سے بیزاری کا اعلان کر دوں گا۔"

اسکے بعد مولوی نور الٰہی صاحب نے چند روایات سنی و شیعہ لکھ کر اپنے زعم میں ثابت کرنا چاہا ہے کہ وہ ام کلثوم جس کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا وہ بنت جناب فاطمہ تھی حالانکہ یہ غلط ہے اور امر واقعہ و درائت کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ ام کلثوم جس کا نکاح حضرت عمر سے ہونا بیان کیا جاتا ہے بعد امیر معویہ فوت ہوئی اور اسی دن اوس کا پسر زید فوت ہوا

دونوں پر نماز جنازہ امام حسن علیہ السلام اور ابن عمر نے پڑھی یا بقول امام نسائی سعید بن العاص صحابی نے پڑھی۔ امام حسن بعہد امیر معویہ ۴۹ھ ہجری یا ۵۰ھ ہجری میں شہید ہوئے اور سعید بن عاص صحابی ۵۹ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ دیکھو استیعاب تاریخ خمیس وصواعق محرقہ و اسعاف الراغبین وغیرہ۔

یہ بھی غلط ہے کہ ام کلثوم کا نکاح بعد انتقال حضرت عمر کے محمد بن جعفر سے ہوا۔ کیونکہ محمد بن جعفر حضرت عمر کے قتل ہونے سے تین چار سال قبل تستر یعنی شوستر کی لڑائی میں شہید ہو چکے تھے۔ دیکھو استیعاب وغیرہ۔ پس ثابت ہے کہ وہ ام کلثوم جس کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا وہ معہ اپنے پسر زید کے بحیات امیر معویہ اور معرکہ کربلا ۶۱ھ ہجری سے پہلے فوت ہو چکی تھی۔ اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو اختلاف نہیں ہے اور اس میں سب کو اتفاق ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ علیہا السلام معرکہ کربلا ۶۱ھ ہجری میں زندہ موجود رہی ہیں۔ دیکھو مقتل ابو اسحاق اسفرائنی و مقتل ابو مخنف و روضۃ الشہداء و تحریر الشہادتین وغیرہ۔ یہ امر بھی متفق علیہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جناب زینب بنت جناب فاطمہ علیہا السلام کا نکاح عبد اللہ بن جعفر سے ہوا تھا اون سے دو لڑکے عون و علی پیدا ہوئے تھے جو معرکہ کربلا میں شہید ہوئے جناب زینبؑ کے انتقال پر عبد اللہ بن جعفر کا نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ سے ہوا۔ اور یہ عبد اللہ بن جعفر ام کلثوم کو زندہ چھوڑ کر ۸۰ھ ہجری میں فوت ہو گئے تھے اس سے بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ ۸۰ھ ہجری تک زندہ تھیں۔ دیکھو تاریخ خمیس واستیعاب وغیرہ۔ چونکہ وہ ام کلثوم جو حضرت عمر کے نکاح میں تھی ام کلثوم بنت فاطمہ نہ تھی اس لئے مولوی نور الہی صاحب کی اس معاملہ میں جانکاہی اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی تائید غلط اور رائگاں ہے۔ تمہید میں جو مولوی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ: بان کو روکو حضرت علیؑ سن لیتے تو ہرگز برداشت نہ کرتے۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کیونکہ جس معاملہ میں یہ فقرہ لکھا ہے وہ مشتبہ اور موضوع ہے۔ بلکہ موزون اور اوس سے اچھا یہ ہوتا کہ مولوی صاحب یہ فرماتے کہ حضرت عمر رسول اللہؐ کے خسر تھے اگر رسول اللہؐ سن لیتے تو ہرگز برداشت نہ کرتے۔ اور حضرت عمر کا رسول اللہؐ کا خسر ہونا متفق علیہ ہے اور رسول اللہؐ اپنے خسر حضرت عمر پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ چنانچہ جب جناب حفصہ دختر حضرت عمر لیتے اپنی زوجہ کو

رسول اللہؐ نے اپنی کسی نافرمانی پر طلاق دیدی۔ دیکھو تاریخ الخمیس و استیعاب۔ اور جب حضرت عمر کو اپنی دختر حفصہ کی طلاق کی خبر ہوئی تو حضرت عمر نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور کہا دیکھئے اس کے بعد خدا عمر اور اوسکی بیٹی کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ دیکھو استیعاب۔ حضرت عمر کی درخواست پر رسول اللہؐ نے جناب حفصہ کی طرف پھر رجوع فرمایا دیکھو روضۃ الاحباب۔ اسی طرح جنگ حدیبیہ کے موقع پر عروہ سفیر کفار مکہ کی واپسی کے بعد رسول اللہؐ نے اپنے خسر حضرت عمر کو بلا کر حکم دیا کہ تم قریش مکہ کے پاس جا کر کہو کہ رسول اللہؐ تم سے لڑنے کو نہیں آئے بلکہ صرف حج کے ارادہ سے آئے ہیں۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہؐ قریش تو میرے دشمن ہیں مجھکو اپنی جان کا خوف ہے۔ مکہ میں میرا کوئی حامی بھی نہیں ہے اگر عثمان کو بھیجدیں تو بہتر ہے رسول اللہؐ نے اس موقع پر بھی اپنے خسر حضرت عمر کی درخواست کو منظور فرمالیا۔ دیکھو تاریخ کامل۔ روضۃ الاحباب وحبیب السیر وغیرہ۔

اسی جنگ حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر کو اپنے داماد رسول اللہؐ کی نبوت میں ایسا شک ہوا کہ اتنا شک کبھی پہلے نہیں ہوا تھا دیکھو روضۃ الاحباب وغیرہ۔ اس پر بھی رسول اللہؐ نے درگزر فرمایا۔ جہاں حضرت عمر کے فضائل ومناقب لکھے ہیں وہاں امام بخاری نے اپنی مشہور صحیح بخاری باب کتابۃ العلم میں یہ بھی حدیث لکھی ہے کہ رسول اللہؐ کی بیماری جب بڑھی تو رسول اللہؐ نے فرمایا لاؤ ہم ایسی کتاب لکھدیں کہ ہمارے بعد گمراہ نہ ہو۔ عمر نے کہا رسول اللہؐ پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس تو کتاب خدا موجود ہے جو ہم کو کافی ہے پس ان لوگوں نے اختلاف کیا اور جھگڑا بڑھا تو رسول اللہؐ نے فرمایا دور ہو جاؤ ہمارے پاس سے اور نہیں مناسب ہے کہ ہمارے سامنے نزاع کرو۔ کتاب نسیم الریاض خفاجی میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ اس شخص یعنے رسول اللہؐ کو ہذیان ہو گیا ہے۔ اور ہم کو تو کتاب خدا کافی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ تین دن زندہ رہے مگر کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر کو اس تین دن کے عرصہ میں بارگاہ رسالت میں باریابی کا موقع ملا ہو بلکہ حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر تکفین ودفن رسول اللہؐ میں شریک نہیں ہوئے اور نہ نماز جنازہ پڑھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری کے صـ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ اس معاملہ میں اختلاف صحابہ کی وجہ سے برکت اٹھ گئی جیسا کہ

عادت ہے دقت تنازع وتشاجر برکت اُٹھ جاتی ہے۔ غرض کہ حضرت عمرؓ کے لیے تو سب میں بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ رسول اللہؐ کے خسر تھے۔ اور حضرت علیؑ کا تو خود اقرار ہے کہ میں غلامانِ محمدؐ میں سے ایک غلام ہوں۔

اسکے علاوہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے مذہب کا اصول تو یہ ہے کہ بعد رسول اللہؐ کے افضل البشر حضرت ابوبکر ہیں وہ بھی رسول اللہؐ کے خسر ہیں۔ اور بعد حضرت ابوبکر کے افضل البشر حضرت عمرؓ ہیں۔

اخیر میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے کہنے میں نہ آیا کریں بلکہ وہ اُنکی تحریرات کو غور سے جانچ کر تائید فرمایا کریں۔ سید کاظم حسین دہلی

جنت کا ٹکٹ

چونکہ خدا کی معرفت خدا کے مقرر کردہ نوری اور معصوم لوگوں کے سوا غیر معصوم انسانی ذریعہ سے حاصل ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰے نے بنص الست بربکم اصول دین کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور آلِ محمدؐ کی امامت تا قیامت مومنوں کے لئے اپنی معرفت کا وسیلہ قائم کیا ہے۔ لہذا ہر سہ مطاع کی تصدیق ہی ایمان ہے اور ایمان کی تکمیل عمل سے ہوتی ہے۔ پس مسلمان اللہ تعالٰے کی تصدیق اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے اور رسولؐ کی تصدیق اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے اور آلِ محمدؐ کی تصدیق اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ سے ہی کرتے ہیں۔ اگر مثل یزید اور اوسکے مقلدین صرف اللہ و رسولؐ کی زبانی تصدیق اور آلِ محمدؐ کی تکذیب کرنے والے مسلمان ہوتے تو بروے حدیث نبوی اسلام کے بہتر فرقے ناری کیوں ہوتے۔ اگر نجات کا دار مدار صرف ہر دو مطاع کی تصدیق پر ہوتا تو کل مسلمان ناجی ہوتے جس سے ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی تصدیق اور اطاعت کے بغیر ایمان حاصل ہونا غیر ممکن ہے جس کا نتیجہ حصول جنت اور ذریعہ نجات ہے۔ کیونکہ جناب رسولِ خدا کا یہ مقدس فرمان موجود ہے کہ اگر کتاب اللہ اور میرے اہلبیتؑ سے متمسک باطاعت رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے جبکہ نماز میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھنا تکمیل نماز کا باعث ہے تو کلمہ اور اذان آلِ محمدؐ کی تصدیق کے بغیر کیونکر مکمل ہیں۔ یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ نوری اور معصوم سے بیعت طلب کرنے والا ظالم ہے تو معصوم کسی غیر مسلم کی بیعت کیسے کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب امام حسین علیہ السلام سے

بیعت طلب کرنے والا یزید ظالم تھا تو جناب امیر علیہ السلام سے بیعت طلب کرنے والوں کا کیا مذہب ہوگا جب کہ اللہ تعالےٰ واحد مانا گیا ہے تو منجانب اللہ مخلوق کا قانون شریعت بھی از ابتدا ے نسل انسانی تا قیامت اصولاً ایک ماننا پڑے گا ورنہ مصنوعی مذاہب کی پابندی ازروے عقل سلیم عبث ہے۔ جس طرح اپنے ہاتھ سے تراشا ہوا بت نہ معبود ہو سکتا ہے نہ قابل پرستش اسی طرح خود ساختہ نبی یا امام بھی قابل اطاعت نہیں۔ اگر اہل علم و فہم با خدا مسلمانوں کے نزدیک غیر معصوم کو چھوڑ کر فوری اور معصوم لوگوں کی اتباع باعث ذم و ذلت ہے تو اصحاب رسولؐ کا کفر سے اسلام اختیار کرنا بھی قابل مدح نہیں سچ ہے ؎

ہزار ہوں سر گھٹے قلندر ولی ولی ہے ولی ولی ہے ۔:۔ کسی کا کیا ذکر انکے آگے علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

فقط راقم احمد حسن سابق سنی از نانوتہ ضلع سہارنپور (مولف رسالہ تحقیق حق ہم پیغام حق اور نظام حق ار)

گونڈہ کا امام باڑہ

گونڈہ میں کوئی مرکز عزاداری سید الشہدا کا نہ تھا۔ اب اراکین انجمن اتحاد المومنین کی انتھک کوششوں سے بارہ چودہ ہزار کی عالیشان عمارت تیار ہو کر وقف ہو چکی ہے مگر اس سے انجمن پچیس سو روپے کی مقروض ہو گئی ہے جس کا فوراً ادا کرنا ضروری ہے۔ جسکے بعد وقف کی آمدنی تقریباً چالیس روپیہ ماہوار مستقل ہو جائیگی خدا ے واحد کے غیور پرستار انجمن کی دستگیری کر کے جنت کے قصر مول لیں۔ اپنی دریادلی سے دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ سید الشہدا کے ایثار پر فدا ہونے والے مال تو مال جان تک بوقت قربان کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ انجمن کا ایک ایک پیسہ نہایت احتیاط سے خرچ ہوتا ہے۔ اسلئے بلا خیال قلیل و کثیر ہر رقم سے اعانت کی جا سکتی ہے جسکی جزا خود بانئ اسلام سے حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہ اسلام کی بہترین خدمت ہے۔

مجتہدین کرام کی دستخطی تحریریں موجود ہیں کہ "اس کار خیر میں اعانت کرنا موجب بے حساب ہے"

الملتمس۔ احقر الکونین سید رضا حسین آنریری سکریٹری انجمن اتحاد المومنین رجسٹرڈ گونڈہ (یو۔ پی)

اصلاح احقر مدیر اصلاح کو اس امام باڑے کا ذاتی علم ہے۔ اس کے ایک مہراس سال لکھنؤ تشریف لائے تھے۔ ان کے بیان سے بھی معلوم ہوا کہ امام باڑے کی تعمیر سے جو پچیس سو روپیہ کا قرض ہو گیا ہے اسکے لئے ممدوح بہت پریشان ہیں۔ پس کل ناظرین اصلاح سے التماس ہے کہ اعانت کر کے اس قرض کو ادا کرا دیں۔ آپکا روپیہ بہر صورت دوسرے

کاموں میں صرف ہو جائیگا لیکن اگر اس امام باڑے میں خرچ ہوگا تو جب تک امام باڑہ قائم رہیگا آپکا فیض بھی جاری رہیگا اور آخرت میں جو اجر ملیگا اس کا حساب نہیں۔ اگر ممبران انجمن کوشش کرکے عالی جناب نواب صاحب بہادر رام پور و عالی جناب مہاراجہ صاحب بہادر ریاست محمود آباد دام اقبالہما کو کسی طرح اس امام باڑے کی کسی مجلس میں شریک کریں اور حالات تعمیر بیان کریں تو قوی امید ہے کہ دونوں حضرات کافی اعانت کریں۔ ضلع گونڈہ میں بھی بعض بڑے بڑے شیعہ تعلقدار ہیں ان کو اپنے ضلع کے صدر مقام کا خیال کرکے اس امام باڑے کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

عاشقان امام حسین علیہ السلام

میں سید غلام رسول ولد سید پہلوان شاہ ساکن ہنگرو ٹبہ شرقی ضلع ڈیرہ غازی خاں اپنے قصبہ میں تنہا تعزیہ دار حضرت امام حسین علیہ السلام ہوں۔ یہاں شیعہ افراد بہت کم ہیں جو مخالفین کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ مجھکو تعزیہ امام کا سرکاری لیسنس ملا ہوا ہے اوسکے بموجب امام باڑہ سے جب تعزیہ اٹھتا ہے تو بند شمالی پر ایک درخت بیر کے سایہ میں ٹھہرتا تھا۔ مخالفین نے درخت بیر کو چھ سات سال سے کاٹ دیا ہے۔ اب اس سال موقعہ بیر پر بھٹہ خشت پکانے کا بنا دیا۔ پولیس کو رپورٹ دی گئی تو تھانیدار صاحب نے کپتان صاحب بہادر کو سمجھا دیا کہ تعزیہ دار مالکیت مخالفانہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ سارا سلسلہ مخالفانِ مذہب کا ہے کہ وہ تعزیہ دار کو خراب اور تعزیہ کو بند کرانا چاہتے ہیں۔ میری دردناک حالت پر مومنین توجہ فرمائیں اور مشورہ دیں کہ اب میں کیا کروں۔ اس ضلع میں کوئی وکیل شیعہ نہیں سب باثر اشخاص سنی المذہب ہیں اور مجھکو کس مپرسی کی حالت میں خراب کیا جارہا ہے۔ فقط

اخبار غم

افسوس جناب سید احمد حسین صاحب سب رجسٹرار صفی پور ضلع اناؤ کی اکلوتی صاحبزادی نے ۱۲ محرم کو انتقال کیا۔ جناب مولوی سید نجم الحسن صاحب صدر الافاضل کراروی کے منجھلے بھائی سید شبیہ العباس صاحب کی اہلیہ نے ۲۴ ربیع الاول کو انتقال کیا۔ جناب سید نتھو شاہ صاحب پیشکار محکمہ صدر بارکھان ساکن کھاجوں ضلع جالندھر نے انتقال کیا۔ لکھنؤ میں بروز اربعین جب مومنین حسب معمول نوحہ و ماتم کرتے کربلا جا رہے تھے سنیوں نے شیعوں پر حملہ کردیا۔ کئی حضرات مومنین انتقال کرگئے۔ خدا سب کے درجات عالی کرے۔ ناظرین سب کی روحوں کو سورہ فاتحہ کا ثواب ایصال کریں۔

بے احتیاطیاں ہوئیں کہ موضوعات اور اغالیط کا ایک دفتر بے پایاں طیار ہوگیا۔ یہانتک
کہ امام بخاری نے اپنے زمانہ میں صحیح حدیثوں کو جدا کرنا چاہا تو کئی لاکھ میں سے
انتخاب کرکے جامع صحیح لکھی جس میں کل ۷۲۹۷ حدیثیں ہیں۔ اُس میں بھی اگر مکررات
نکال ڈالی جائیں تو صرف ۲۷۶۱ حدیثیں باقی رہتی ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں لاکھوں حدیثیں
دانستہ لوگوں نے وضع کرلیں۔ حماد بن زید کا بیان ہے کہ چودہ ہزار حدیثیں صرف
ایک فرقہ زنادقہ نے وضع کرلیں (فتح المغیث ص۱۱۰) عبدالکریم وضاع نے خود تسلیم کیا تھا
کہ چار ہزار حدیثیں اُس کی موضوعات سے ہیں (فتح المغیث ص۱۱۰) بہت سے
ثقات اور پارسا تھے جو نیک نیتی سے فضائل اور ترغیب میں حدیثیں
وضع کرتے تھے۔ حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں کہ ان حدیثوں نے بہت
ضرر پہونچایا کیونکہ ان واضعین کی ثقہ اور تورع و زہد کی وجہ سے یہ حدیثیں اکثر مقبول
ہوگئیں اور رواج پاگئیں۔ وضع کے بعد مسامحات۔ غلط فہمیاں۔ بے احتیاطیوں کا درجہ
تھا۔ جن کی وجہ سے ہزاروں اقوال رسول اللہؐ کی طرف بے قصد منسوب ہوگئے بعض
محدثین کا قاعدہ تھا کہ حدیث کے ساتھ حدیث کی تفسیر بھی بیان کرتے جاتے تھے اور
اکثر حروفِ تفسیر حذف کردیتے تھے جس سے سامعین کو دھوکا ہوتا تھا اور وہ اُن کے
تفسیری جملوں کو بھی حدیث مرفوع سمجھ لیتے تھے۔ تعجب یہ ہے کہ اس قسم کے مسامحات
بڑے بڑے ائمہ فن سے صادر ہوئے۔ امام زہری جو امام مالک کے استاد اور
حدیث کے ایک بڑے رکن تھے اُن کی نسبت علامہ سخاوی لکھتے ہیں (کان الزھری
یفسر الحدیث کثیرا وربما اسقط اداۃ التفسیر یعنی اسی طرح زہری اکثر حدیث کی تفسیر
کرتے تھے اور وہ حروف جن سے اُس عبارت کا تفسیر ہونا ظاہر ہو چھوڑ دیا کرتے تھے۔
وکیع کا بھی یہی حال تھا وہ اکثر حدیث کے بیچ بیچ میں "یعنی" کہکر مطلب بیان کرتے
جاتے۔ اور اکثر "یعنی" کا لفظ چھوڑ دیتے تھے جس سے سامعین کو اشتباہ ہوتا تھا۔
کتب رجال و اصول حدیث میں اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ بڑی آفت
تدلیس کی تھی جس کا ارتکاب بڑے بڑے ائمہ فن کرتے تھے۔ اس تدلیس نے
اسناد کے اتصال کو بالکل مشتبہ کردیا تھا۔ ان کے سوا اور بہت سی بے احتیاطیاں

تھیں جن کی تفصیل اصول حدیث کی کتابوں میں مل سکتی ہے۔

غرض امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں[1] احادیث کا جو دفتر طیار ہو چکا تھا ہزاروں موضوعات اغالیط۔ مدرجات سے بھرا ہوا تھا۔ اُس وقت امام بخاری و مسلم نہ تھے جو صحیح حدیثوں کے انتخاب کی کوشش کرتے ... حدیث کے متعلق پہلا اجمالی خیال جو امام (ابوحنیفہ) صاحب کے دل میں پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ بہت کم حدیثیں ہیں جو صحیح ہیں۔ یا یہ کہ بہت کم حدیثیں ہیں جن کی صحت کا کافی ثبوت موجود ہے۔ یہ صدا اگرچہ جدت کی وجہ سے کسی قدر ناما نوس صدا تھی اور اسی وجہ سے بعض بعض ارباب حدیث نے نہایت سخت مخالفت کی لیکن امام صاحب اس خیال پر مجبور بلکہ معذور تھے۔ انھوں نے یہ راے مقلدانہ نہیں قائم کی تھی۔ وہ اپنے زمانہ کے اکثر مشہور شیوخ سے ملے تھے اور اُن کے سرمایۂ حدیث سے متمتع ہوئے تھے حرمین کی بڑی بڑی درسگاہوں میں برسوں تعلیم پائی تھی۔ کوفہ۔ بصرہ۔ حرمین میں ارباب روایت کا جو گروہ موجود تھا۔ برسوں کے تجربہ سے اُن کے ذاتی اوصاف۔ اخلاق۔ و عادات پر اطلاع حاصل کی تھی۔ غرض اس مسئلہ کے متعلق اثباتاً یا نفیاً مجتہدانہ راے قائم کرنے کے لیئے جو شرطیں درکار تھیں سب اُن میں موجود تھیں ... امام صاحب کے اس خیال نے اگرچہ قبول عام کی سند حاصل نہیں کی تاہم وہ بالکل بے اثر نہیں رہا۔ امام مالک و امام شافعی جو اجتہاد میں امام ابوحنیفہ سے متاخر ہیں اُن کے اصول اجتہاد میں اس خیال کا صاف پرتو پایا جاتا ہے ... صرف وہ حدیث قابل حجت ہے جس کو راوی نے اپنی حفظ سے یاد رکھا ہو اور یہ قول مالک و ابوحنیفہ سے منقول ہے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ امام مالک نے اول جب موطا لکھی تو اُس میں دس ہزار حدیثیں تھیں۔ پھر امام مالک زیادہ تحقیق کرتے گئے تو یہ تعداد کم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ چھ سات سو رہ گئی۔ امام شافعی نے صاف لفظوں میں امام ابوحنیفہ کے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک دن ہرم قرشی نے امام شافعی سے کہا کہ آپ وہ حدیثیں لکھوائیے جو رسول اللہؐ سے ثابت ہیں۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ارباب معرفت کے نزدیک صحیح حدیثیں کم ہیں۔ کیونکہ ابوبکر صدیقؓ نے جو حدیثیں رسول اللہؐ سے روایت

[1] امام موصوف کا زمانہ ۸۰ھ ہجری سے ۱۵۰ھ تک رہا ہے ۱۲ مصنف

گیں اُن کی تعداد سترہ سے زیادہ نہیں ہے۔ عمر بن الخطاب باوجود اس کے کہ رسول اللہ ؐ کے بعد مدت تک زندہ رہے اُن کی روایت سے پچاس حدیثیں بھی ثابت نہیں حضرت عثمان کا بھی یہی حال ہے۔ حضرت علیؓ اگرچہ لوگوں کو حدیث سیکھنے کی ترغیب دلاتے تھے لیکن اُن سے بھی کم حدیثیں مروی ہیں کیونکہ وہ مطمئن نہیں رہے۔ اُن سے جو حدیثیں مروی ہیں اکثر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے عہد خلافت کی ہیں۔ ان لوگوں کے سوا اور صحابہ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں لیکن اہل معرفت کے نزدیک وہ تمام روایتیں صحیح سند سے ثابت نہیں... امام ابوحنیفہ کو اس احتیاط پر جس چیز نے مجبور کیا تھا وہ یہ تھی کہ اُن کے زمانہ تک روایت بالمعنے کا طریقہ نہایت عام تھا اور بہت کم لوگ تھے جو الفاظ حدیث کی پابندی کرتے تھے اس لئے روایات میں تغیر و تبدل کا احتمال ہر واسطہ میں بڑھتا جاتا تھا... اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ غیر محتاط طریقہ یہ تھا کہ اخبرنا و حدثنا کو بعض بعض محدثین نہایت عام معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ امام حسن بصری نے متعدد روایتوں میں کہا ہے حدثنا ابوھریرہ (مجھ سے ابوہریرہ نے بیان کیا) حالانکہ ابوہریرہ سے وہ کبھی نہیں ملے تھے۔ انھوں نے اس کی یہ تاویل کی تھی کہ ابوہریرہ نے جب وہ حدیث بیان کی تھی تو اُس شہر میں وہ موجود تھے۔ اسی طرح اور شیوخ۔ صحابہ کی نسبت حدثنا کا لفظ استعمال کرتے تھے اور معنے یہ لیتے تھے کہ اُن کے شہر والوں نے اُن شیوخ سے سُنا تھا۔ محدث بزار نے لکھا ہے کہ حسن بصری نے اُن لوگوں سے روایت کی ہے جن سے وہ کبھی نہیں ملے۔ اور تاویل یہ کرتے تھے کہ اُن کی قوم نے وہ حدیث اُن لوگوں سے سُنی تھی۔ یہ امر علاوہ اس کے کہ ایک قسم کی غلط بیانی تھی حدیث کی اسناد کو مشتبہ کر دیتا تھا کیونکہ راوی نے جب خود شیخ سے حدیث نہیں سُنی تو بیچ میں کوئی واسطہ ہوگا اور چونکہ راوی نے اُس کا نام نہیں بتایا اس لئے اُس کے ثقہ و غیر ثقہ ہونے کا حال نہیں معلوم ہو سکتا۔ صرف حسن ظن پر مدار رہ گیا کہ ایسے شخص نے جس سے سُنا ہوگا وہ ضرور قابل استناد ہوگا۔ امام ابوحنیفہ نے اس طریقہ کو ناجائز قرار دیا اور اُن کے بعد اور ائمہ حدیث نے بھی اُن کی متابعت کی" (سیرۃ النعمان صفحہ ۱۶۱)

مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہوا کہ احادیث کی ایجاد اور وضع میں کس قدر وسعت سے

کام لیا گیا۔ خاصکر صحابہ کے فضائل میں زیادہ کوشش کی گئی جسکی حسب ذیل ادلہ ہیں :۔
(۱) جناب مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں" علامہ ابن تیمیہ حاکم کا یہ قول نقل کرکے لکھتے ہیں حاکم کا اس قسم کی حدیثوں کو صحیح کہنا ائمہ حدیث نے اس پر انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حاکم بہت سی جھوٹی اور موضوع حدیثوں کو صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حاکم کی مستدرک میں بہت سی حدیثیں ہیں جن کو حاکم نے صحیح کہا ہے حالانکہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک موضوع ہیں۔ علامہ موصوف ایک اور موقع پر ابوالشیخ اصفہانی کی کتاب کا تذکرہ کرکے لکھتے ہیں۔ اور اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جو قوی ہیں اور حسن ہیں۔ اور بہت سی ضعیف اور موضوع اور مہمل ہیں۔ اور اسی طرح وہ حدیثیں جو ابوخیثمہ بن سلیمان صحابہ کے فضائل میں روایت کرتے ہیں۔ اور وہ حدیثیں جو ابونعیم اصفہانی نے ایک مستقل کتاب میں خلفاء کے فضائل میں روایت کی ہیں۔ اور اسی طرح وہ روایتیں جو ابوبکر خطیب اور ابوالفضل اور ابوموسیٰ مدینی اور ابن عساکر اور حافظ عبدالغنی وغیرہ اور اُن کے پایہ کے لوگ روایت کرتے ہیں۔
غور کرو ابونعیم، خطیب بغدادی، ابن عساکر۔ حافظ عبدالغنی وغیرہ حدیث اور روایت کے امام تھے۔ باوجود اس کے یہ لوگ خلفاء اور صحابہ کے فضائل میں ضعیف حدیثیں بے تکلف روایت کرتے تھے" (سیرۃ النبیؐ جلد ا ص۳۹) معلوم ہوا کہ خلفاء اور صحابہ چونکہ علماء اہل سنت کے پیشوایان دین اور مقتدایان مذہب تھے اس وجہ سے راویوں کی کوشش رہتی تھی کہ ان کے فضائل میں حدیثیں وضع کی جائیں اور ائمہ حدیث کا معمول تھا کہ ان حدیثوں کو بے تکلف روایت کرتے اور علماء کرام آنکھ بند کرکے ان روایات کو اپنی کتابوں میں جمع کرتے گئے۔ پھر موصوف لکھتے ہیں" اس موقع پر ایک خاص نکتہ لحاظ کے قابل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حدیث و روایت میں امام بخاری اور مسلم سے بڑھکر کوئی شخص کامل فن نہیں پیدا ہوا... باوجود اس کے فضائل و مناقب کے متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روایتیں بیہقی۔ ابونعیم بزار۔ طبرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔ بخاری اور مسلم میں اُن کا پتا نہیں لگتا بلکہ اس قسم کی حدیثیں جو نسائی۔ ابن ماجہ۔ ترمذی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں صحیحین میں وہ بھی مذکور نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر تحقیق و تنقید کا درجہ بڑھتا جاتا ہے مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں... سیرت پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ زیادہ تر اسی قسم کی کتابوں

(طبرانی - بیہقی - ابونعیم وغیرہ) سے ماخوذ ہیں۔ اسس لئے اُن میں کثرت سے کمزور روایتیں درج ہوگئیں اور اسی بنا پر محدثین کو کہنا پڑا کہ سیر میں ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں" (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۴۱)۔ موصوف نے کسی مصلحت سے اصلی راز کو نہیں کھولا کہ کیوں خلفاء اور صحابہ کے فضائل میں کثرت سے حدیثیں وضع کی گئیں۔ ہر فعل کی کسی علت کا ہونا ضروری ہے پس فضائل خلفاء میں احادیث موضوعہ کی بھرمار ہونے کا بھی کوئی نہ کوئی سبب ضروری ہے۔ آؤ اس کا پتا لگایا جائے (۲) حضرات اہلسنت کے عالم جلیل جناب محمد بن عقیل بن عبداللہ لکھتے ہیں:- کتب معویۃ نسخۃ واحدۃ الی عمالہ بعد عام الجماعۃ ان برئت الذمۃ ممن روی شیئا من فضل ابی تراب واھل بیتہ۔ فقامت الخطباء فی کل کورۃ وعلی کل منبر یلعنون علیا ویبرؤن منہ ویقعون فیہ وفی اھل بیتہ وکان اشد الناس بلاء حینئذٍ اھل الکوفۃ لکثرۃ من بہا من شیعۃ علی علیہ السلام۔ فاستعمل علیھم زیاد بن سمیۃ وضم الیہ البصرۃ۔ فکان یتتبع الشیعۃ وھو بھم عارف لانہ کان منھم ایام علی علیہ السلام فقتلھم تحت کل حجر ومدر واخافھم وقطع الایدی والارجل وسمل العیون وصلبھم علی جذوع النخل وطردھم وشردھم عن العراق۔ فلم یبق بہا معروف منھم وکتب معویۃ الی عمالہ فی جمیع الآفاق ان لا یجیزوا لاحد من شیعۃ علی شہادۃ وکتب الیھم ان انظروا من قبلکم من شیعۃ عثمان ومحبیہ واھل ولایتہ الذین یروون فضائلہ ومناقبہ فادنوا مجالسھم وقربوھم واکرموھم واکتبوا الی بکل ما یروی کل رجل منھم واسمہ واسم ابیہ وعشیرتہ۔ ففعلوا ذلک حتی اکثروا فی فضائل عثمان ومناقبہ لما کان یبعثہ الیھم معویۃ من الصلات والکساء والحباء والقطائع ویفیضہ فی العرب منھم والموالی فکثر ذلک فی کل مصر وتنافسوا فی المنازل والدنیا فلیس یجد امرؤ من الناس عاملا من عمال معویۃ فیروی فی عثمان فضیلۃ اومنقبۃ الا کتب اسمہ وقربہ وشفعہ فلبثوا بذلک حینا۔ ثم کتب الی عمالہ ان الحدیث فی عثمان قد کثر وفشا فی کل مصر وکل وجہ

وناحية فاذا جاءكم كتابي هذا فادعوا الناس الى الرواية في فضائل الصحابة
والخلفاء الاولين ولا تتركوا خبرا يرويه احد من المسلمين في ابي تراب الا
وائتوني بمناقض له في الصحابة - فان هذا احب الي واقر لعيني وادحض لحجة
ابي تراب وشيعته واشد عليهم من مناقب عثمان وفضله - فقرئت كتبه
على الناس فرويت احاديث كثيرة في مناقب الصحابة مفتعلة لاحقيقة
لها وجد الناس في رواية ما يجري هذا المجرى حتى اشادوا بذكر ذلك
على المنابر والقى الى معلمي الكتاب فعلموا صبيانهم وغلمانهم من ذلك الكثير
الواسع حتى رووه وتعلموه كما يتعلمون القرآن وحتى علموه بناتهم ونساءهم
وخدمهم وحشمهم فلبثوا بذلك ما شاء الله - ثم كتب الى عماله نسخة
واحدة الى جميع البلدان انظروا من قامت عليه البينة انه يحب عليا و
اهل بيته فامحوه من الديوان واسقطوا عطائه ورزقه وشفع ذلك بنسخة
اخرى من اتهمتموه بموالاة هؤلاء القوم فنكلوا به واهدموا داره - فلم يكن
البلاء اشد واكثر منه بالعراق ولا سيما بالكوفة حتى ان الرجل من شيعة
علي ليأتيه من يثق به فيدخل بيته فيلقي اليه سره ويخاف من خادمه
ومملوكه ولا يحدثه حتى ياخذ عليه الايمان الغليظة ليكتمن عليه - فظهر
حديث كثير موضوع وبهتان منتشر - ومضى على ذلك الفقهاء والقضاة
والولاة - وكان اعظم الناس في ذلك بلية القراء المراؤون والمستضعفون
الذين يظهرون الخشوع والنسك فيفتعلون الاحاديث ليحظوا بذلك عند ولاتهم
ويقربوا في مجالسهم ويصيبوا به الاموال والضياع والمنازل حتى
انتقلت تلك الاخبار والاحاديث الى ايدي الديانين الذين لا يستحلون
الكذب والبهتان فقبلوها ورووها وهم يظنون انها حق - ولو علموا انها
باطلة لما رووها ولا تدينوا بها - فلم يزل الامر كذلك حتى مات الحسن
بن علي عليهما السلام - فازداد البلاء والفتنة فلم يبق احد من هذا القبيل
الا وهو خائف على دمه او طريد على الارض - ثم تفاقم الامر بعد

قتل الحسین علیہ السلام وولی عبد الملک بن مروان فاشتد الامر علی الشیعۃ وولی علیہم الحجاج بن یوسف فتقرب الیہ اہل النسک والصلاح ببغض علی وموالاۃ اعدائہ وموالاۃ من یدعی قوم من الناس انہم ایضا اعدائہ فاکثروا من الروایۃ فی فضلہم وسوابقہم ومناقبہم واکثروا من الغض من علی کرم اللہ وجہہ وعیبہ والطعن فیہ والشنأن لہ حتی ان انسانا وقف للحجاج ویقال انہ جد الاصمعی عبد الملک بن قریب فصاح بہ ایہا الامیر ان اہلی عقونی فسمونی علیا وانی فقیر بائس وانا الی صلۃ الامیر محتاج فتضاحک الحجاج وقال للطف ما توسلت بہ قد ولیتک موضع کذا۔ وقد روی ابن عرفۃ المعروف بنفطویہ وہو من اکابر المحدثین واعلامہم فی تاریخہ ما یناسب ہذا الخبر وقال ان اکثر الاحادیث الموضوعۃ فی فضائل الصحابۃ افتعلت فی ایام بنی امیۃ تقربا الیہم بما یظنون انہم یرغمون بہ انوف بنی ہاشم۔ قلت لا یلزم من ہذا ان یکون علی علیہ السلام یسوءہ ان یذکر الصحابۃ والمتقدمون علیہ بالخیر والفضل الا ان معویۃ وبنی امیۃ کانوا یبنون الامر من ہذا علی ما یظنونہ فی علی کرم اللہ وجہہ من انہ عدو من تقدم علیہ ولم یکن الامر فی الحقیقۃ کما یظنونہ ولکنہ کان یری انہ افضل منہم وانہم استأثروا علیہ بالخلافۃ من غیر تفسیق منہ لہم ولا براءۃ منہم

جس سال (۴۱ھ میں) معویہ نے حضرت امام حسنؓ سے صلح کر لی اس کے بعد ہی اس نے دنیائے اسلام کے ہر گورنر۔ والی اور حاکم کو یہ پُر ہیبت فرمان لکھکر روانہ کیا کہ جو شخص بھی ابو تراب (حضرت علیؓ) اور ان کے اہلبیت کی فضیلت میں کوئی حدیث روایت یا کوئی خوبی بیان کرے گا اُس سے حکومت بری الذمہ رہے گی۔ اس اعلان کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر شہر و دیہات میں بلکہ ہر منبر پر خطبہ دینے اور وعظ کہنے والے کھڑے ہو کر حضرت علیؓ پر لعنت اور حضرتؓ سے تبرا کرنے لگے اور حضرتؓ کو اور حضرتؓ کے اہلبیتؑ کو برا کہنے اور ان حضراتؓ کی مذمت کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اس مصیبت میں اُس وقت

سب سے زیادہ بیچارے کوفہ والے مبتلاء ہوئے کیونکہ اُس زمانہ میں وہاں حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ بہت تھے۔ اسی سبب سے معویہ نے ان لوگوں پر زیاد بن سمیہ کو مسلط کردیا اور اس کو کوفہ و بصرہ دونوں مقام کی گورنری دے دی۔ زیاد شیعوں کو خوب پہچانتا تھا کیونکہ حضرت علی علیہ السّلام کی (ظاہری) خلافت کے زمانہ میں وہ خود بھی شیعہ ہی تھا۔ اُس نے ایک ایک شیعہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر گرفتار کیا اور کسی مکان یا کسی خیمہ تک میں جو شیعہ ملا اس کو اس نے قتل کرکے چھوڑا۔ اور جنھیں زندہ رکھا اُن کو دھمکیاں دیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اُن کی آنکھوں میں سلائیاں پھرا دیں ان کو درختوں کی شاخوں پر سولی دیدی۔ ان کو عراق سے نکال دیا اور آوارہ وطن کردیا یہاں تک کہ شیعوں کا کوئی معروف شخص عراق میں نہیں بچا۔ اور معویہ نے دنیائے اسلام کے کل والیوں کے نام یہ فرمان بھی جاری کیا کہ حضرت علیؑ کے کسی شیعہ کی گواہی نہ قبول کریں اور اپنے ماتحت لوگوں کے نام یہ فرمان بھی لکھ بھیجا کہ دیکھو تم لوگوں کی طرف حضرت عثمان کو خلیفہ ماننے والے ان کو دوست رکھنے والے اور ان کی ولایت کا اقرار کرنے والے جو لوگ ایسے ہوں جو اُن کے فضائل ومناقب لوگوں سے بیان کرتے رہتے ہیں ان کی بڑی عزت کرو۔ ان کو اپنے دربار میں خاص جگہ دو۔ ان کو مقرب بارگاہ بناؤ۔ ان کے اکرام واحترام میں اہتمام کرو اور جو شخص حضرت عثمان کے فضائل میں کوئی بات بھی بیان کرے اُس کی وہ بات اور اُس کا اور اُس کے باپ کا اور اسکی قوم و قبیلہ کا نام میرے ہاں لکھ بھیجو۔ چنانچہ جس جس کے پاس یہ فرمان پہونچا سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان کے فضائل ومناقب کا انبار لگ گیا کیونکہ جو لوگ ان کی فضیلت میں کوئی روایت یا حدیث بھی لکھکر بھیج دیتے تھے ان کو معویہ کی طرف سے بڑے بڑے جائزے۔ خلعتیں بخششیں اور جاگیروں کے پروانے انعام میں پہونچ جاتے تھے۔ اور عرب موالی سب ہی ان چیزوں سے فیض یاب ہوتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر گھر میں اس کی کثرت ہوگئی اور لوگوں نے اس ذریعہ (وضع احادیث) سے دنیا حاصل کرنے اور اپنی منزلت بڑھانے میں بڑی جد وجہد کی۔ یہاں تک نوبت پہونچی کہ جو شخص بھی معویہ کے کسی عامل کو پاتا اور اس سے حضرت عثمان کی فضیلت یا منقبت میں کوئی

بات بیان کر دیتا تو فوراً وہ عامل اُس کا نام لکھ لیتا۔ اُس کو مقرب بارگاہ بنا لیتا۔ اور معویہ کے ہاں اُس کی سفارش لکھ بھیجتا۔ اسی طرح ایک مدت دراز تک ہوتا رہا۔

ان سب کے بعد معویہ نے اپنے عاملوں کو لکھ بھیجا کہ حضرت عثمان کے فضائل میں حدیثیں بہت زیادہ ہوگئیں اور ہر شہر و دیہات میں پھیل گئیں۔ اب ان کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا خط پانے کے بعد تم سب لوگوں کو بلا کر کہو کہ اب صحابہ اور خلیفہ اول و دوم کے فضائل میں حدیثیں بیان کریں اور ابو تراب (حضرت علیؑ) کی فضیلت میں کوئی شخص بھی جو حدیث بیان کرتا ہے اس کے مقابل کی حدیث صحابہ کے لئے بھی یہ لوگ پیش کریں۔ خبردار کوئی ایسی حدیث نہ چھوٹنے پائے جو حضرت علیؑ کے بارے میں وارد ہوئی ہو اور ویسی ہی صحابہ کے لئے بھی نہ بنائی جائے۔ کیونکہ یہ تدبیر مجھے بہت پسند اور میرے لئے نہایت درجہ موجب اطمینان و باعث مسرت ہے اور ابو تراب اور ان کے شیعوں کی حجت باطل کرنے کی بہترین صورت ہے اور خلیفہ اول و دوم کی فضیلت میں حدیثوں کا انبار لگنا شیعوں کے لئے حضرت عثمان کے فضائل کی حدیثوں سے بھی زیادہ ناگوار اور گراں ہوگا۔
غرض معویہ کے یہ سب فرمان لوگوں کے سامنے پڑھے گئے جس پر بکثرت ایسی جعلی حدیثیں صحابہ کے فضائل میں گڑھ دی گئیں جن کی کوئی بھی اصلیت نہیں تھی اور لوگوں نے ان موضوع حدیثوں اور ان کے مثل دوسری چیزوں کے بیان کرنے اور ہر شخص سے روایت کرنے میں بڑی ہی جدوجہد کی۔ یہاں تک لوگوں نے ان بنائی ہوئی جھوٹی اور بالکل بے اصل حدیثوں کو منبروں پر بیٹھکر پڑھنا اور لوگوں کو سُنانا شروع کیا اور مدرسوں کے معلموں کو بھی وہ بناوٹی حدیثیں دے دی گئیں۔ انھوں نے ان حدیثوں کی تعلیم بچوں کو بھی دے دی اور ان کے دماغوں میں بھی ان مہملات کا زیادہ حصہ بھر دیا گیا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے ان حدیثوں کو بھی اسی طرح لوگوں سے بیان کرنا اور خود پڑھنا شروع کیا جس طرح قرآن مجید کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ ان جعلی حدیثوں کی تعلیم لوگوں نے (اپنے ہی تک محدود نہیں رکھی بلکہ) اپنی لڑکیوں بیویوں خدمت گاروں اور مصاحبوں کو بھی دی۔
جب اس حالت کو بھی ایک مدت گزر گئی تب معویہ نے ہر شہر میں یہ فرمان بھیجا کہ اب پتا لگاؤ جس شخص کے متعلق کوئی شخص (سچی یا جھوٹی) گواہی دے کہ وہ علیؑ اور اُن کے اہلبیتؑ کو

دوست رکھتا ہے اُس کا نام دفتر سے مٹادو۔ اور اُس کو بطور بخشش یا بغرض مدد معاش جو کچھ ملتا ہے اسے بند کردو۔ اس کے ساتھ دوسرا فرمان اس مضمون کا بھی تھا کہ جس شخص پر اس بات کی تہمت بھی قائم ہوجائے کہ ان سبھوں (علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ) سے محبت رکھتا ہے اُس کو پوری سزا دو اور اُس کا گھر تک ڈھا دو۔ ان فرمانوں کی تعمیل میں سب سے زیادہ آفت عراق والوں اور خصوصاً کوفہ کے لوگوں پر نازل ہوئی۔ ان بیچاروں (کوفہ کے شیعہ باشندوں) کی حالت (خوف ودہشت سے) یہاں تک پہونچ گئی کہ اگر کسی شیعہ کے پاس اُس کا نہایت سچا اور معتبر دوست بھی ملنے جاتا تو وہ دوسروں کے ڈر سے اس سے باہر لاقاۃ نہیں کرسکتا بلکہ اس کو کسی کمرے یا کوٹھری میں لے جاتا اور وہاں تخلیہ میں اس سے اپنی مصیبت وغیرہ کا حال بیان کرتا اس خوف سے کہ کہیں اس کا نوکر یا غلام ان باتوں کو نہ سن لے (اور جاکر معویہ والوں کو خبر نہ کردے) اور وہ اپنے اُس سچے معتبر اور مخلص دوست سے بھی اپنا اصلی حال اُس وقت تک بیان نہ کرسکتا جب تک اس سے بڑی سخت قسمیں نہ کھلوا لیتا کہ وہ ان باتوں کو اپنے ہی تک رکھے گا اور کسی پر بھی ظاہر نہ ہونے دے گا۔

غرض (ان سختیوں اور ظلم وتشدد سے) بکثرت موضوع حدیثیں ظاہر ہوگئیں اور جعل وفریب بلکہ افترا و بہتان تک کی روایتیں ہرطرف پھیل گئیں۔ اس وبا میں بڑے بڑے فقہاء قضاۃ۔ اور ولاۃ تک مبتلا ہوگئے مگر اس مصیبت میں سب سے زیادہ وہ لوگ پھنس گئے جو لوگوں کے دکھانے اور اپنے تقدس کا سکہ جمانے کے لئے قرآن مجید کے قاری اور مذہبی علوم کے عالم بنے ہوئے تھے۔ اور ایمان کے وہ کچے لوگ بھی تھے جو عوام پر اپنے خشوع وخضوع۔ زہد وورع اور تقدس و پارسائی کا رنگ جمانا چاہتے تھے کہ وہ نئی نئی حدیثیں بنا کر اور اپنے دل سے روایتیں گڑھ کر اپنے حاکموں کے ہاں سُرخ روئی حاصل کرتے اور اُن کے دربار میں اپنی عزت ووقار بڑھاتے اور اس فن حدیث سازی وروایت بازی کے ذریعہ سے بکثرت مال و متاع اور جاگیریں و جائدادیں پیدا کرتے۔ یہاں تک کہ انھیں دنیا پرست عالموں زاہدوں اور بندۂ زر و مال مذہبی پیشواؤں کے ذریعہ سے ان کی من گھڑت حدیثیں اور بے بنیاد روایتیں اُن ایماندار اور واقعی پابند دین و مذہب حضرات تک بھی پہونچ گئیں جو جھوٹ اور بہتان کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ پس ان لوگوں نے (اپنی

سادہ لوحی سے ان مکار اور دھوکے باز حدیث سازوں کے فریب میں مبتلا ہوکر) ان جعلی اور وضعی حدیثوں کو قبول کر لیا اور گمان کیا کہ یہ سب سچی حدیثیں ہیں حالانکہ اگر ان کو پتا چل جاتا کہ ان حدیثوں کو روپیہ پیسہ کے لالچ اور دنیوی عزت و جاہ کی طمع اور جاگیر و جائداد کی تمنا میں ابن الوقت لوگوں نے اپنے دل سے ڈھالا ہے تو کبھی ان حدیثوں کی روایت نہ کرتے نہ ان پر عمل کرتے۔ غرض دنیائے اسلام کی یہی حالت برابر رہی۔ یہاں تک کہ (۴۹ھ ہجری میں) حضرت امام حسنؑ ابن حضرت علی علیہ السلام کا انتقال ہوگیا۔ پھر کیا تھا فتنہ و فساد کا بازار اور زیادہ گرم ہوگیا اور مذہبی مصیبت پہلے سے بھی بڑھ گئی اب تو سچے مذہب کے پابند لوگوں سے کوئی بھی نہ بچا جو اپنی جان کو ہتیلی پر نہ رکھے ہو یا ہر وقت اس کو اپنی ہلاکت کا خوف رہنے لگا یا وہ اپنی زندگی بچانے کے لئے آوارہ وطن ہوکر ہر طرف مارا مارا پھرنے لگا۔ پھر (۶۱ھ ہجری میں) جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے اس کے بعد تو اور بھی مذہبی لوگوں کی حالت سقیم ہوگئی۔ خصوصاً جب عبد الملک بن مروان خلیفہ ہوا تو شیعوں کے مصائب پہلے سے بھی بہت زیادہ ترقی کر گئے۔ عبد الملک نے لوگوں پر حجاج بن یوسف ایسے شخص کو حاکم بنا کر مسلط کر دیا۔ اس کے دربار میں عابد، زاہد، مقدس اور پارسا حضرات حضرت علیؑ کے دشمن ہونے اور حضرتؑ کے دشمنوں کو دوست رکھنے کا دعوے کرکے تقرب حاصل کرتے تھے بلکہ جو لوگ دعوے کرتے تھے کہ حضرت علیؑ کے دشمن ہیں ان کی دوستی کا اقرار کرکے بھی لوگ حاکم وقت کے پاس اپنا مرتبہ بڑھا لیتے تھے) غرض جس نے خوب ترقی کرنی چاہی اس نے یہی پیشہ اختیار کر لیا کہ حضرت علیؑ و اہلبیتؑ سے خوب دشمنی کرو اور خلفاء کی شان میں اچھی طرح جھوٹی حدیثیں بناؤ) اس طرح لوگوں نے صحابہ اور خلفاء ثلثہ کی شان۔ ان کے فضائل۔ مناقب اور سوابق میں بہت کثرت سے روایتوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اور حضرت علیؑ کا مرتبہ کم کرنے۔ حضرتؑ کی شان گھٹانے بلکہ حضرتؑ کی مذمت۔ عیب۔ اعتراض۔ طعن۔ بدنامی۔ برائی اور اہانت و تحقیر کے متعلق بھی اسی کثرت سے جھوٹی روایتیں بنالی گئیں۔ یہاں تک تماشہ ہوا کہ ایک شخص جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ جد اصمعی عبد الملک بن قریب تھا۔ حجاج کے سامنے کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ اے امیر میرے بزرگوں نے مجھ پر بڑا ظلم کیا کہ میرا نام علیؑ رکھ دیا تھا اور میں ایک پریشان حال

بھوکا فقیر شخص اور سرکار کی بخشش وعطا کا محتاج ہوں۔ یہ سن کر حجاج ہنس پڑا اور کہا تونے اچھا بہانا تراشا۔ جا میں نے تجھ کو فلاں مقام کا تحصیلدار مقرر کر دیا۔ اور ابن عرفہ معروف بہ نفطویہ نے بھی جو اکابر محدثین اور ان کے اعلام سے ہیں اپنی تاریخ میں اسی کے قریب مضمون لکھا ہے۔ اور کہا ہے کہ صحابہ کے فضائل میں اکثر حدیثیں بنی امیہ ہی کے زمانہ میں وضع کی گئی اور گڑھی گئی ہیں۔ اُس زمانہ کے لوگ ایسی حدیثیں اسی امید میں ایجاد کرتے تھے کہ حکومت ان کی بڑی قدر کرے گی اور وہاں ان کا رسوخ بڑھ جائیگا کیونکہ وہ سمجھتے تھے اس طرح خاندان بنی ہاشم کے لوگ خوب چڑینگے۔ اُن کی شکست ہوگی اور وہ ذلیل ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ اور خلفاء ثلثہ کا ذکر خیر یا ان کے فضائل کا بیان حضرت علی علیہ السّلام کو ناگوار ہوتا ہو لیکن معویہ اور بنی امیہ یہ سب کوششیں اسی غلط خیال سے کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفاء ثلثہ کے مخالف اور دشمن تھے حالانکہ وہ جو گمان کرتے تھے حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ حضرت علیؑ اپنے کو خلفاء ثلثہ سے افضل سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان لوگوں نے حضرتؑ کو الگ کرکے خود خلافت پر قبضہ کر لیا لیکن حضرت علیؑ اسکی وجہ سے خلفاء ثلثہ کو نہ بُرا کہتے تھے نہ اُن سے برارت کرتے تھے (نصائح کافیہ مطبوعہ بمبئی ص۷۰ تا ۷۲) (۳) علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے:۔ ان معویۃ امر الناس بالعراق والشام وغیرھما بسب علی والبراءۃ منہ وخطب بذلک علی منابر الاسلام وصار ذلک سنۃ فی ایام بنی امیۃ ... وروی ابو عثمان ایضا ان قوما من بنی امیۃ قالوا لمعاویۃ یا امیر المومنین انک قد بلغت ما املت فلو کففت عن لعن ھذا الرجل۔ فقال لا واللہ حتی یربوا علیھا الصغیر و یھرم علیھا الکبیر ولا یذکر لہ ذاکر فضلا۔ وقال ابو عثمان ایضا وما کان عبد الملک ... ممن یخفی علیہ فضل علی ... ولکنہ اراد تشیید الملک وتاکید ما فعلہ الاسلاف وان یقرر فی انفس الناس ان بنی ھاشم لاحظ لھم فی ھذا الامر و سیدھم الذی بہ یصولون وبفخرہ یفخرون حالہ وھذا مقدارہ فیکون من ینتمی الیہ ویدلی بہ عن الامر ابعد وعن الوصول الیہ اشحط وانزح ... وکان الحجاج یلعن علیا و یامر بلعنہ۔ وقال لہ متعرض بہ یوما وھو راکب

ایھا الامر ان اھلی عقونی فسمونی علیا فغیر اسمی وصلنی بما اتبلغ بہ فانی فقیر فقال للطف - ما توصلت بہ قد سمیتک کذا وولیتک العمل الفلانی فاشخص الیہ ... ان معویۃ وضع قوما من الصحابۃ وقوما من التابعین علے روایۃ اخبار قبیحۃ فی علی تقتضی الطعن فیہ والبراءۃ منہ وجعل لھم علے ذلک جعلا یرغب فی مثلہ فاختلقوا ما ارضاہ منھم ابوھریرۃ وعمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبہ ومن التابعین عروۃ بن الزبیر .. ان معویۃ بذل لسمرۃ بن جندب ماۃ الف درھم حتے یروے ان ھذہ الایۃ نزلت فی علیؓ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علے ما فی قلبہ وھو الد الخصام واذا تولے سعے فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد وان الایۃ الثانیۃ نزلت فی ابن ملجم وھے قولہ تعالے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ - فلم یقبل - فبذل لہ مائتی الف درھم فلم یقبل فبذل لہ اربع ماۃ الف فقبل وروے ذلک قال وقد صح ان بنی امیۃ منعوا من اظھار فضائل علیؓ وعاقبوا ذلک الراوی لہ حتے ان الرجل اذا روے عنہ حدیثا لا یتعلق بفضلہ بل بشرائع الدین لا یتجاسر علے ذکر اسمہ فیقول عن ابی زینب وروی عطا عن عبداللہ بن شداد بن الھاد قال اردت ان اترک فاحدث بفضائل علی بن ابی طالب یوما الی اللیل وان عنقی ھذہ ضربت بالسیف - قال فالاحادیث الواردۃ فی فضلہ لولم یکن فی الشھرۃ والاستفاضۃ وکثرت النقل الے غایۃ بعیدۃ لانقطع نقلھا للخوف والتقیۃ من بنی مروان مع طول المدۃ وشدۃ العداوۃ ولولا ان للہ تعالے فی ھذا الرجل سرا یعلمہ من یعلمہ لم یرو فی فضلہ حدیث ولا عرفت لہ منقبۃ - الا ترے ان رئیس قریۃ لو سخط علے واحد من اھلھا ومنع النّاس ان یذکروہ بخیر وصلاح لخمل ذکرہ ونسے اسمہ وصار وھو موجود معدوما وھو حی میتا ... وذکر جماعۃ ان عدۃ من الصحابۃ والتابعین والمحدثین کانوا منحرفین من علیؓ قائلین فیہ السوء

منھم من ... اعان اعلہ انہ میلا مع الدنیا و ایثار اللعاجلۃ۔ عراق و شام وغیرہ ملکوں کے لوگوں کو معویہ نے حکم دیا کہ (حضرت) علیؑ کو گالیاں دیا کریں اور ان سے تبراء کیا کریں۔ اور اسلامی منبروں پر اس بات کا خطبہ بھی بیان کیا جو بنی امیہ کی سلطنت میں واجب العمل دستور ہو گیا... ابو عثمان نے یہ بھی روایت کی ہے کہ ایک قوم نے معویہ سے کہا کہ اے امیر اب اس شخص (علیؑ) کو گالیاں دینے میں اپنی مراد کو پہونچ گئے (بہت کچھ گالیاں دلوا دیں)۔ اب جانے دیجئے اور اس شخص پر لعنت کرنے سے باز رہیئے (کہ کوئی ضرورت باقی نہیں رہی) معویہ نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم میں اس کو کبھی موقوف نہیں کرونگا یہاں تک کہ اس کو دیکھتے اور سنتے بچے بوڑھے ہو جائیں اور بڑے بڑھاپے کی آخری حد تک پہونچ جائیں اور دنیا میں ایسا کوئی شخص باقی نہ رہے جو علیؑ کی ایک فضیلت بھی بیان کر سکے۔ اور ابو عثمان یہ بھی بیان کرتے تھے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان ایسا غافل شخص نہیں تھا کہ حضرت علیؑ کے فضائل سے ناواقف ہوتا لیکن حضرت علیؑ پر لعنت اور گالیوں کا سلسلہ جاری رکھکر اس نے چاہا کہ اپنی سلطنت کو خوب مستحکم کر دے اور اس کے بزرگ حضرت علیؑ کی عداوت میں جو کچھ کرتے رہے ہیں اس کی تاکید کر دے گا کہ خاندان بنی ہاشم کو خلافت وحکومت میں کوئی حق ہی نہیں ہے اور ان کے سردار جس پر وہ فخر کرتے اور جسکی وجہ سے وہ خلافت کا دعوے کرتے ہیں اس کی حالت و منزلت اتنی ہی تھی (کہ ہم لوگ آج ان پر لعنت کر رہے ہیں) پس جو شخص ان کی طرف منسوب اور ان سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اس کا دعویدار ہے وہ تو اور بھی اس کے استحقاق سے دور تر اور اس تک پہونچنے سے بہت زیادہ محروم رہیگا ... اور بنی امیہ کی طرف سے جو مشہور گورنر حجاج تھا اس نے معمول کر لیا تھا کہ حضرت علیؑ پر خود بھی لعنت کرتا اور دوسروں سے بھی لعن کراتا۔ ایک دفعہ اس سے ایک شخص نے کہا اے امیر میرے اہل خاندان نے مجھ پر بڑا ستم کیا کہ میرا نام علی رکھ دیا اب حضور میرا خراب نام بدل کر دوسرا اچھا نام رکھ دیں اور مجھے اتنا انعام دیں جو میری ضرورتوں کے لئے کافی ہو کیونکہ میں ایک نادار شخص ہوں۔ حجاج نے کہا تم نے اپنی مطلب براری کا اچھا حیلہ نکالا۔ لو میں نے تمہارا وہ نام بدل کر فلاں نام رکھ دیا اور تم کو فلاں مقام کا حاکم بھی مقرر کر دیا وہاں چلے جاؤ (اور حضرت علیؑ کی دشمنی ظاہر کرنے کا مزہ اٹھاؤ)... معویہ نے ایک بڑا انتظام یہ بھی کیا کہ صحا

م اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات داخل کر دے۔

اور تابعین کی ایک ایک جماعت کو اس بات پر مقرر کر دیا کہ وہ حضرت علیؑ کے بارے میں بری باتیں مذمت کی خبریں اور توہین و تذلیل کی حدیثیں بیان کیا کریں جن کی وجہ سے حضرت علیؑ اچھی طرح رسوا اور بد نام ہوتے رہیں اور لوگ حضرتؑ سے تبرا کیا کریں۔ ان باتوں کے لئے معویہ نے بڑی بڑی رشوتیں اور انعام دینے کا انتظام کر لیا تھا جسکی وجہ سے لوگ ایسی حدیثوں کے وضع کرنے میں ٹوٹے پڑتے اور معویہ کی خوشامد میں سب کچھ سیاہ سفید کرنے پر آمادہ رہتے تھے ان میں ابو ہریرہ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ غیرہ صحابہ اور عروہ بن زبیر وغیرہ تابعین خاص کر قابل ذکر ہیں۔۔۔۔ ایک دفعہ معویہ نے سمرہ بن جندب سے کہا کہ میں تم کو ایک لاکھ درہم انعام دیتا ہوں تم صرف اتنا کرد کہ لوگوں سے برابر بیان کرتے رہو قرآن مجید کی یہ آیت و من الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علے ما فی قلبہ وھو الد الخصام واذا تولے سعٰے فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد یعنی اے رسول منافقین سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کی چکنی چپڑی باتوں سے اس دنیوی زندگی میں تم بہت خوش ہو جاتے ہو اور وہ اپنی دلی محبت پر خدا کو بھی گواہ مقرر کرتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں اور جب وہ حاکم ہو نگے تو زمین میں کوشش کرینگے کہ اس میں خوب فساد پھیلائیں۔ اور زراعت اور مویشی کو تباہ کریں اور خدا تو فساد کو اچھا نہیں سمجھتا (پ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۵/۹) حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی! اور یہ دوسری آیۃ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد اور لوگوں میں سے خدا کے بندے کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور خدا ایسے بندوں پر بڑی ہی شفقت والا ہے۔ (پ۲ رکوع ۹) ابن ملجم کی شان میں نازل ہوئی تھی!!! مگر سمرہ بن جندب نے اس کو منظور نہیں کیا۔ تب معویہ نے کہا اچھا دو لاکھ دیتا ہوں۔ اسے بھی سمرہ بن جندب نے انکار کیا تب معویہ نے کہا چار لاکھ درہم لے لو مگر اس مضمون کی روایت ضرور کر دو۔ آخر سمرہ بن جندب نے قبول کر لیا اور اس بات کی حدیث گڑھکر روایت کر دی۔ یہ بھی صحیح واقعہ ہے کہ بنو امیہ نے لوگوں کو حضرت علیؑ کے فضائل زبان تک پر لانے سے بالکل روک دیا تھا اور جو شخص ایسا کرتا اس کی سخت سزا کرتے تھے۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اگر کوئی شخص

حضرت علیؑ سے کوئی ایسی حدیث روایت کرتا جو حضرتؑ کے فضائل سے نہیں بلکہ دوسرے احکام دین سے متعلق ہوتی جب بھی اسکی مجال نہیں تھی کہ حضرت علیؑ کا نام تک لے سکے۔ بلکہ یوں کہتا کہ زینب کے والد نے اس طرح بیان کیا تھا اور عطاء نے عبداللہ بن شداد بن الہاد سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں چھوڑ دیا جاؤں اور حضرت علیؑ کے فضائل کو ایک دن رات بیان ہی کرتا رہوں اگرچہ اسکی وجہ سے میری گردن پر تلوار ماردی جائے مختصر یہ کہ حضرت علیؑ کے فضائل کی حدیثیں اگر مشہور ہونے۔ ہر شخص کے کانوں میں پڑ جانے اور بکثرت منقول ہونے کی حیثیت سے غیر معمولی حد پر نہ پہونچ گئی ہوتیں تو آج اُن کا پتا بھی نہ ملتا اور کہیں ذکر بھی دکھائی نہ دیتا کیونکہ مدت دراز تک بنی امیہ کی حکومت اور حضرت علیؑ و اہلبیتؑ کے ساتھ ان کی شدید عداوت کی وجہ سے لوگ ایسی حدیثوں کا کوئی لفظ تک زبان پر نہ لاسکتے اور اس کا ایک حرف تک سُننے کی جرءت نہیں پاتے تھے۔ اور اگر اس بزرگ (حضرت علیؑ) کی شان اعلےٰ و ارفع رکھنے میں خدا کا کوئی خاص بھید نہ ہوتا جس کی حقیقت سے صرف وہی واقف ہے جس کو اس کا شرف حاصل ہوا تو حضرتؑ کے فضائل و شرف میں ایک حدیث بھی کہیں روایت نہ کی جاتی اور نہ آپ کی کسی مدح یا خوبی کا کہیں نام ونشان ملتا۔ تم دیکھتے نہیں کہ اگر کسی بستی کا کوئی چودھری وہاں کے کسی شخص پر خفا ہوجاتا ہے اور لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ کوئی شخص اس کا ساتھ نہ دے نہ اس کو خیر و خوبی سے یاد کرے تو اس کا ذکر غائب اور وہ گمنام ہوجاتا ہے۔ وہ موجود رہتا ہے مگر معدوم کے حکم میں اور زندہ رہتا ہے مگر گویا مردہ۔ (پھر جس بزرگ کے خلاف اتنی زبردست سلطنت اتنے دنوں تک کوشش کرتی رہی اُس کے فضائل کیسے باقی رہتے۔ لیکن خدا کی قدرت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے کہ باوجود اتنی مخالفت کے آج بھی حضرتؑ کے فضائل سے کتابیں بھری ہیں) اور ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ و تابعین و محدثین سے بکثرت لوگ صرف دنیا حاصل کرنے اور اس زندگی کا مزہ اُٹھانے کے لئے حضرت علیؑ کے خلاف رہتے تھے کہ حضرتؑ کی برائیاں کرتے اور حضرتؑ کے دشمنوں کی تائید و حمایت میں مشغول رہتے (شرح نہج البلاغۃ از علامہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد اول جزو رابع صفحہ ۳۵۸) وغیرہ)۔ اس عبارت سے احادیث موضوعہ کی علت غائیہ پر جو پردے پڑے تھے ان میں سے اکثر ہٹ گئے اور واضح ہوا کہ جس طرح حضرت امیرالمومنینؑ

ہدایت خاتون۔ تم غور نہ کرو تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ فرعون نے حضرت موسےٰؑ سے کہا کہ تم میرے ہاں رہے اور کافر تھے۔ اور حضرت موسےٰؑ نے اُس سے یہ نہیں کہا کہ تو غلط کہتا ہے میں کافر نہیں تھا۔ اس لئے کہ حضرت موسےٰؑ فرعون کے گھر رہ کر تقیہ میں بسر کرتے تھے۔ اس سبب سے فرعون کو کہنے کا موقع ملا کہ تم کافر تھے۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السّلام اس کی تکذیب نہ کر سکے۔ ورنہ بتاؤ کیا حضرت موسےٰؑ واقعاً کبھی کافر تھے؟

مولوی صاحب۔ اچھا ذرہ اس آیۃ کی تفسیر بھی دیکھو کیا لکھا ہے۔

ہدایت خاتون۔ دیکھو علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:۔ فانہ علیہ السلام کان یعایشھم بالتقیہ فرعون نے جو حضرت موسےٰؑ سے کہا کہ تم کافروں سے تھے تو اس وجہ سے کہ حضرت موسےٰؑ اُن فرعونیوں کے ساتھ تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے (تفسیر بیضاوی جلد ۲ صـ۱۱۲) اور علامہ نسفی نے لکھا ہے:۔ ھذا افتراء منہ علیہ لانہ معصوم من الکفر و کان یعایشھم بالتقیۃ فرعون نے حضرت موسےٰؑ پر افتراء کیا جو کہا کہ تم کافروں سے تھے کیونکہ حضرت موسےٰؑ کافر نہیں تھے۔ بلکہ حضرتؑ تو کفر سے معصوم تھے۔ ہاں حضرتؑ اُن لوگوں کے ساتھ تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے (تفسیر مدارک التنزیل جلد ۳ صـ۳۵۹) اور علامہ فخر الدین رازی و نیشاپوری نے بھی لکھا ہے:۔ وقد افترے علیہ اوجھل امرہ لانہ کان یعایشھم بالتقیۃ فان الکفر غیر جائز علی الانبیاء قبل النبوۃ فرعون نے حضرت موسےٰؑ پر افتراء کیا یا جہالت سے حضرتؑ کو کافر کہا۔ اسلئے کہ حضرت موسےٰؑ واقعاً کافر نہیں تھے بلکہ ان لوگوں کے خوف سے اُن لوگوں میں تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے (تفسیر کبیر جلد صـ۵ و غرائب القرآن جلد ۱۹ صـ۵۲)

انصاف کرو جب حضرت موسےٰؑ ایسے اولوالعزم پیغمبر تک تقیہ کریں تو اس پر اعتراض کرنا کہاں تک مناسب ہے؟ جو انبیاء کرتے رہے وہی تو شیعہ بھی کرتے ہیں؟

مولوی صاحب۔ البتہ تم نے بہت سی آیتیں پیش کر دیں۔ ماشاء اللہ تم کو قرآن مجید کے مطالب پر اچھی اطلاع ہے جو میرے لئے نہایت فخر کا امر ہے۔

ہدایت خاتون۔ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بھی دیکھو خدا فرماتا ہے کہ حضرت نے کہا:۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا
كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۔ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ۔ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۔ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ
عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۔ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِ
بْرٰهِيْمُ ۔ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا
يَنْطِقُوْنَ (پ۱۷۔ ع ۵ سورۂ انبیاء رکوع ۵)۔ اس کا ترجمہ برادران اہلسنت کے
مشہور عالم شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی نے جو کیا ہے اُسکو بھی سُنو تاکہ
تم کو معلوم ہو کہ حضرت ابراہیمؑ نے کس طرح تقیہ کیا۔ مولانا صاحب لکھتے ہیں: "حضرت ابراہیمؑ
نے آہستہ سے یہ بھی کہا کہ خدا تمہارے پیٹھ پھیرے اور گئے پیچھے میں تمہارے بتوں
کے ساتھ ایک چال کروں گا۔ چنانچہ ابراہیمؑ نے بُتوں کو توڑ پھوڑ ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا۔ مگر اُن کے بڑے بُت کو اس غرض سے رہنے دیا کہ وہ اُسکی طرف رجوع کریں جب
لوگوں کو بتوں کے توڑے جانے کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے کہا ارے ابراہیم
معبودوں کے ساتھ یہ حرکت تو نے کی ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا نہیں بلکہ یہ بُت جو ان سب میں بڑا
ہے اُس نے یہ حرکت کی ہوگی اور اگر یہ بُت بول سکتے ہوں تو ان ہی سے پوچھ دیکھو"
(حمائل مولوی نذیر احمد صاحب صفحہ ۵۲۳)۔ کہو کچھ غور کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کو خود
توڑا۔ مگر جب کافروں نے آپ کو گرفتار کرکے پوچھا اور آپکو ان کی سزا کا خوف ہوا تو صاف
انکار کر گئے اور کہا میں نے نہیں توڑا بلکہ بڑے بُت نے توڑا ہوگا۔ یہی تقیہ ہے۔ شیعہ
بھی خوف کے وقت اِسی طرح اپنا مذہب چھپا کر دوسرا جواب دیتے ہیں تاکہ لوگوں کے
ظلم سے محفوظ رہیں جس پر تم لوگ دن رات اعتراض کی بوچھار کرتے رہتے ہو۔

میری رائے ہے کہ لکھنؤ کے محقق اعظم سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ
فی العالمین حضرت مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ نے
فارسی زبان میں جو رسالہ تقیہ لکھا ہے اُسے دیکھ جاؤ۔ اس میں قرآن مجید۔ احادیث
رسولؐ اور تاریخ وسیرۃ سے تقیہ کے ضروری ہونے کی اتنی زبردست دلیلیں دی ہیں
کہ آج تک علماء اہلسنت اس رسالہ کا جواب نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکتے

ہیں۔ میرے پاس خدا کے فضل سے وہ رسالہ بھی موجود ہے [1]

مولوی صاحب۔ ہاں یقیناً وہ کتاب دیکھنے کی چیز ہو گی۔ میں نے بھی اُن کا نام سُنا ہے۔ رافضیوں کے وہ بڑے مجتہد تھے۔ انھوں نے عبقات الانوار بھی لکھی ہے جو شاید بڑی کتاب ہے

ہدایت خاتون۔ شاید بڑی کتاب کی بھی خوب ہی کہی۔ وہ دس بارہ جلد سے کم تو چھپی نہیں ہے اور اسکی نہ معلوم کتنی جلدیں چھپنے کو باقی ہیں۔ اور ایک ایک جلد پانچ پانچ چھ چھ سو صفحہ کی ہے۔

مولوی صاحب۔ خیر تقیہ کے متعلق تمہاری سب دلیلیں صحیح لیکن عقل کیا کہتی ہے۔ جھوٹ بولنا بہرصورت بُرا ہے۔

ہدایت خاتون۔ بات یہ ہے کہ خوں ریز تلواروں کے حملوں کے علاوہ شیعوں پر اخلاقی حملوں کی وہ کثرت ہوئی کہ اگر تمام مذاہب کے تمام مذاہب پر حملے جمع کئے جائیں تو بھی ہمارا نمبر زیادہ ہو گا۔ اور یہ کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ زمانہ کے زبردست ہاتھوں نے تیرہ سو برس سے ہماری زبانوں پر خاموشی کی مہریں لگا دیں۔ اور چونکہ ہماری طرف سے ترکی بہ ترکی جواب دیا جانا محال تھا حملہ آوروں نے اخلاقی حملوں کی وہ بھرمار کردی کہ اُن کی آنے والی قوم خواہ مخواہ یہ سمجھنے لگی کہ شیعوں پر واقعی صحیح الزامات لگائے گئے تھے حالانکہ ع مجبوریوں نے ہم کو مجبور کر دیا تھا۔

خدا خدا کرکے وہ زمانہ ختم ہوا اور گورنمنٹ انگلشیہ کی ہر قوم و مذہب کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کی پالیسی نے ہماری زبانوں کی بھی سوئیاں نکال دیں۔ تقیہ کا حملہ بھی زباں زد عام و خاص ہے۔ غیر مذہب کا ہر شخص اپنی جگہ پر ہنستا ہے کہ شیعوں کا مذہب بھی عجیب انوکھا مذہب ہے جس میں جھوٹ بولنا جائز ہے مگر میں غیر مذاہب کے تعلیم یافتہ اور منصف مزاج حضرات کو بھی مخاطب کرکے یہ کہنے کو طیار ہوں کہ وہ حضرات کسی مذہب کو اس نگاہ سے نہ دیکھیں کہ اُس کے مخالفین اُس کے بارے میں کیا کہتے ہیں بلکہ خود اُس مذہب کے اصول کو مدنظر رکھیں۔ تقیہ کے لغوی اور اصطلاحی معنے اور نیز اُس مفہوم سے جو شیعہ سمجھتے

---

[1] اس کتاب کا اردو ترجمہ چھپ گیا ہے اور دفتر اصلاح کھجوا (بہار) سے ۹ر میں مل سکتا ہے ۱۲

ہیں قطع نظر کر کے میں اِس وقت اُسی معنے پر گفتگو کرتی ہوں جس کے تسلیم کرنے میں کسی غیر مذہب والے کو اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے۔ یعنی صاف صاف اور دیدہ و دانستہ جھوٹ بولنا"۔ ایسی بھی صورتیں ہوتی ہیں جہاں انسان ایسے الفاظ میں جھوٹ بولتا ہے جو سچ اور جھوٹ دونوں معلوم ہوں۔ کچھ لوگ اس معنےؑ گوئی کو بالکل سچ سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ مصلحتِ وقت کہہ کر اُس میں معنے پہنا دیتے ہیں۔ یہاں پر بھی یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا معنےؑ گوئی مذہباً و اخلاقاً جائز ہے؟ ان سب جھگڑوں کو چھوڑ کر کیوں نہ ہم لوگ ایک عام مسئلہ پر غور کریں کہ کیا "دیدہ و دانستہ صاف جھوٹ بولنا" مذہباً و اخلاقاً مناسب ہے۔ جس وقت یہ عام مسئلہ طے ہو جائیگا اُس وقت خود بخود یہ حل ہو جائیگا کہ معنےؑ گوئی جائز ہے یا نہیں تقیہ پر تفصیلی بحث کے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ شیعہ ہر محل اور ہر موقع پر تقیہ کو جائز نہیں سمجھتے۔ یا اس طرح سمجھو کہ شیعہ تقیہ کی ہر صورت کو ناجائز سمجھتے ہیں سوا اُس صورت کے جہاں بغیر تقیہ کے کسی طرح کام نہ چل سکے۔ مختصر یہ کہ تم لوگ کہتے ہو کہ تقیہ کبھی اور کسی حالت میں جائز نہیں ہے مگر ہم شیعہ اس کے خلاف خاص خاص صورتوں میں جائز اور بعض مواقع پر نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ مسئلہ کہ "کسی خاص صورت میں تقیہ جائز ہے یا نہیں" یا تم لوگوں کا یہ دعوے کہ "تقیہ ہر صورت میں ناجائز ہے" دو طرح حل ہو سکتا ہے۔ ایک قرآن مجید اور احادیث رسولؐ سے جس کو میں اوپر بیان کر چکی۔ دوسرے عقل سے۔

عقل و فہم سے کام نہ لینے والا تو بغیر سمجھے بوجھے فیصلہ کر دے گا کہ تقیہ کسی محل اور کسی موقع پر جائز نہیں ہے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ احکام اخلاق حکمت پر مبنی ہیں۔ شراب ہو یا زہر جس وقت کہ بغیر اُس کے استعمال کئے بیماری دفع نہیں ہو سکتی۔ یعنی جب جان کا بچنا اُس کے استعمال پر موقوف ہو تو شراب پینا یا زہر کھانا مذہباً و اخلاقاً نہ صرف جائز بلکہ اُن کو استعمال نہ کر کے جان دے دینے والا اخلاقاً خودکشی کرنے والا مجرم ہے۔ اسی طرح عبادت کرنا عام طور پر اچھا کام ہے مگر جب قریب کے مکان میں آگ لگی ہو اور ہمسایہ کے بچے جل رہے ہوں تو عبادت کو ترک کر کے فوراً ان کی مدد کرنا مذہباً اور اخلاقاً ضروری ہے۔ بلکہ ایسی صورت میں عبادت کرنا ہی گناہ عظیم ہے۔ اسی طرح ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں جن میں اچھے سے اچھا فعل خاص موقع پر بڑے سے بُرا۔ اور بُرے سے بُرا فعل خاص صورت میں بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی صورت تقیہ کی

ہے۔ جھوٹ بولنا تمام مذاہب اور خود شیعوں کے نزدیک بھی نہ صرف مذموم بلکہ بڑا گناہ ہے مگر اخلاق کا یہ قانون بھی استثنار سے خالی نہیں ہے۔ ایسی بھی صورتیں ہیں جہاں جھوٹ بولنا اخلاقاً ویسا ہی ضروری ہے جیسا مندرجہ بالا موقع پر عبادت کا ترک کر دینا اخلاقاً ضروری تھا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ اگر ہمارا دشمن ہمارے اور ہمارے بچوں کے قتل کرنے اور ہمارے مال و اسباب کے لوٹ لینے کی غرض سے ہم پر حملہ کرے اور صرف ہم کو پکڑ کر یہ کہے کہ بتاؤ تمہارے بچے کہاں چھپے ہیں اور تمہارا مال کہاں ہے۔ اور ہم بجائے شمال کے جنوب بتا دیں اور اس طرح اپنے مال اور اپنے متعلقین کی جانیں بچالیں تو کیا ہمارا یہ فعل اخلاقاً مذموم اور مذہباً گناہ کہا جا سکتا ہے؟ ہم کسی اصول کے مطابق کسی نامناسب فعل کے مجرم کہے جا سکتے ہیں؟ میرا تو خیال ہے کہ کسی طرح کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یا ایسی صورت میں کہ کسی مقام پر مسلمانوں کے قتل عام کا حکم عام جاری ہو اگر کوئی شخص جس کا زندہ رہنا خود اسلام کے لئے ہر مصلحت سے ضروری ہو اپنے مسلمان ہونے سے انکار کر دے تو کیا یہ شخص واقعاً اسلام سے خارج اور اخلاقاً گنہگار سمجھا جائیگا؟ میرا تو خیال ہے کہ دین اسلام اتنا کمزور نہیں ہے۔

یہ چند اور بہت سی دوسری مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ ایسے بھی کچھ مواقع پیش آتے ہی رہتے ہیں جہاں جھوٹ بولنا اور خلاف واقع امر کا صرف زبان سے ظاہر کر دینا اخلاقاً جائز بلکہ ضروری ہوتا ہے۔ جس کا یہ واضح نتیجہ ہے کہ تقیہ کے موقع پر تقیہ نہ کرنا ویسا ہی جرم ہے جیسا بے موقع تقیہ کرنا۔ میں نے محض دفع شر کے خیال سے تقیہ کو جھوٹ بولنے کے معنے میں تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ تقیہ کے اصلی معنے "راز داری" کے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ راز داری اخلاقاً ممنوع نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ہم لوگوں سے ہمارا راز پوچھے یا کوئی ایسا سوال کرے جس کے جواب دینے سے افشاء راز ہوتا ہو اور راز بھی ایسا ہو جس کے دریافت کرنے کا حق دوسروں کو حاصل نہ ہو اور ظاہر کر دینے میں ہمارے لئے سخت مضرت ہو اور ہم یہ بھی دیکھتے ہوں کہ بغیر جواب دیئے ہماری جان بچ نہیں سکتی اور ہم بجائے راز کے کچھ اور کہ دیں تو کیا اسلام اور اخلاق کا قانون ہمیں مجرم قرار دیگا؟ ہرگز نہیں۔ اسلام کا قانون بالکل فطرت کے مطابق اور عقل کے موافق ہے۔ واقعاً مجرم تو وہ شخص ہے جس نے ہم کو جھوٹ بولنے کے لئے مجبور کیا نہ کہ ہم۔ میں سچ کہتی ہوں کہ تقیہ کو

شیعوں سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ہر مذہب و ملت میں تقیہ کے موقع پر تقیہ کرنا اخلاقاً جائز ہے۔ پھر یہ کس درجہ کی بے انصافی ہے کہ تمام دنیا تقیہ کے موقع پر تقیہ کرے اور وہ اخلاقاً یا مذہباً کسی طرح بُرا نہ سمجھا جائے مگر جب غریب شیعہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنا راز چھپائیں تو وہ قابل معافی نہ ہوں۔ اس قدر ضرور صحیح ہے کہ تقیہ کو شیعوں کے ساتھ اتنی خصوصیت ضرور ہے کہ گزشتہ زمانہ میں تمام دنیا کے تقیہ کرنے والوں سے اُن کا نمبر بڑھا ہوا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی صحیح ہے کہ کسی اور قوم کو تقیہ کرنے کی ایسی مجبوریاں بھی پیش نہیں آئیں جیسی اس فرقہ کو۔ ظاہر ہے کہ جس قوم پر اظہار مطلب کرتے بلکہ لفظ شیعہ منہ سے نکالتے بجلی گرائی جاتی ہو۔ یا جس کو صبح سے شام تک دس بارہ مرتبہ وہ کہنے کی مجبوریاں ہوتی ہوں جو وہ یقیناً کہنا نہیں چاہتا۔ اور سلطنت کے زبردست ہاتھ جس کے نیست و نابود کردینے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہوں وہ قوم تقیہ نہیں کریگی تو کیا وہ لوگ کرینگے جو ہم کو تقیہ کے لئے مجبور کرتے تھے اور جن کا پورا قبضہ دنیوی حکومت پر تھا۔ ہم پر کیا گزری اور کن مجبوریوں نے ہمیں تقیہ کرنے پر مجبور کردیا اس کا بیان آسان نہیں۔ تاریخ کے اوراق اُن سے بھرے ہیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ ہم مجبوراً تقیہ کرتے تھے اور اگر تقیہ کا موقع نہ ہوتا تو ہم ہرگز تقیہ نہ کرتے دعوے بے دلیل نہیں ہے۔ دیکھو وہی شیعہ قوم جو آج سے دو سو برس پہلے تقیہ کی آڑ میں چھپ کر ایک جھوٹ بولنے والی قوم مشہور کی جاتی تھی آج غیر مسلم قوموں کے تسلط اور غلبہ سے تقیہ کو اس زمانہ میں غیر ضروری سمجھ رہی ہے اور جس طرح غیر قومیں ان پر ہنستی تھیں آج شیعہ بھی اپنے گزشتہ تقیہ کے بُرا کہنے والوں پر کبھی ہنستے ہیں کبھی سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی مخاطب کو ناسمجھ جان کر خاموش ہوجاتے ہیں۔

مولوی صاحب۔ وہ غیر مسلم قومیں کون ہیں جن کی وجہ سے اس زمانہ میں تم لوگوں کے لئے تقیہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

ہدایت خاتون۔ یہی یورپ کی سلطنتیں جن کے خوف سے برادران اہلسنت شیعوں سے نہ ٹرکی میں بول سکتے ہیں نہ حجاز میں نہ مصر میں۔ نہ ہندوستان میں۔ اور اسی وجہ سے اب ہم لوگوں کی تعداد برابر ترقی کرتی جارہی ہے۔ تقیہ ہی کی وجہ سے ہم زندہ رہے اور

اسی کے سبب سے خدا ہم لوگوں کو برابر ترقی دیتا جاتا ہے۔

مولوی صاحب۔ پھر وہی بے عقلی کی باتیں۔ تقیہ کی وجہ سے کیسے ترقی ہوگی؟ ایسی بات بولتی ہو جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے۔

ہدایت خاتون۔ تم وہم و گمان کہتے ہو اور میرے پاس یورپ کے محققین کی رائیں موجود ہیں جو اس تقیہ کو شیعوں کی ترقی کا زبردست ذریعہ کہتے ہیں۔

مولوی صاحب۔ تم نے خواب میں وہ رائیں دیکھی ہوں گی۔

ہدایت خاتون۔ تمہارے منہ میں زبان ہے جو چاہو کہو لیکن یہ یقین رکھو کہ ہم شیعہ کبھی غلط نہیں کہتے اور جو دعوے کرتے ہیں اسکی دلیل رکھتے ہیں۔

مولوی صاحب۔ اچھا بتاؤ۔ یورپ کے کس محقق نے لکھا ہے کہ تقیہ سے شیعوں نے ترقی کی!

ہدایت خاتون اُٹھ کر گئیں۔ الماری سے ایک کتاب نکال لائیں اور پھر کہا:۔

ہدایت خاتون۔ دیکھو ڈاکٹر جوزف نے جو فرانس کا ایک مشہور مورخ ہے اس کتاب میں جس کا نام اُس نے "اسلام اور اسلامیان" رکھا ہے اسلامی فرقوں سے ہر ایک کی ترقی کا حال مدلل و مشرح لکھا ہے۔ مصنف مذکور کا دعوے ہے کہ مسلمانوں کا حال مثل اُسکے اب تک یورپ کے کسی مورخ نے ایسا مدلل نہیں لکھا ہے۔ ڈاکٹر موصوف شیعوں کے متعلق لکھتا ہے "چونکہ حکومت اور پورا پورا اقتدار شیعوں کو سوا اسے اس قلیل مدت کے (جو حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ تھا) کبھی میسر نہیں ہوا اس سبب سے ان کی قوت زیادہ نہ تھی۔ ٹڈیوں کی طرح منتشر تھے اور جان کے خوف سے اپنے تئیں علانیہ ظاہر نہیں کرتے تھے... اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ فرقہ اتنا ظاہر نہ تھا۔ اس گروہ کی قلت کے سبب دو ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ریاست وحکومت جو فی نفسہ کسی مذہب کے پیروؤں کی ترقی کا باعث ہو سکتی ہے دوسرے فرقہ کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرے اس گروہ کا قتل وغارت جو ہر موقع اور میدان میں ہوتا رہا ہے۔ یہی باعث ہوا کہ شیعوں کے پیشوایان دین نے اپنے تابعین کی جان و مال بچانے کی غرض سے مذہب شیعہ کو دوسروں سے چھپانے کا حکم دیا۔ **تقیہ نے اس فرقہ کو قوی بنا دیا۔** چونکہ ظاہر نہ تھے اُن کے زبردست مخالف ان کے قتل وغارت کا موقع نہیں پاتے تھے... کچھ عرصہ نہ گزرا کہ اس گروہ

نے بلندی حاصل کر کے ترقی کی اور کتنے ہی وزیر اور بہت سے بادشاہ اور خلیفہ اس مذہب کے بعضے تقیہ میں اور بعضے علانیہ معتقد ہو گئے ..... ہم قرائن واسباب سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تھوڑا عرصہ نہیں گزرے گا کہ یہ فرقہ از روے شمار تمام اسلامی فرقوں سے بڑھ جائیگا۔ ایک دو قرن گزرے کہ یہ فرقہ سوائے ایران کے عموماً بسبب قلت و عدم قدرت اپنے مذہب میں تقیہ کرتا تھا جب سے کہ دول مغرب نے ممالک مشرقیہ میں تسلط حاصل کیا ہے اور تمام مذہبوں کو آزادی بخشی ہے فرقہ شیعہ بھی علے الاعلان ہر جگہ اپنے مراسم مذہبی عمل میں لاتا ہے اور یہ آزادی ان لوگوں کے حق میں ایسی مفید ثابت ہوئی ہے کہ تقیہ کا نام مذہب شیعہ سے اُٹھ گیا۔"

مولوی صاحب ۔ واہ تمہارے پاس لڑائی کے سب ہتھیار موجود ہیں۔

ہدایت خاتون ۔ لڑائی نہیں بلکہ ہدایت کے (ہنس کر) اور شاید اسی وجہ سے خدا نے میرا نام ہدایت خاتون رکھوا دیا۔

مولوی صاحب ۔ نہیں ابھی تو تم ضلالت پر ہو ۔ جب اس باطل مذہب کو ترک کر کے مذہب حق اہلسنت وجماعت اختیار کرو گی تب اسم با مسمےٰ ہو جاؤ گی۔

ہدایت خاتون ۔ خیر میں تو کہہ چکی ہوں کہ تم اپنے مذہب کی حقیت ثابت کر دو تو میں ضرور سُنی ہو جاؤنگی۔ ہٹ دھرمی میرے مذہب میں جائز نہیں۔ نہ کوئی شیعہ اس کو پسند کرتا ہے۔

کتاب تحفہ اثنا عشریہ کی حالت

مولوی صاحب ۔ خیر میں مانے لیتا ہوں کہ تقیہ کا حکم عقل بھی دیتی ہے۔ اور خدا اور رسولؐ نے بھی دیا ہے۔ جب بھی میری ہی جیت ہے تمہاری نہیں۔

ہدایت خاتون ۔ وہ کس طرح ۔

مولوی صاحب ۔ جس تقیہ کی خوبی تم نے ثابت کی اُسی تقیہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب نے عمل کیا تو کیا برا کیا ؟

ہدایت خاتون ۔ اے سبحان اللہ ۔ جب ضرورت ہوتی ہے تب تقیہ کیا جاتا ہے یا بے ضرورت؟ کیا اُس زمانہ میں کسی شیعہ کی حکومت یا بادشاہت تھی جسکے ڈر سے شاہ صاحب نے اپنا نام چھپایا اور فرضی نام سے یہ کتاب لکھی ؟ اُن کے تقیہ کرنے کا سبب بھی تو بیان کرو۔

مولوی صاحب۔ اچھا تم ہی بتاؤ۔ کیوں انھوں نے اس کو غلط نام سے رکھا اور اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کیا۔ اس کتاب میں کیا خرابی ہے۔

ہدایت خاتون۔ اس کی بہت وجہیں ہیں مجھ سے نہ پوچھو تو بہتر ہے۔

مولوی صاحب۔ نہیں بتانے میں کیا ہے۔ ہم لوگ تو اس کتاب کو بڑی عزت سے دیکھتے ہیں۔ اور تم اس کتاب کی خرابی کی بہت سی وجہیں کہتی ہو۔ ذرہ میں بھی تو سنوں۔

ہدایت خاتون۔ میرے خیال میں شاہ صاحب نے حسب ذیل وجوہ سے اس کتاب کو اپنے نام سے لکھنا پسند نہیں کیا (۱) اس کے کل دعوے نہایت ضعیف و خلاف عقل اور اس کے کل مطالب بالکل بے جان۔ بے حقیقت ہیں۔ شاہ صاحب بھی اس نکتہ کو خوب سمجھتے تھے اور ان کو اس کتاب کی کمزوری اور پھسپھسا پن کی وجہ سے پورا خوف ہوا کہ شیعوں کا بچہ بچہ اس کتاب کا جواب لکھ دے گا اور اس کی ایک ایک بات کی دھجیاں اُڑادی جائیں گی۔ اسی وجہ سے اُنھوں نے پسند نہیں کیا کہ ایسی کتاب جسکی رد ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے اپنے نام سے لکھیں۔ تم شاعروں کو دیکھتے ہو کہ جو اشعار اچھے ہوتے ہیں ان کو اپنے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ اور جو بھرتی کے۔ یا لغو مہمل ہوتے ہیں وہ اپنے ادنےٰ شاگردوں کو لکھ کر دے دیتے ہیں۔ بس اسی طرح شاہ صاحب نے بھی اس کتاب کو حد درجہ کی مہمل سمجھکر فرضی نام سے قرار دے دیا کہ معمولی لوگوں اور عوام و جہلاء سے کہہ دوں گا کہ دیکھو رافضیوں کے خلاف کیسی کتاب لکھ دی ہے لیکن جب کوئی سمجھدار شخص پوچھے گا تو کہہ دوں گا کہ مجھ سے اُس سے کیا تعلق۔ غلام حلیم صاحب نے وہ کتاب لکھی ہے وہ جانیں۔ ان سے پوچھیئے۔ اور اگر کوئی شخص جواب لکھے گا تو اس سے میری ذلت نہیں ہوگی بلکہ غلام حلیم (فرضی شخص) کی ہوگی۔

مولوی صاحب۔ رافضیوں نے اس کتاب کا جواب بھی تو ضرور ہی لکھا ہوگا۔

ہدایت خاتون۔ ایک جواب ہوا ہے؟ شاہ صاحب کی زندگی ہی میں دہلی کے نامور محقق جناب مولانا حکیم مرزا محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بارہ جلدوں میں پوری تحفہ اثنا عشریہ کا نہایت محققانہ جواب لکھ دیا جس کا نام نزہہ اثنا عشریہ ہے۔ اور شاہ صاحب یا ان کے کسی شاگرد یا آج تک کسی عالم اہلسنت کو اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ نزہہ کی کسی

جلد کا بھی جواب دے سکتے۔ پھر علمار لکھنؤ نے بکثرت جواب لکھے مثلاً صوارم الہیات حسام الاسلام۔تشئید المطاعن۔تقلیب المکائد۔صارم تبار۔جواہر عبقریہ۔بوارق موبقہ۔ سیف ناصری۔عبقات الانوار وغیرہ۔ان میں سے کسی کتاب کا جواب بھی تمہارے کسی عالم سے نہ ہوسکا۔ تم جو بار بار مجھ سے کہتے ہو کہ تحفہ اثنا عشریہ پڑھو۔تحفہ دیکھو تو خدا کے فضل سے میں اس کو بھی پڑھ چکی ہوں اور اُس کے جوابوں سے کئی کتاب کو بھی پڑھ گئی ہوں لیکن تم نے تحفہ کے کسی جواب کو غالباً نہیں پڑھا ہوگا۔ ایمان سے بولو! ہے نہ یہی بات؟

مولوی صاحب۔ہاں واقعہ تو یہی ہے کہ میں نے تحفہ کے کسی جواب کو نہیں پڑھا ہے اور میں کیا کوئی بھی سنی عالم رافضیوں کی کتابیں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

ہدایت خاتون۔ پھر تم لوگوں کا خیال یک طرفہ فیصلہ ہوا یا نہیں؟ تحقیق کا مطلب تو یہ ہے کہ ایک شخص کا کسی پر اعتراض دیکھے تو اس کا جواب بھی ملاحظہ کرے۔اُس کے بعد رائے قائم کرے کہ کس کی بات صحیح اور کس کی غلط ہے۔ اور میں دعوے سے کہتی ہوں کہ اگر اہلسنت حضرات انصاف سے اُن تحقیقات کو دیکھا کریں جو علمار شیعہ اپنے مذہب کی حقیت میں بیان کرتے ہیں تو ان میں سے اکثر اپنا مذہب چھوڑ کر شیعوں کا دین اختیار کر لیا کریں۔لیکن ستم تو یہ ہے کہ تم لوگ اپنی کہے جاتے ہو اور دوسروں کی نہیں سنتے۔ اپنی کتاب پر فخر کرتے ہو اور اسکے جوابوں کی طرف بھولے سے بھی نہیں تکتے۔ اب تم انصاف سے بتاؤ کہ جو شخص تحفہ اور اس کے کل جوابوں کو دیکھنے کے بعد کسی مذہب کو حق سمجھے اُس کا قول معتبر ہوگا یا اس کا جو صرف تحفہ دیکھکر اپنے آبائی مذہب کی تائید کرے۔

مولوی صاحب۔ خیر اور کیا وجہیں ہوئیں جن سے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ کتاب فرضی نام سے لکھی۔

ہدایت خاتون۔ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ شاہ صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ سے ہندوستان کی اسلامی آبادی میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کردیا۔عرب۔عراق۔ایران وغیرہ میں تو مسلمانوں کی آبادی تھی وہاں کے علمار مناظرہ کی کتاب لکھتے ہی رہتے تھے مگر ہندوستان میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ رہنا تھا۔اس وجہ سے ان میں اتفاق و اتحاد۔میل۔جول۔صلح و آشتی کی شدید ضرورت تھی۔چنانچہ سنی اور شیعہ سب ایک

عامل تھے ۔ ایک دوسرے کے ہوال میں شریک ۔ شادی بیاہ تک میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا تھا ۔ دونوں فرقوں میں کچھ بھی تعصب نہ تھا ۔ حقیقی دو بھائیوں کی طرح دونوں مذہب والے بسر کرتے تھے ۔ اکثر عبادتوں میں شریک رہتے تھے ۔ سنی کی نماز جنازہ میں شیعہ اور شیعہ کی نماز جنازہ میں سنی برابر رہتے ۔ نماز عید تک ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ لیتے عزاداری میں دونوں بالکل متفق ۔ محبت اہلبیتؑ کے دونوں دعوے دار ۔ بس صرف اتنا فرق تھا کہ دل میں اہلسنت خلفاء ثلثہ کو بھی مانتے اور شیعہ ان کو نہیں مانتے ۔ اس کے سوا کوئی بات تھی ہی نہیں ۔ دونوں شیر و شکر بنے رہتے اور اسلام ہی کو اپنا مذہب سمجھتے ۔ سنی شیعہ کا تو نام تک نہیں آتا تھا ۔ شاہ صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ سے مسلمانوں میں تفریق کی قیامت بپا کردی ۔ سنیوں کو شیعوں کا اور شیعوں کو سنیوں کا مخالف بنا دیا ۔

مولوی صاحب ۔ تم بھی کتنی بے خبری کی باتیں کرتی ہو ۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے بہت پہلے اسی ہندوستان میں تمہارے مذہب کے عالم قاضی نوراللہ شوستری تھے ۔ انھوں نے مناظرہ ہی میں تو کتاب احقاق الحق لکھی تھی جس کی وجہ سے علماء اہلسنت نے ان کو قتل کرا دیا ۔

ہدایت خاتون ۔ ہاں میں جانتی ہوں ۔ مگر جناب قاضی صاحب طاب ثراہ نے یہاں مناظرہ کا دروازہ خود نہیں کھولا ۔ بلکہ تمہارے مذہب کے ایک عالم فاضل ابن روزبہان صاحب نے مذہب شیعہ کے خلاف ایک نقصان رساں کتاب ابطال الباطل لکھی تھی ۔ اس کا جواب لکھنا ہر شیعہ عالم کا فرض تھا ۔ اس وجہ سے جناب قاضی صاحب نے بھی لکھا مگر اس سے شیعہ سنی آبادی پر کوئی اثر نہیں پڑا کیونکہ احقاق الحق عربی زبان میں ہے جس کو صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں ۔ عوام نہ اس کو دیکھیں گے نہ اس کی وجہ سے برافروختہ ہوں گے ۔ اور خواص بھی اپنی جگہ یہ سمجھکر سر جھکا لیں گے کہ اگر ہمارے عالم نے شیعہ مذہب کے خلاف کتاب ابطال الباطل نہ لکھی ہوتی تو قاضی صاحب بھی یہ کتاب نہ لکھتے ۔ غرض قاضی صاحب نے اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے یہ کتاب اسی طرح مدافعانہ لکھی جس طرح حضرت رسولخدا صلعم نے دین اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے غزوہ بدر و احد وغیرہ میں جنگ کی ۔ پس جس طرح حضرت رسولخدا صلعم کا مدافعانہ جہاد قابل اعتراض نہیں اسی طرح جناب قاضی صاحب

کا جواب ابطال الباطل لکھنا بھی قابل الزام نہیں۔ لیکن شاہ صاحب نے تو خود شیعوں پر حملہ کیا۔ ان کو جنگ کے لئے اُبھارا۔ ان کو جواب دینے کے لئے آمادہ کیا اور ہندوستان کی شیعہ و سنی جماعت میں قیامت تک کے لئے تعصب کی آگ روشن کر دی۔ اس وجہ سے ڈرے کہ اگر اس کتاب کا فتنہ اتنا بڑھا جو مجھ سے سنبھل نہ سکا تو آسانی سے کہہ دونگا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہی نہیں ہے۔ اس کے مصنف کا نام غلام حلیم ہے۔ انھیں غلام حلیم کو پکڑو اور سزا دو۔

مولوی صاحب۔ بس یہی دو وجہیں تھیں یا اور بھی کچھ ہیں۔

ہدایت خاتون۔ اور بھی کئی وجہیں ہیں۔ اپنے مطلب کے لئے جھوٹ بولنا بعض اوقات میں بہت معززین تک دل سے پسند کرتے ہیں۔ مگر دنیا کی بدنامی۔ لوگوں کی ہنسی۔ ہم چشموں کے مضحکہ سے بچنے کے لئے وہ اس سے رکتے اور غلط بیانی کی ذلت سے اپنے کو بچاتے ہیں۔ کیونکہ اس سے سخت فضیحتی و رسوائی ہوتی ہے۔ شاہ صاحب بھی صاحب عزت و وقار تھے۔ مسلمانوں کے بہت بڑے پیشوا تھے۔ ہر طرف ان کا خاص اکرام و احترام تھا۔ وہ اپنے نام سے صریح جھوٹ بولنا کیسے پسند کرتے۔ ضرور ڈرتے کہ لوگ بدنام کرینگے اور کہیں گے کہ اتنے بڑے عالم دین اس طرح جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ممدوح نے دیکھا کہ شیعوں کے خلاف کتاب لکھنے میں بغیر جھوٹ بولے۔ بغیر افترا و بہتان کئے کام چل نہیں سکتا۔ تو اب کیا کرتے جس سے جھوٹ بولنے کے دھبے سے اُن کا دامن محفوظ بھی رہتا اور وہ اپنا کام بھی نکال لیتے۔ اسی سبب سے اُنھوں نے فرضی نام سے کتاب لکھی اور جہاں جہاں دل چاہا غلط باتیں بھر دیں۔ شیعوں پر اتہام و افترا کے انبار لگا دیئے۔ ایسی کتابوں تک کا نام لکھ دیا جو آج تک دنیا میں آئیں ہی نہیں۔

مولوی صاحب۔ واہ تحفہ میں جتنی کتابوں کے نام ہیں سب مشہور۔ بڑی معتبر اور ہر جگہ موجود ہیں۔ ایک کتاب بھی مجہول نہیں ہے۔

ہدایت خاتون۔ ہاں تم شاہ صاحب کا کلمہ پڑھے ہوئے ہو۔ کیوں نہ ایسی باتیں کہو گے۔

مولوی صاحب۔ اچھا کسی ایک ہی کتاب کا نام بتا دو جس کا حوالہ حضرت شاہ صاحب

علیہ الرحمہ نے دیا ہو اور وہ غلط ہو۔

ہدایت خاتون ۔ میں کس کس کتاب کا نام بتاؤں۔ ایک تو مجاج السالکین ہی ہے۔ بتاؤ اس نام کی کوئی کتاب تم نے سنی ہے؟

مولوی صاحب ۔ نہیں میں تو حضور عالی کے کتب خانہ کی برابر سیر کرتا رہتا ہوں۔ کیسا عظیم الشان کتب خانہ ہے لیکن اس نام کی تو کوئی کتاب نہ موجود ہے نہ کسی زمانہ کی کسی فہرست میں دیکھی گئی۔ مگر شاہ صاحب نے تو اپنی تحفہ میں یہ نام نہیں لکھا ہے۔ دیکھو تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔ میں تمہاری فقرہ بازی میں نہیں آؤں گا۔

ہدایت خاتون ۔ اگر شاہ صاحب نے تحفہ میں لکھا ہو کہ شیعوں کی ایک کتاب مجاج السالکین ہے تب؟

مولوی صاحب ۔ تب کیا؟ میں مان لوں گا کہ شاہ صاحب نے غلط لکھا اور شیعوں پر افتراء و بہتان کیا ہے۔ لیکن تم دکھا ہی نہیں سکتیں۔

ہدایت خاتون (تحفہ اثنا عشریہ کا ایک صفحہ نکال کر) دیکھو یہ تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ کلکتہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلثہ صفحہ ۱۰ میں صاف لکھا ہے "واما امامیہ پس صاحب مجاج السالکین وغیرا واز علماء ایشاں روایت کردہ اند (شیعوں کے مصنف کتاب مجاج السالکین وغیرہ علماء نے روایت کی ہے)

مولوی صاحب (نے کتاب دیکھی تو بالکل چپ ہو گئے۔ پھر ٹھہر کر بولے) یہی تین وجہیں تھیں یا اور کوئی ہے۔

ہدایت خاتون ۔ چوتھی وجہ یہ کہ شاہ صاحب نے یہ کتاب بڑے غصہ اور نہایت غیظ وغضب میں اپنے آپے سے باہر ہو کر لکھی ہے۔ اسی وجہ سے اکثر مقام پر ان کے قلم سے ایسی عبارتیں نکل گئیں جو علماء کی شان کے خلاف ہیں بلکہ کہہ سکتی ہوں کہ کوئی شریف شخص ان باتوں کو اپنی زبان پر نہیں لا سکتا۔ نہ کوئی مہذب شخص ان عبارتوں کو لکھ سکتا ہے۔ ایسی گندہ باتیں بھر دی ہیں کہ شیعہ تو شیعہ سنی بھی ان کو سننا گوارا نہیں کر سکتے۔

مولوی صاحب ۔ نہیں ایسا تو نہیں ہے۔ کتاب بہت تہذیب اور شرافت سے لکھی ہے۔

ہدایت خاتون - کیا کہتے ہو اب بھی تو کوشش کرو کہ جو کہو اُس کو ثابت کرسکو دیکھو شاہ صاحب ایک جگہ شیعوں کے متعلق لکھتے ہیں " ہرگاہ در محافل و مجالس با اہلسنت وجماعۃ گفتگو می نمایند کج مج می گویند وشتر گربہ می آرند" (تحفہ ص۳) ، یہی تہذیب کی گفتگو ہے ؟ اور سنو ص۱۵ میں لکھتے ہیں" و ایں جا تشیع با الحاد و فلسفہ انضمام یافتہ و بول با براز وخون حیض آمیختہ طرفہ معجونے بہم رسید کہ دجال ہم بصد رشک آں می برود دریں اثنا کہ غیاث باوج ضلالت رسیدہ در اغوا سحر کاریہا می نمود (اس جگہ مذہب شیعہ بے دینی اور فلسفہ کے ساتھ بغل گیر ہوکر اور پیشاب پائخانہ اور خون حیض کے ساتھ مخلوط ہوکر ایسے تماشہ کی معجون ہوگیا کہ دجال بھی ہزار جان سے اس پر رشک کرنے لگا۔ اور اسی اثنار میں کہ غیاث ضلالت کی بلندی پر پہونچکر گمراہ کرنے میں جادو اور سحر کررہا تھا)۔ انصاف سے بولو کیا اس سے بھی زیادہ گندی گالی ہوسکتی ہے ؟ یہودی بھی تو عیسائیوں کے خلاف ہیں۔ پھر کسی یہودی نے عیسائی مذہب کو اس تہذیب سے کبھی یاد کیا ہے ؟ عیسائی بھی تو مسلمانوں کے مخالف ہیں۔ مگر کسی عیسائی سے ممکن ہے کہ اسلام کے بارے میں یہ دشنام بازی کرسکے ؟ آریہ بھی تو ہم لوگوں پر بہت منہ آتے ہیں لیکن کسی سخت سے سخت تر آریہ نے ایسی فحش تحریر اسلام یا مسلمانوں کے بارے میں لکھی ہے اور سنو اسی تحفہ کے باب اول ص۴۲ (مطبوعہ کلکتہ) میں شاہ صاحب اس طرح موتی برساتے ہیں" و دعاۃ امامیہ دراصل ہشامین وشیطان الطاق و اقران اینہا اند وکید ایشاں در دعوت و اغوا مخجل ابلیس ومحیر دجال است (فرقہ شیعہ کے داعی اور مبلغ حقیقت میں دونوں ہشام اور شیطان طاق اور اس کے جوڑ کے لوگ ہیں اور یہ لوگ اپنے مذہب کی طرف بلانے اور دوسرے لوگوں کے گمراہ کرنے میں ایسا جعل وفریب کرتے ہیں جس سے شیطان بھی شرم کرتا اور دجال بھی حیرت زدہ ہوجاتا ہے) - سچ کہو اس زمانہ کے کسی مذہب کا عالم اپنے مخالف کے حق میں ایسی پھکڑ بازی کرتا ہے ؟ یا اس قسم کی عبارت کو کسی اور تہذیب والے پسند کرسکتے ہیں ؟ اور سنو باب دوم کید یازدہم (ص۶۷) میں یوں گہر افشانی فرماتے ہیں" ہرگاہ در ملکے تشیع رائج شد فتنہ وفساد ونکبت وذل ونفاق فیمابین کہ خبرمایۂ زوال دولت است از آسمان فوج فوج باریدہ وہرگز صلاح پذیر نہ گشتہ ... و نیز بہ تجربہ رسیدہ

کہ ہر گاہ تسلط شیعہ در قطرے اتفاق افتاد غلبہ کفار در عقب آں از مقررات است گویا تسلط ایشاں مبخر می شود بہ تسلط کفرۃ وا ینہا کوچک ابدال کفرۃ اند۔ در بنگالہ و دکن و پورب ودر دہلی ونواح آں ودر لاہور و پنجاب بشوئی ایں سیہ کاران روسیاہ کافران را مسلط ساختند (جب کسی ملک میں مذہب شیعہ رائج ہوتا ہے تو فتنہ وفساد نکبت وذلت اور نفاق جو دولت زائل ہونے کا خمیر مایہ ہے آسمان سے فوج پر فوج نازل ہونے لگتا ہے اور کسی طرح وہاں خیر وخوبی نہیں ٹھہرتی ... اور تجربہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ جب کسی جگہ شیعوں کا تسلط ہو جاتا ہے تو اس کے پیچھے کافروں کا غلبہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ گویا شیعوں کے تسلط کا نتیجہ ہی یہ ہے کہ کافروں کا غلبہ ہو اور یہ لوگ کافروں کے چھوٹے قائم مقام ہیں۔ بنگال۔ دکن۔ پورب۔ دہلی۔ لاہور وپنجاب وغیرہ میں ان روسیاہ سیاہ کاروں (یعنی شیعوں) کی کمبختی اور نحوست سے کافروں کو مسلط کر دیا)۔ ذرہ شیریں بیانی کے ساتھ شاہ صاحب کی صدق بیانی بھی دیکھتے چلو۔ اس ریاست حیدرآباد دکن میں بھی خدا کے فضل سے مذہب شیعہ رائج ہے۔ بتاؤ تو وہ فتنہ وفساد ونکبت وذلت اور ایس کا نفاق جو مذہب شیعہ کے رائج ہونے کی وجہ سے آسمان سے فوج پر فوج نازل ہوتا رہتا ہے کہاں ہے؟ اللہ رے تعصب۔ شاہ صاحب نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھکر اپنی کتاب میں کیا کیا لکھ ڈالا !!!

مولوی صاحب ۔ لاحول ولا قوۃ۔ شاہ صاحب کو کیا ہو گیا تھا جو ایسی بے سروپا باتیں لکھ ڈالیں۔ تاریخ دانی اور جغرافیہ فہمی میں بھی اُنھوں نے اپنا کمال دکھادیا۔ یہ سب لکھکر خواہ مخواہ اپنے کو ملعون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ شیعوں کے مذہب کی خرابی جہاں تک ہوتا بیان کرتے جاتے۔ شیعوں کا تسلط ہی کہاں ہے جسکی وجہ سے کافروں کا تسلط ہوا۔ ایران میں شیعہ ہی شیعہ ہیں۔ پھر وہاں کافروں کا تسلط کیوں نہیں ہوا؟ ایسی خلاف عقل ومشاہدہ باتیں کوئی مان نہیں سکتا خواہ شاہ صاحب لکھیں یا اور کوئی بزرگ۔

ہدایت خاتون ۔ اور سنو شاہ صاحب باب مکائد میں لکھتے ہیں وشیعہ قاطبۃ بعداوت امہات المومنین عائشہ صدیقہ وحفصہ معظمہ وحضرت زبیر قبائے لعنت برائے خود دوختند (کل شیعوں نے حضرت عائشہ وحفصہ کی عداوت میں اپنے لئے لعنت کی قبا طیار کی ہے) (تحفہ

باب دوم کید ۴۲ صفحہ) پھر لکھتے ہیں والحق مذہب ایں سیاہ درونان تیرہ باطن کہ مستحدث حمقاء وسفہاء چند است لائق ہمیں است کہ متکلم ومناظر ومجتہد آں کنیز سیاہ باشد (حق یہ ہے کہ ان شیعوں کا جن کے دل تاریک اور جن کے دماغ اندھے ہیں مذہب جو چند بے وقوفوں اور گدھوں سے حادث ہوا ہے اسی قابل ہے کہ اس کی محقق اور مناظر ومجتہد کوئی حبشی لونڈی ہو) (تحفہ باب ۲ کید ۲۷ صفحہ) اور سنو۔

مولوی صاحب۔ نہیں نہیں اب اس بات کو ختم کرو۔ مجھ سے سنا نہیں جاتا بیشک شاہ صاحب نے بڑی زیادتی کی۔ کتاب لکھنے کی غرض یہ ہونی چاہئے کہ لوگ اس سے روشنی حاصل کریں۔ فائدہ اٹھائیں نہ کہ نفرت کریں اور اس کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھریں۔ میں نے اگرچہ اس کتاب کو کئی بار پڑھا مگر ان مقامات سے میری نظر سرسری طور پر گذر جاتی تھی۔ تم نے مجھے چونکا دیا۔ اب ضرورت ہے کہ اس کتاب کی اصلاح کر کے دوبارہ اس کتاب کو شائع کیا جائے اور اس سے ایسی بدزبانی اور عداوت بڑھانے والی کل عبارتیں نکال دی جائیں۔ غالباً تم کہوگی کہ صرف انھیں چار وجہوں سے حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کو فرضی نام سے لکھا ہے۔

ہدایت خاتون۔ نہیں اور بھی بہت وجہیں ہیں۔ بلکہ سب سے بڑی وجہ کو تو میں نے ابھی ذکر نہیں کیا۔ ارادہ تھا کہ اس کو سب سے آخر میں کہونگی۔

مولوی صاحب۔ تو اب باقی وجہیں چھوڑ کر اسی بڑی وجہ کو بیان کر دو۔

ہدایت خاتون۔ شاہ صاحب نے ایک دوسرے شخص کے کل مضامین کو لے کر نئی کتاب بنا کر پیش کر دیا تاکہ لوگ سمجھیں یہ محنت انھیں کی ہے۔

مولوی صاحب۔ تو کیا شاہ صاحب نے چوری کی؟ جس طرح ایک شاعر دوسرے شاعر کے اشعار کو چرا کر اپنا کہتا اور لوگوں کو سنا کر اپنی قابلیت کی داد لیتا ہے؟

ہدایت خاتون۔ میں کیونکر کہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ تمہارے مذہب کے ایک بڑے عالم خواجہ نصر اللہ کابلی صاحب گزرے ہیں۔ اُنھوں نے شیعوں کے خلاف ایک کتاب بڑی محنت سے لکھی جس کا نام صواقع موبقہ تھا وہ شائع نہیں ہوسکی اور کسی طرح شاہ صاحب کے ہاتھ لگ گئی۔ تو شاہ صاحب نے اس کے کل مضامین لے کر ادھر اس کا عربی

آل و اصحاب | اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ صحابہ رسولؐ کا سلوک کیسا تھا۔ ان لوگوں نے امانت رسولؐ کے ساتھ کس درجہ بے رُخی کی۔ واقعہ کربلا کے وقت کتنے صحابہ موجود تھے مگر انھوں نے ادھر ذرہ برابر توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ مدد کرتے تو امام مظلوم شہید نہ ہوتے۔ نہایت مفید اسلامی تاریخی تحقیقات کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ۱۲ر

جواب شرر | مسٹر عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا بہت فحش اور گندہ ناول لکھکر مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگادی تھی۔ اس کا مفصل جواب اور تاریخی تحقیقات کا بے مثل خزانہ تیسری دفعہ چھپا ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

صاحب العصر والزمان | حضرت حجتؑ کے وجود اور غیبت کی بہت زبردست دلیلیں اور قادیانی فرقہ نے حضرتؑ کے بارے میں جو اعتراضات کئے ہیں اُن کا مفصل و تشفی بخش جواب قیمت ۱۲ر

عقل و تہذیب اہلحدیث | فرقہ اہلحدیث کی عقل۔ تہذیب۔ انسانیت۔ مذہب اور خصوصاً ان کے علماء و پیشوایانِ دین کے قابل مضحکہ حالات کا مکمل مجموعہ قیمت ۱۲ر

فتنۂ شبلی | شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں لکھا تھا کہ معاذ اللہ جناب امیرؑ نے بھی ایک دفعہ شراب پی تھی اسکی مفصل اور محققانہ رد کرکے اس روایت کی دھجیاں اُڑا دی گئی ہیں۔ قیمت ۸ر

تحریف قرآن | کے بارے میں اہلسنت اعتراض کرتے ہیں۔ رسالہ حد السارق میں پوری تحقیق اور جامعیت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ تحریف قرآن کے قائل اہلسنت ہیں اور انکی کتابوں سے یہ اس طرح واضح ہے کہ کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

مسئلہ فدک | سنی شیعہ کے درمیان بہت زبردست بحث ہے۔ نواب محسن الملک بہادر نے شیعوں کے خلاف آیات بینات میں بہت زور لگایا ہے اس کا مفصل جواب کمال تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب شیعوں کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ جلد اول ۸ر جلد دوم ۸ر جلد سوم ۶ر جلد چہارم ۸ر

مقدمہ نہج البلاغہ | بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام نہیں ہے۔ اس کتاب میں نہایت تحقیق و جامعیت سے اس کو حضرت کا کلام ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲ر

ہندو پنڈت کا رسالہ خلافۃ | ایک ہندو پنڈت ہرنام صاحب نے مسئلہ خلافت و امامت پر وہ زبردست تحریر شائع کی ہے جس سے مذہب شیعہ کی حقیقت مثل آفتاب روشن ہے۔ اس رسالہ نے برادران اہلسنت میں زلزلہ ڈال دیا۔ اصلاح کو دو جدید خریدار دے کر یہ کتاب مفت طلب کیجئے

فرار اڈیٹر النجم | مولوی عبدالشکور صاحب اڈیٹر النجم لکھنؤ کا جناب مولانا سید علی قبلہ مدیر رسالہ اصلاح سے مناظرہ کے لئے آنا اور بغیر مناظرہ شرمناک فرار اختیار کرنا قابل
قیمت ۴ر

فتح مبین | اس رسالہ میں بھی اڈیٹر النجم کے مناظرہ سے فرار کرنے اور ضلع سارن اہلسنت مولوی حکیم فتح محمد صاحب کے شیعہ ہو جانے کا دلچسپ تذکرہ۔

فتح الرحمان | اڈیٹر النجم کا دوبارہ مولانا ے ممدوح سے مناظرہ کرنا اور فرار کرنا۔ قیمت ۴ر

فتح القدیر | اڈیٹر النجم نے بمبئی میں جا کر شیعوں سے جو مناظرہ کیا اس پر مفصل تبصرہ قابل دید

قول کریم | ایک سنی عالم کا اڈیٹر النجم پر اعتراض کہ خود اہلسنت کی کتابیں تحریف قرآن سے بھری ہیں۔ پھر تم کیوں شیعوں پر اعتراض کرتے ہو۔ قابل دید ذخیرہ ہے۔ جس میں جامعیت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ اہلسنت تحریف قرآن کے قائل ہیں اور انکی کتابوں کی تحریف اس طرح واضح ہے کہ کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ آج تک اڈیٹر النجم جواب نہیں ہو سکا قیمت

معراج شہادۃ | شہادۃ امام حسین علیہ السلام کے متعلق خانبہادر سید خیرات احمد صاحب وکیل گ ۱۲ "نور ایمان" کا زبردست رسالہ بہت دلچسپ مفید اور بصیرت
قیمت ۲ر

مشعل ہدایت | جناب حاجی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ پنشنر گھ زبردست تحقیقی کتاب جسمیں دکھایا ہے کہ خدا اپنے کلام پاک میں آل و اصحاب کے لئے کیا فرماتا ہے۔ اور قرآن مجید سے آل اطہار کا کیا پایہ اور اصحاب کس مرتبہ تمام حقایق کی موجودگی میں امت پر کس کی پیروی اور کس حد تک فرض ہے۔ غرض بہت ہی قابل بحیثیت مجسٹریٹ آپ نے سنی شیعہ کے اختلافات کا فیصلہ بھی کمال انصاف سے کیا ہے حجم ۱۲۴

وضو میں پاؤں پر مسح کرنا | فرقہ اہل قرآن نے جو پنجاب میں پیدا ہوا ہے قر دکھانا چاہا تھا کہ وضو میں پاؤں دھونے کا حکم جواب میں دفتر اصلاح سے امتحان اہل القرآن و قول فیصل شائع کرکے ثابت کر دیا گیا کہ قرآن پاؤں پر مسح کرنے ہی کا حکم دیتا ہے۔ اس تحقیق سے یہ رسالے لکھے گئے کہ اہل القرآن کو بھی
قیمت ۴ر

اسلامی خدا | توحید خدا کو آیات قرآن مجید سے بہت مفصل اور جامعیت سے واضح کر دیا ہے کہ جس طرح اسلام خدا کی توحید سکھاتا ہے و نہیں سکھا سکتا۔ قیمت ۸ر

المشتہر:- منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھاپ کر شائع کیا)

اصلاح



مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم

[illegible]

دار الاشاعۃ

کھجوا (صوبہ بہار)

[illegible]

مکرر پرچہ نہیں جا سکتا

بعض ہمدردان اصلاح اپنے پرچوں کی پوری حفاظت نہیں کرتے اور سال ختم ہونے پر دفتر اصلاح میں شکایت کرتے ہیں کہ اتنے نمبر نہیں ملے مکرر فوراً بھیج دیجئے۔ ان کل حضرات سے التماس ہے کہ جس وقت رسالہ پہونچا کرے پڑھ کر اگر صندوق یا الماری میں مقفل کر کے بند کر دیا کریں تو کوئی نمبر ضائع نہ ہو۔ ہاں ایک نمبر پہونچنے پر اگر ہمیں معلوم ہوگا کہ قبل کا نمبر نہیں ملا تو وہ مکرر روانہ کر دیا جائیگا۔ مگر دو تین نمبروں کے بعد قبل کا نمبر طلب کیا جائیگا تو نہیں جا سکتا۔ مثلاً نمبر ۵ پہونچنے پر اگر لکھا کہ نمبر ۴ نہیں ملا تھا تو مکرر بھیج دیا جائیگا لیکن اگر نمبر ۳ طلب کیجئے گا تو وہ نہیں جا سکتا۔ بلکہ اس کے لئے فی نمبر ۸ر قیمت آپ کو بھیجنی پڑے گی۔

جو لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل جاتے ہیں

وہ فوراً دفتر اصلاح میں بھی اپنے جدید پتے کی اطلاع دے دیا کریں ورنہ ان کا رسالہ اصلاح سابق پتے پر جاتا رہیگا اور پھر دفتر سے مکرر نہیں بھیجا جائیگا اکثر حضرات اسکی پابندی نہیں کرتے جس سے دفتر کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

سنہ ۱۳۵۷ ہجری کا چندہ اصلاح

سنہ ۱۳۵۶ و سنہ ۱۳۵۷ ہجری کا چندہ اصلاح جن حضرات نے اب تک نہیں بھیجا وہ فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے شکر گزار کریں ورنہ آئندہ نمبر ضرور وی پی روانہ کیا جائیگا جس میں آپ کا ۳ر پیسہ فضول خرچ ہو جائیگا۔ بہت حضرات وی پی پہونچنے پر شکایت کرتے ہیں کہ وی پی کیوں بھیج دیا خط لکھکر چندہ کیوں نہیں طلب کیا۔ ان سب کی خدمت میں التماس ہے کہ دفتر میں اتنے محرر نہیں ہیں کہ ہر شخص کو طلب چندہ کا خط لکھا کریں اور نہ اتنا مال ہے کہ ہر شخص کو ٹکٹ لگا پوسٹ کارڈ بھیجا جایا کرے پس اس اطلاع کو آپ حضرات کارڈ خیال کر کے فوراً اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرما دیں کہ وی پی بھیجنا ہمارے لئے بھی بڑی مصیبت ہے

ناول جوہر قرآن و سوانح عمری حضرت عمرؓ

دفتر اصلاح کے مشہور دلچسپ ناول تصویر [illegible] کے ختم ہونے پر برابر فرمائشیں آ رہی ہیں مگر ہم مجبور ہیں اور حضرات اسکے دیکھنے کے لئے بے چین ہیں اسی طرح جو حضرات اسی وقت سے رسالہ اصلاح کے خریدار نہیں ہونگے اور ناول جوہر قرآن و سوانح عمری خلیفہ دوم ختم ہونے پر طلب کرینگے تو بہت افسوس کرینگے۔

ڈاکخانہ کجھوا انگریزی میں ڈاکخانہ کجھوا اس طرح لکھا جائے۔ P.O. KUJHWA(BIHAR CIRCLE)

فہرست مضامین اصلاح جلد ۴۲

انصار اصلاح حسب ذیل ہمدردان دین وملت نے اس سال اس رسالہ کو جدید خریدار عنایت فرما کر شکر گزار کیا خدا انھیں جزائے خیر دے اور دوسرے حضرات کو بھی جلد اس طرف متوجہ کرے (۱۶) جناب سید کرار حیدر صاحب کلرک نہر رڑکی (۱۷) جناب چودھری اللہ بخش خانصاحب مکانی ضلع مظفر گڈھ (۱۸) جناب سید محمد امیر صاحب ایڈوکیٹ مظفر نگر (۱۹) جناب مرزا اکبر علی بیگ صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولس پنشنر کانپور (۲۰) جناب سید قربان حسین شاہ صاحب موسوی ضلع رہتک (۲۱) جناب مظفر علی خانصاحب سب انسپکٹر گورکھپور (۲۲) جناب شاہ مظہر حسن صاحب سپرنٹنڈنٹ اعظم گڈھ (۲۳) جناب ڈاکٹر محمد علی الحاج سالمین صاحب بمبئی (۲۴) جناب سید ہادی حسین صاحب قانونگو کھتڑا (۲۵) جناب سید ذوالفقار حسین صاحب زیدی نوڈا (۲۶) جناب سید خادم حسین شاہ صاحب گرداور قانونگو تحصیل گڑھ (۲۷) جناب سید محبوب حسن صاحب عرف منشی میاں غازی پور ضلع فتحپور۔ (باقی آیندہ)

جدید خوشخبری عالی جناب فخامت مآب مولوی سید محمد حسن صاحب ملکر می صدر نائب ظیفہ یاب ریاست حیدر آباد دکن دام مفاخرہم نے وعدہ فرمایا ہے کہ "میں انشاء اللہ عنقریب یکمشت تین سو روپیہ حضرت ... کی نذر کے لئے ارسال خدمت کرونگا" خدائے کریم ممدوح کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ مومنین دعا فرمائیں کہ خداوند عالم ممدوح کی شکایت بصارت کو جلد زائل فرما کر ممدوح کو مطمئن کرے

الحمد للہ کہ محض اس کے فضل و کرم سے اصلاح نمبر ۴ ماہ ربیع الثانی بھی شائع ہو گیا یہ رسالہ تو تقریباً بند ہو گیا تھا (جس کی وجہ انشاء اللہ آئندہ نمبر میں شائع کی جائیگی) لیکن خدا کو ابھی اس سے اپنے دین حق کی خدمتیں لینا مقصود ہیں۔ مومنین دعا فرمائیں کہ ہمارے مصائب جلد ختم ہوں اور دفتر اصلاح اطمینان سے دینی فرائض انجام دینے کے قابل ہو جائے۔

تاریخ ائمہ کا غلط نامہ اور ٹائیٹل پیج خدا کے فضل و کرم سے اس نمبر کے ساتھ شائع کر دیا جاتا ہے۔ اب کل حضرات جن کے پاس سال گزشتہ کے پرچے ہیں تاریخ ائمہ کے اوراق ایک جگہ کر کے اُن کے اوپر اس غلط نامہ کو رکھ کر اور اس کے اوپر ٹائیٹل پیج کا نصف اول سب کے نیچے ٹائیٹل پیج کا دوسرا نصف رکھ کر اس کی جلد بندھوالیں کہ اب خدا کے فضل سے یہ عظیم الشان کتاب مکمل ہو گئی خدا اسے قبول فرمائے۔

تاریخ ائمہ کا گجراتی ترجمہ اس کے متعلق کرمی جناب مولوی سید مرزا الحسن صاحب دام مجدہم عدن سے تحریر فرماتے ہیں " جناب سرکار دہ تاریخ ائمہ کا گجراتی ترجمہ کرا کے گجراتی زبان کے مومنین و مومنات کو فیضیاب بنانا ہے خوشی ہوئی۔ واقعی بہت ہی نیک خیال ہے۔ اور یقیناً ضروری بھی ہے۔ اب تک گجراتی میں جس قدر مذہبی لٹریچر پنجہ کاٹھیاواڑ نیز علاقہ بمبئی میں موجود ہے۔ وہ بالکل ہونے نہ ہونے کے برابر ہے۔ سوائے معدودے چند کتابوں کے جو حال میں بمبئی میں چھپی ہیں۔ سب کی گجراتی زبان بھی بحیثیت زبان ممدوح نہیں ہے۔ جس طرح ہندوستان میں اردو زبان میں ہندو اور مسلمان شریک ہیں بعینہ اُسی طرح مذکورہ بالا علاقوں میں بھی گجراتی زبان میں ہندو مسلم قومیں مادری زبان کی حیثیت سے شریک ہیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ہندوؤں کی گجراتی زبان اور گجراتی کا لٹریچر بہ نسبت مسلمانوں کے بہت بلند پایہ۔ موجودہ زمانہ کی اصطلاحات و اشارات و محاورات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ وہ اپنی مادری زبان کی اس طرح خوب توسیع و اشاعت میں مصروف ہیں۔ مقامات بالا کی کم و بیش پچیس ۲۵ سالہ بود و باش سے میں اتنا ضرور سمجھ سکا ہوں کہ بہ نسبت ہندوؤں کے مسلمانوں کے پاس گجراتی کا زبان کی حیثیت سے فقدان ہے۔ علی الخصوص قوم خوجہ شیعہ اثنا عشریہ تو اس صف میں مثل تہی دستوں کے ہے۔ کتابیں بہت ہیں۔ لیکن بقول انھیں کے لوگوں کے عدم وجود برابر ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے سر آنکھوں پر چڑھانے کے لائق اور قابل عزت۔ لیکن زبان گجراتی

کی حیثیت سے بہت زیادہ قابل قبول نہیں۔ بہر نوع ممکن ہے کہ اس اصلاح م ۳ کے اعلان کو دیکھ کر کچھ لوگ آمادہ ہو کر جناب کو لکھ چکے ہوں۔ یا اب لکھیں گے۔ لیکن مذہبی حیثیت سے میرا بھی فریضہ ہے کہ جناب والا کو اپنی ناچیز رائے سے اطلاع دوں۔ اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ جناب والا بذات خود زبان گجراتی سے جہاں تک میرا گمان غالب ہے واقف نہیں ہیں۔ ترجمہ کا کام جس قدر پابندیوں کا ذمہ دار ہے۔ اُس کے اظہار کی بھی ضرورت نہیں۔ جب تک ایسا شخص نہ ہو کہ جو ہر دو زبانوں بلکہ شئے ترجمہ کی متعلقہ زبانوں سے واقف و ماہر نہ ہو۔ اُس وقت تک کسی کتاب کا ترجمہ کامیاب ترجمہ نہیں کہا جا سکتا۔ میرے خیال میں "تاریخ ائمہ" کے ترجمے کے لئے جناب والا اگر "حاجی محمد جعفر حاجی شریف دیوجی جمال صاحب ممباسہ" کو آمادہ کریں تو وہ فارغ البال ہونے کے علاوہ مذہبی امورات میں اُنھیں معلومات کے علاوہ شوق بھی ہے اگرچہ نہ میں نے آج تک موصوف کو دیکھا ہے نہ کچھ گہرے تعلقات ہیں۔ اُردو کے چند مضامین اُن کے بعض رسالوں اور اخبارات میں دیکھے ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے ایک کتاب عزاداری سید الشہداؑ کے متعلق بنام "شہید اسلام" گجراتی زبان میں لکھی ہے جس کا ایک نسخہ موصوف نے ہدیۃً مجھے جام نگر بھیجا تھا۔ اس کے دیکھنے سے البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ گجراتی اُن کی مادری زبان ہے۔ اس وجہ سے بھی علاوہ اس کے آج کل کی موجودہ گجراتی کے مطابق زبان کی حیثیت سے بھی قابل تعریف ہے۔ عزاداری کے متعلق اعتراضات کا تاریخی واقعات سے زیادہ تر ترجمہ انھوں نے کتاب بالا میں کیا ہے۔ جو واقعی ترجمہ کہے جانے کے لائق ہے۔ جہاں تک علم ہے وہ اصلاح کے خریدار بھی ہیں۔ اگر جناب والا اُنھیں لکھیں گے تو وہ اس کام کو ضرور انجام دیں گے۔ اور پھر وہ ترجمہ زبان کی حیثیت سے گرا ہوا بھی نہ ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ اُن کے علاوہ اور کوئی صاحب کسی صورت سے پیدا ہو جائیں جو اس کام کو باحسن وجوہ انجام دے سکیں۔ بہتر ہوگا کہ معتبر ذرائع سے ان کی علمی حیثیت معلوم کر لی جائے۔" مکرمی جناب حاجی خوجہ محمد جعفر شریف دیوجی صاحب دام مجدہ مقیم ممباسہ رسالہ اصلاح کے بہت قدیم ہمدرد اور بڑے معین ہیں۔ برابر جدید خریدار بھی عنایت فرماتے اور مالی اعانت بھی کرتے رہتے ہیں۔ بعض موقع پر یکمشت تین سو روپیہ تک سے آپ نے اس کی مدد بھی کی ہے۔ ممدوح کا علمی مذاق قابل قدر اور دینی معارف کی ترویج کا خیال بھی قابل ناز ہے۔ اگر ممدوح تاریخ ائمہ کا گجراتی زبان میں ترجمہ کرنے کیلئے وقت نکال سکیں تو ایک ضروری اور مفید دینی کام ہو جائے۔ (مدیر اصلاح)

جوہر قرآن و سوانح دوم پر رائیں

جناب سید قربان حسین شاہ صاحب موسوی ضلع رہتک سے لکھتے ہیں "آپ کی علالت سے سخت تشویش ہوئی ہے۔ نماز ہائے فریضہ کے بعد بارگاہ ایزدی میں دعا کیجاتی ہے کہ وہ آپ کو بتصدق جناب آقائے دو جہان و آل محمد ممدوح الشان کو صحت بخشے کیونکہ آپ کی زندگی شیعہ قوم کیلئے فخر ہے۔ بلکہ شیعہ قوم آپ کی زندگی سے زندہ ہے" (۲) جناب ڈاکٹر سید منظر عباس صاحب سیفی دام مجدہ نے بلاسپور سے لکھا "میں سوانحعمری خلیفہ اول اور تاریخ ائمہ کے متعلق کسی عریضہ میں اپنی رائے کا اظہار کر چکا ہوں۔ اگرچہ میں کیا اور میری رائے کیا۔ لیکن چونکہ اظہار حق از بس ضروری ہے اس لئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جوہر قرآن انشاء اللہ المستعان تحفہ اثنا عشریہ کا بہترین جواب ہوگی اور مومنین کی دیرینہ آرزو بر آئیگی۔ کیا خوب ابتدا کی ہے۔ سبحان اللہ وجزاکم اللہ۔ سوانح عمری خلیفہ دوم کے ابتدائی اوراق ہنوز شائع ہو رہے ہیں مگر بتا رہے ہیں کہ ہونیوالی کتاب کس درجہ مدلل ہوگی۔ الحق کہ تحقیق آپ کا حق ہے۔ خداوند عالم آپ کو صد و سی سال قائم رکھے اور مومنین کو آپ کی تصانیف سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع دے۔ آمین ثم آمین"۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے محض خدائے کریم کے فضل اور شان سے اور وہی اس پر قادر ہے کہ دونوں کو بہترین عنوان سے مکمل کرائے۔

ایک ضروری تجویز

مکرمی جناب سید کاظم حسین صاحب زیدی اور سیر باز پور ضلع نینی تال دام مجدہ نے برادران اہلسنت سے بھی دو صاحبوں کو اصلاح کا خریدار بنایا ہے۔ اور ان سے چندہ وصول کرکے بھیجدیا ہے۔ لکھا ہے کہ ان کو خلیفہ دوم کی سوانح عمری پڑھنے کا اشتیاق ہے اس وجہ سے اس کے خریدار ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں حضرات اہلسنت میں جوہر قرآن اور سوانحعمری خلیفہ دوم کی بکثرت اشاعت کرنے اور ان کو کتاب تحفہ اثنا عشریہ اور الفاروق کی حقیقت اور مذہب حق کی اصل تصویر دکھانے کی شدید ضرورت ہے۔ اس وجہ سے عام اعلان کرتا ہوں کہ اب اہلسنت سے جو صاحب خریدار ہونگے اُن سے اس کا سالانہ چندہ صرف عہ لیا جائیگا۔ ناظرین اصلاح کوشش کریں کہ اہلسنت سے جو تحقیق حق کا اشتیاق رکھتے ہوں اور ان کی رائے بھی انصاف پسند ہو ان کو اس رسالہ کی خریداری پر ضرور آمادہ کریں تاکہ وہ سمجھ سکیں قرآن مجید سے کس مذہب کی حقیت ثابت ہوتی ہے اور حضرت عمر کے کارناموں کی کیا حقیقت ہے۔ دوسرے مذہب والے تو اپنے مذہب کی تبلیغی کتابیں اپنے خرچ سے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر دوسروں کو مفت تقسیم کرتے ہیں۔ ہماری قوم میں اتنی دولت کہاں کہ جوہر قرآن و سوانح دوم کو خرید کر اور اپنے پاس سے رسالہ اصلاح کا چندہ ادا کرکے دوسرے مسلمانوں میں ان دونوں مفید ترین کتابوں کو مفت تقسیم کریں لیکن کم از کم زبانی زحمت تو گوارا کریں۔

علمی خیانتیں

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو اصلاح جلد ۴۱ نمبر ۱)

طباعت بخاری میں تحریف کی تازہ مثال جو اصلاح جلد ۴۱ نمبر ۱ ماہ محرم ۱۳۵۶ ہجری میں شائع کی گئی ہے اوس کے آخر میں میں نے بخاری صاحب کے عنوان سے دھوکا کھا کر متعہ سے مراد متعۃ الحج قرار دیا اس طرح بخاری صاحب اپنی تدبیر میں کامیاب ہو گئے ہوتے لیکن اتفاقاً یہی حدیث علامہ نیشاپوری کی تفسیر میں نظر سے گزری اور اس کو علامہ موصوف نے متعۃ النساء سے متعلق لکھا تو میں نے خیال کیا کہ اپنی غلط فہمی کا اظہار کر دوں تاکہ لوگوں کو اس سے یہ فائدہ بھی پہونچے کہ بخاری صاحب نے اکثر ایک مطلب کی حدیث دوسرے باب میں اسی لئے تحریر فرمائی ہے تاکہ لوگ یا تو نتیجہ کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں یا غلط نتیجہ نکالیں۔ جیسا کہ میں نے متعۃ الحج کے باب میں اس حدیث کو دیکھکر اس کا تعلق اوسی سے سمجھا۔ حالانکہ نیشاپوری نے اس حدیث سے متعۃ النساء سمجھا ہے۔

اصحاب کا جہنمی ہونا کہاں مذکور ہے؟ چنانچہ اسی بنیاد پر بخاری صاحب نے جہاں اصحاب کی تعریف کے پُل باندھے ہیں وہاں اُن احادیث کو ذکر نہ فرمایا جن سے "یاران طریقت" کی تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھائی دیتا۔ اس طرح پڑھنے والے کے دماغ میں اصحاب کی مطلق جلالت قدر کا سکہ جم گیا۔ کبھی انہیں وہم بھی نہیں ہوتا کہ اصحاب بھی جہنمی ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ ایک دو نہیں بلکہ سات مقام پر مختلف لفظوں میں اسی بخاری شریف میں اصحاب رسولؐ کے جہنمی بدعتی ہونے کا صاف صاف اعلان موجود ہے مگر وہ کہاں؟ مثلاً حوض کے ذکر کے بہانے احادیث حوض میں۔

بہر حال یہ تو گزشتہ کے متعلق گزارش تھی اب تازہ تماشہ ملاحظہ ہو۔

ترجمہ مشکوۃ شریف میں تحریف اس امر کو میں بار بار عرض کر چکا کہ اہلسنت آج کل خصوصیت سے اُن امور کو اپنی کتابوں سے نکال رہے ہیں جو اُن کے ضعف یا تشیع کی تائید پر دال ہیں۔ اور نہ صرف اپنی ہی کتابوں میں ایسا کرتے ہیں بلکہ شیعوں کی کتابوں میں بھی پوری ترمیم کر کے اپنے رنگ میں ڈبو دیتے ہیں مکارم الاخلاق

وغیرہ کی مثال اوپر گزر چکی ہے اور کتاب طہارت ابن مسکویہؒ کا بیان آگے آیا چاہتا ہے۔
اس وقت میں مشکوۃ شریف کے متعلق اسی مطمح نظر کے ماتحت تحریف کی مثالیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔
حمیدیہ پریس دہلی میں مختلف ترجمے شائع ہوئے ہیں ۱۸×۲۲/۸ کی تقطیع پر مشکوۃ شریف کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ ٹائیٹل پیج پر بہ ترتیب عبارات ذیل ہیں (بسلسلہ ترجمات احادیث شریف) اس کے بعد دوسری سطر ہے (نمبر ۷) ۳ سطر (انتخاب احادیث صحاح عشرہ) ۴ سطر (المصابیح) پانچویں سطر (مشکوۃ) چھٹی سطر (اردو ترجمہ) ساتویں سطر (جلد ثانی) آٹھویں سطر (جس میں بخاری مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ نسائی مسند امام مالک) نویں سطر (امام شافعی۔ امام حنبل اور مسند بیہقی کا بہترین انتخاب ہے) دسویں سطر (مترجمہ) گیارہویں سطر (الفاضل علامہ سید عبدالدائم جلالی بخاری) بارہویں سطر (اختیار حقوق اشاعت دائمی) تیرہویں سطر (خالد بن الحمید نے) چودہویں سطر (حمیدیہ پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا)
اس کتاب کے صفحہ ۳۹۸ پر حدیث نمبر ۵۹۱۷ کے ترجمہ میں یہ عبارت درج ہے "حضرت بریدہؓ کہتے ہیں نبی اکرم صلعم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھکو چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں ان چار کو محبوب رکھتا ہوں۔ ابوذر۔ اور مقداد اور سلمان فارسی ان کی محبت کا مجھکو علم ہے اور فرمایا ہے کہ ان کو محبوب رکھتا ہوں۔"
چار شخصوں کے لئے صرف تین سے ابوذر۔ مقداد اور سلمان کا مراد ہونا ظاہر ہے کہ علم الحساب کی اعلیٰ قابلیت کا سرٹیفکیٹ ہے۔ روایت میں یہ بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ چوتھے کا نام خود رسولؐ یا راوی نے نہیں لیا یا راوی کو بھول گیا یا مترجم صاحب نے مناسب نہیں سمجھا۔ اصل یہ ہے کہ مترجم اُس دنیا کے بسنے والے لوگ ہیں جن کے دل و دماغ کو مذہبی امور میں کامل طور پر معطل کر دیا جا چکا ہے اور وہاں چار یعنی تین سمجھنے میں وزی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ اب ہم مشکوۃ سے اصل حدیث نقل کر دیتے ہیں تاکہ سمجھ میں آ جائے کہ چوتھا کون ہے، جس کا نام نہ لینا سنت، سلف ہے ملاحظہ ہو مشکوۃ شریف باب جامع المناقب فصل ثالث صفحہ ۵۸۰) مطبوعہ مجتبائی دہلی ماہ ربیع الاول ۱۳۱۸ ہجری۔ عن بریدۃ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالی امرنی بحب اربعۃ واخبرنی
انہ یحبہم قیل یا رسول اللہ سمہم لنا قال علی منہم یقول ذلک ثلاثا
وابوذر والمقداد وسلمان امرنی بحبہم واخبرنی انہ یحبہم رواہ الترمذی -
اس حدیث کے خط کشیدہ الفاظ مترجم صاحب نوش فرما گئے جس میں علیؑ کا نام تین دفعہ
رسولؐ کی زبان پر جاری ہوا ہے۔ اس چھاپہ میں خط کشیدہ الفاظ کے نیچے مرقات کا یہ حاشیہ
بھی ملاحظہ ہو (ثلاثا، بانہ افضلہم) اس کے علاوہ اسی کتاب میں لمعات کا حاشیہ
اس عبارت پر حسب ذیل ہے (قولہ یقول ذلک ثلاثا انما قال ثلاثا تاکیدا لان بریدۃ
کان فیہ شیء من علیؓ لما رای منہ رضی اللہ عنہ فی قضیۃ امارۃ الیمن بالسویۃ)
حدیث کے حاشیوں کے متعلق مجھے کچھ عرض کرنا نہیں ہے سنی نقطۂ نگاہ کی توضیحیں ہیں
کبھی تو اہلسنت افضلیت پر بحث کرنے سے بھاگتے ہیں کہ اس کا تعلق غیب سے ہے ہم
کیا جانیں کہ خدا کس کو ثواب زیادہ دے گا۔ اور کبھی افضلیت پر بحث کر کے فیصلے شروع
کر دیتے ہیں کہ کون افضل ہے کون مفضول ہے۔ بہر حال اگر حضرت علیؑ جناب مقداد
وسلمان سے افضل ہی ہوئے تو کیا ہم تو ان کو انبیاء سے بھی (سوائے سرور کائناتؐ)
افضل جانتے ہیں۔ ہمیں اس وقت یہ بحث بھی چھیڑنی نہیں ہے کہ ایک طرف تو صحابہ کا
آپس میں وہ میل جول کہ اللہ کی پناہ۔ اور دوسری طرف محشی صاحب کا بریدہ صحابی اور
حضرت علیؑ میں کشمکش بیان کرنا کس کو کیا کہا جائے اس وقت تو ہمیں صرف یہ عرض کرنا
ہے کہ حدیث اور اس پر نوٹ حاشیہ سب کچھ ہوتے ہوئے وہ جملے کا جملہ ندارد
کر دیا جائے جس سے علیؑ کی فضیلت نکلتی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ کارروائی دانستہ طور پر کی گئی ہے

علیؑ کے نام سے عداوت نئی بات نہیں ہے اس موقع پر ناظرین کے لطف کے لئے مناسبت مقامی کے سبب یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ ترکیب
مترجم وناشر نے ممکن ہے کہ مادر گرامی جناب عائشہ صاحبہ سے سیکھی ہو۔ ملاحظہ ہو تاریخ
طبری عن عبید اللہ عن عائشہ قالت خرج رسول اللہ صلعم بین رجلین من
اہلہ احدہما الفضل بن العباس ورجل اخر تخط قدماہ الارض عاصبا
راسہ حتی دخل بیتی قال عبید اللہ حدثت ہذا الحدیث عبد اللہ بن

عباس فقال هل تدری من الرجل قلت لا قال علی بن ابی طالب ولٰکنها لا تقدر علی ان تذکرہ بخیر۔

جب مادر گرامی صرف اتنی سی بات میں کہ رسولؐ علیؑ کے سہارے سے باہر نکلے نام ٹال گئیں تو لائق صاحب زادے محبت خدا اور رسولؐ کے وقت علیؑ کا نام نہ لیں اور نہ چھپوائیں تو کیا عجب ہے۔

کتاب تہذیب الاخلاق و تطہیر الاعراق معروف بہ طہارۃ ابن مسکویہ اس کتاب کے دو نسخے اس وقت میرے پیش نظر ہیں اور دونوں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں موجود ہیں۔ ایک نسخہ ۲۰×۲۶/۸ سائز پر مطبع علوی منسوب بہ علی بخش خاں لکھنؤ میں ۱۲۷۱ھ ہجری میں چھپا ہے۔ کتاب کے ایک سو سات صفحے ہیں اور ایک سو آٹھویں صفحہ پر خاتمۃ الطبع لکھنو ہے جس میں زمانہ اشاعت ۱۲۷۱ھ ہجری۔ زمانِ کپتان فلی جرہیس صاحب قائم مقام رزیڈنٹ لکھا ہے۔

دوسرا نسخہ ۱۸×۲۲/۱۶ سائز پر مصر میں ٹائپ پر چھپا ہے اسکے ٹائیٹل پر عبارت ذیل چھپی ہے

الطبعة الاولی بالمطبعة الحسینیة المصریة سنه ۱۳۲۹ هجریه علی نسخة سید محمد عبد اللطیف الخطیب وشرکاہ بمصر اس کے صفحات ایک سو بچاسی ہیں صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷ پر مصحح کی طرف سے خاتمۃ الطبع لکھا ہے اس کے علاوہ چار صفحوں پر مطالب کتاب کی فہرست ہے۔

جب ان دونوں نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو انہیں اچھا خاصا اختلاف نظر آتا ہے اور نمایاں ہوتا ہے کہ دانستہ طور پر مصر کی کتاب میں تحریف کی گئی ہے ابتداء ہی میں حمد و نعت جو طبع لکھنؤ میں ہے اس سے قبل پوری دو سطریں بلا کسی تنبیہ و اشارہ کے اضافہ کر دی گئی ہیں ملاحظہ ہو مطبوع مصر الحمد لله الذی ارشد الی الصراط المستقیم و مدح الخلق العظیم وارسل نبیه محمد متمما لمکارم الاخلاق و ادبه فاحسن تادیبه علی الاطلاق اس کے بعد مصنف کی تحریر اللهم انا نتوجه الیک الخ شروع کی گئی ہے جس سے مطبوع لکھنؤ میں ابتدا ہے۔

نسخہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۱ پر عدالت کے ماتحت فضائل کا ذکر کرتے ہوئے صرف اتنی عبارت ہے:

الفضائل التی تحت العدالة الصداقة الالفة صلة الرحم المکافاة حسن الشرکة

حسن القضاء التودد والعبادة لیکن مصری چھاپہ میں العبادة کے آگے

عبارت ذیل کا نمایاں بے ربط اضافہ ہے (ملاحظہ ہو مصری چھاپہ صفحہ ۱۹۱) ترک الحقد

مکافاة الشر بالخیر استعمال اللطف رکوب المروءة فی جمیع الاحوال ترک المعاداة

ترک الحکایة عمن لیس بعدل رضی البحث عن سیرة من یحکی عنه العدل

ترک لفظة واحدة لاخیر فیها لمسلم فضلا عن حکایة توجب حدا او قذفا او قتلا

او قطعا ترک السکون الی قول سفلة الناس وسقطهم ترک قول من یکدی بین الناس

ظاهرا باطنا او یلحف فی مسئلة او یلح بالسؤال فان هولاء یرضیهم الشئ الیسیر فیقولون

لاجله حسنا ویسخطهم اذا منعوا الیسیر فیقولون لاجله قبیحا ترک الشره فی کسب

الحلال وترک رکوب الدناءة فی الکسب لاجل العیال الرجوع الی الله وعهده

ومیثاقه عند کل قول یتلفظ به او لحظ یلحظه او خطرة فی اعدائه و اصدقائه ترک

الیمین بالله و بشئ من اسمائه وصفاته رأسا و لیس بعدل من لم یکرم ذوی وجته

و اهلها المتصلین بها و اهل المعرفة الباطنة به و خیر الناس خیرهم لاهله

وعشیرته و المتصلین به من اخ او ولد او متصل باخ او ولد وقریب او نسیب

او شریک او جار او صدیق او حبیب ومن احب المال حبا مفرطا لم یصل لهذه

المرتبة فان حرصه علی جمع المال یصده عن استعمال الرافة واستیفاء الحق وبذل

ما یجب و یضطره الی الخیانة والکذب و الاختلاق والزور و منع الواجب والاستقصاء

واستجلاب الدانق والحبة والذرة لبیع الدین والمروة وربما انفق اموالا جمة

محبة منه للمحمدة وحسن الثناء ولا یرید بذلک وجه الله وما عنده بل یتخذها

مصیدة و یجعل ذلک مکسبة ولا یعلم ان ذلک علیه سیئة و مسبة۔

اس عبارت میں خصوصیت سے و لیس بعدل من لم یکرم ذوی وجته الخ قابل لحاظ ہے بہرحال

اس کے بعد دونوں کتابوں کی عبارت ملتی ہے یعنی صداقة کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔

لکھنؤ کی چھپی ہوئی کتاب میں آخر کتاب کے الفاظ حسب ذیل ہیں والحمد لله رب العلمین والصلوٰة

علی نبیه محمد و آله الطاهرین مصری چھاپہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں والحمد لله رب العلمین

والصلوٰۃ علی النبی محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین وحسبنا اللہ ونعم المعین آمین
اصحابہ اجمعین کی زیادتی خصوصاً ملحوظ رکھنا چاہیئے۔
ہم نے بطور نمونہ یہ چند مثالیں لکھدی ہیں ورنہ درمیان کتاب جا بجا دونوں نسخوں میں اختلاف ہے اور اوس کا انداز ایسا ہی ہے جس سے مصنف کے مذہب ومشرب کے خلاف اپنا مطلب حاصل کرنا معلوم ہوتا ہے۔ عدیل اختر از مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

حاجی ثناء اللہ صاحب کی افترا بازیاں

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

حاجی ثناء اللہ صاحب مدت دراز سے شیعوں پر افتراء و بہتان کا عظیم الشان مشن جاری کئے ہوئے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے آپ یہ اتہام کر چکے ہیں کہ "شیعہ کی مستند کتاب اصول کلینی میں خاص ایک باب متعلقہ نکاح ام کلثوم اسی غرض کے لئے مقرر ہے" (اخبار اہلحدیث ۷ شعبان ۵۸ھ) اس پر میں نے ممدوح سے بار بار دریافت کیا کہ اصول کلینی کے کس صفحہ میں وہ باب ہے اور وہ اصول کلینی کہاں ہے۔ دکھاویں تو میں سنی ہو جاؤں اور اگر نہ دکھائیں تو وہ شیعہ ہو جائیں مگر ؎

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں ؛ واں اک خاموشی مرے سب کے جواب میں

یہاں تک میں نے کہا کہ آپ لکھنؤ میں چل کر عیسائی آریہ اور قادیانی عربی داں حضرات کے مجمع میں اصول کلینی میں وہ عبارت دکھادیں اور مجھے سنی کریں ورنہ خود ہی مذہب حق شیعہ قبول کر کے بہشت کا پروانہ لے لیں۔ لیکن آپ اسکے لئے بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ اہلحدیث حضرات بھی ان کی اس بے بسی کو محسوس کر رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالب ؛ کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

اس شکست فاش کے بعد تو حاجی صاحب کو اپنی افتراء پردازی سے توبہ کرنی چاہیئے مگر وہ جب شیعوں کے مقابلہ میں بولیں گے افتراء ہی کرینگے کیونکہ ان کو سچ وہی تہمت کی بیماری جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔ حال میں آپ نے پھر شیعوں پر افتراء اور صریح بہتان کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں "حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے روایت ہے قال رسول اللہ ﷺ یظہر فی آخر الزمان قوم یسمون الرافضۃ یرفضون الاسلام (مسند احمد جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۳) یعنی حضرت علیؑ روایت کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا آخر زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی جنکو

رافضی کہا جائیگا۔ وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔ یہ حدیث اپنے معنے میں صاف ہے کہ رافضی لوگ اصل اسلام کو چھوڑ دینگے۔ یہ ہمارا قول نہیں بلکہ پیغمبر اسلام علیہ السّلام کا ارشاد ہے۔ منطقی طور پر یہ حدیث شکل اول کا کبرے ہے۔ اس لئے اس کے صغرے کا وجود ضروری ہے تاکہ شکل اول مرتب ہو کر نتیجہ دے سکے۔ صغرے کا ثبوت شیعہ کی معتبر کتاب الروضہ ص۱۶ سے ملتا ہے جہاں امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں ہمارا نام رافضی اللہ نے رکھا ہے۔ بس یہ شکل اول کا صغرے اور حدیث مذکور اس کا کبرے۔

اعیان شیعہ ۔ اور اہل علم اصحاب ہماری پیش کردہ منطقی شکل کے ہر دو مقدمات پر نظر کر کے نتیجہ سے ہمیں اطلاع دیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمیں یہ کہنے کا موقع ملے ؎

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا ۔:. مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے (ناظم الحدیث ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ)

حاجی صاحب! کب تک افترا بازی کا پیشہ آپ جاری رکھئے گا؟ اب بھی تو ہوش کیجئے اور سمجھئے کہ ہر... راموسے کے مطابق یہ حقیر طالب العلم آپ کی خدمت کو حاضر ہو گیا ہے جس کی ایک گرفت سے بھی آپ آج تک نہیں نکل سکے۔ ذرہ فرمائیے تو کتاب الروضہ میں وہ عبارت کہاں ہے؟ آپ کہیں گے کہ یہ اردو ترجمہ ہے تو اسکی اصلی عربی عبارت پیش کیجئے تاکہ اہل علم سمجھ سکیں کہ کیا واقعا حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے کو رافضی کہا ہے یا آپ لوگوں کا حضرتؑ کے متعلق بھی یہ ایسا ہی افترا ہے جیسا حضرت رسول خدا صلعم کے متعلق رہا کہ حضرتؐ کو ابن ابو کبشہ کہتے رہے ہیں [1] جس کے شواہد آپ ہی کی کتب تفسیر و سیرۃ و حدیث و تاریخ میں بھرے ہوئے ہیں۔

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ اعدت للکافرین

---

[1] مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی نے لکھا ہے " لقد آمر امر ابن ابی کبشہ ابو سفیان نے کہا جب وہ کافر تھا اب تو ابو کبشہ کے بیٹے یعنی آنحضرتؐ کا کام بڑا ہو گیا اُن کا درجہ بڑھ گیا۔ اتنا کہ روم کا بادشاہ اُن سے ڈرتا ہے۔ کہتے ہیں ابوکبشہ ایک شخص تھا خزاعہ کا جس نے بتوں کی پرستش میں قریش کی مخالفت کی اور شعری ستارے کا پوجا شروع کیا تو آنحضرتؐ کو جو دین میں قریش کے مخالف تھے اُس سے تشبیہ دی... ابو سفیان نے تحقیر کی راہ سے آنحضرتؐ کو ابوکبشہ کا بیٹا کہا" (انوار اللغۃ پ ۲۲ ص۵)

اگر تم نہ پیش کر سکو اور ہرگز نہ پیش کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے اور وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے (پارہ ۱ ع ۳)

رہی پہلی حدیث تو اُس میں آنحضرت صلعم صاف فرماتے ہیں نیظہر فی اخر الزمان قوم الخ آخر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہو گی اور معلوم ہے کہ وہ شیعوں کے علاوہ کوئی قوم ہو گی کیونکہ شیعہ آخر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوں گے بلکہ حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ ہی سے موجود ہیں۔ آپ کے پیشوائے اعظم جناب مولوی وحید الزمان خاں صاحب لکھتے ہیں "اصل میں شیعہ گروہ کو کہتے ہیں۔ اس کا استعمال ان لوگوں کے لئے کیا جاتا ہے جو حضرت علیؑ سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کے اہل بیت سے۔ محیط میں ہے کہ شیعہ ایک بڑا فرقہ ہے مسلمانوں کا جو آنحضرتؐ عہ کے بعد حضرت علیؑ کی خلافت پر نص کر دیا تھا اور ہمیشہ امامت آپ ہی کی اولاد میں رہے گی دوسرے خاندان میں نہیں جا سکتی۔۔ اکثر شیعہ ہمارے زمانہ کے اثنا عشری ہیں۔ اور اہل سنت جماعت بھی اس معنے کر شیعہ ہیں کہ حضرت علیؑ اور اہلبیت سے محبت رکھتے ہیں[۱]۔" (انوار اللغۃ پارہ ۱۳ صفحہ ۱۴۲) حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ میں شیعوں کے موجود ہونے کی یہ زبردست گواہی بھی ملاحظہ ہو۔ مولوی صاحب ممدوح ہی لکھتے ہیں " ستقدم علی اللّٰہ انت و شیعتک راضین مرضیین و یقدم علیہ عدوک غضابا مقمحین ثم جمع یدہ الی عنقہ یریھم کیف الاقماح آنحضرت صلعم نے حضرت علی مرتضیٰ

عہ کے بعد حضرت علی کو امام جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم

---

[۱] تعجب ہے کہ مولوی صاحب اس جگہ تو یہ تحریر فرماتے ہیں اور دوسری جگہ اسی کتاب میں یہ لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "لا دخل الجنۃ من اطاع علیا وان عصانی وادخل النار من عصاہ وان اطاعنی۔ اللہ تعالے نے فرمایا جو کوئی علی کی اطاعت کرے اگرچہ وہ گنہگار ہو میں اس کو بہشت میں لے جاؤں گا۔ اور جو کوئی علی کی نافرمانی کرے وہ اگرچہ میرا مطیع ہو میں اُس کو دوزخ میں لے جاؤنگا۔ اُس کا صحابی ہونا کچھ کام نہ آئیگا۔ مطلب یہ ہے کہ محبت علی جزو ایمان ہے اور بغض آپ کا کفر ہے۔ اس حدیث کو زمخشری نے روایت کیا ہے۔ فائدہ۔ مجھ سے میرے شیخ جناب حافظ عبد العزیز صاحب محدث لکھنوی نے بیان کیا کہ لکھنؤ میں ایک صاحب جو اپنے تئیں سنی کہتے تھے کہنے لگے کہ جب تک آدمی کے دل میں انڈے برابر حضرت علی کا بغض نہ ہو اُس وقت تک وہ سنی نہیں ہو سکتا۔ معاذ اللہ خدا کی پناہ ایسے سنیوں سے۔ یہ کمبخت خارجی اور ناصبی ہیں۔ ان کو سنی کون کہتا ہے"۔ (انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پارہ ۱۸ صفحہ ۱۳۳)

سے فرمایا قریب ہے کہ تم اور تمھارے گروہ والے (شیعہ) خوش خوش اللہ تعالےٰ کے پاس حاضر ہونگے اور تمھارے دشمن غضبناک سر اوپر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ قاعدہ ہے کہ جب گردن میں طوق پڑا ہوا ہوا ور وہ تنگ ہو تو سر اوپر اٹھ جاتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو گردن پر رکھ کر تبلایا یعنی اقماح کے معنے سمجھائے کہ اس طرح سر اوپر اٹھائے ہوں گے۔ اُن کے سر الل رہے ہوں گے۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا فھی الی الاذقان فھم مقمحون۔ ہم نے ان کے گلے میں ٹھڈیوں تک طوق پہنائے اب اُن کے سر الل رہے ہیں۔ اور اوپر اٹھے ہوئے ہیں۔ فائدہ۔ یہ حدیث شیعہ اور اہل سنت دونوں کی کتابوں میں مروی ہے اور اس میں صاف صراحت ہے کہ شیعیان علیؑ وہی ناجی اور مقبول بارگاہ الہٰی ہیں اور مخالفین اور دشمنان علی مبغوض بارگاہ خداوندی اور تباہ ہونے والے ہیں۔ شیعیان علی سے وہ جماعت صحابہ اور تابعین مراد ہے اور اسی طرح قیامت تک وہ تمام اہل اسلام جو حضرت علی اور آپ کی اولاد سے محبت اور اخلاص رکھتے ہیں۔ یا اللہ ہمارا حشر بھی شیعیان علی مرتضیٰ میں کر اور مرتے دم تک ہم کو محبت اہل بیت علیہم السلام پر قائم رکھ فائدہ۔ دشمنان علی سے مراد فرقہ خوارج اور نواصب ہے جو حضرت علی سے بغض رکھتے ہیں یا آپ کی اولاد سے۔ اُن کو نجات ملنا مشکل ہے گو وہ کتنی ہی عبادت اور ریاضت کریں کیونکہ حضرت علی سے بغض رکھنا گویا رسول اللہؐ سے بغض رکھنا ہے۔ اسی لئے دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا تم سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہوا اور تم سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ شیعہ علی ایک قدیم فرقہ ہے جس کا ذکر خود آنحضرتؐ نے کیا۔ اسی طرح عدوّ علی۔ تو درحقیقت اہل اسلام کے دو ہی فرقے ہیں ایک شیعہ دوسرے خوارج" (انوار اللغۃ پارہ ۲۱ ص ۱۴) مذہب شیعہ اتنا حق ہے کہ مولوی صاحب ممدوح لکھتے ہیں "ایک مسجد میں امامیہ موذن اذان میں یوں پکارتا تھا اشھد ان علیا ولی اللہ۔ اس پر بعضے سنی مسلمان ناراض ہوئے۔ مجھ سے آن کر شکایت کی۔ میں نے کہا وہ موذن تو اتنا ہی کہتا ہے اشھد ان علیا ولی اللہ میں تو اس سے بڑھ کر کہتا ہوں اشھد ان علیا امام الاولیاء وسید الاصفیاء وخیر الخلائق بعد الانبیاء[1]" انوار اللغۃ پارہ ۱۸ ص ۱۰) یہ بھی لکھا ہے "ہر طرح کے علمی خدمات جیسے قضا۔ امامت۔

[1] میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا کے کل ولیوں کے امام اور کل صفیوں کے سردار اور انبیاء کے بعد کل مخلوقات سے بہتر حضرت علی ہیں (جس سے ثابت ہوا کہ مولوی صاحب ممدوح حضرت علی کو خلفاء ثلثہ بلکہ کل فرشتوں سے افضل و بہتر سمجھتے تھے) ۱۲

خطابت۔ احتساب۔ افتاء اور تدریس تمام جاہلوں کے ہاتھ میں ہیں اور یہی جاہل شمس العلماء اور بدر الفضلاء کے خطابات سے ممتاز کئے جاتے ہیں اور جو لوگ واقعی عالم ہیں اور اُن کا وجود مغتنمات سے ہے اُن کی کوئی قدر و منزلت نہیں کرتا۔۔ عجب حال ہے ایک بے علم ناخواندہ شخص جو اردو بھی صحیح پڑھنا نہیں جانتا اور قرآن بھی غلط پڑھتا ہے نماز کی امامت کے لئے منتخب کیا جاتا ہے اور عام لوگ خوشی سے اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور عالم کے موجود ہوتے ہوئے اس کو امام نہیں بناتے۔ یہ قیامت نہیں تو کیا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔ ایک[1] مفتی صاحب ماشاء اللہ یہ فتوے دیتے ہیں کہ باپ کی جورو حرام ہے لیکن دادا پردادا کی جورو سے نکاح کر سکتا ہے۔۔۔۔ دوسرے مفتی صاحب یہ فتوے دیتے ہیں کہ رنڈی یا رشوت خوار یا سود خوار جب زنا یا رشوت یا سود سے توبہ کرلے تو وہ مال حلال طیب ہو گیا۔۔۔۔ شیعہ امامیہ نماز کی امامت کے مسئلہ میں لاکھ درجہ ان نام کے سنیوں سے بہتر ہیں۔ اُن میں جب تک مجتہد صاحب کسی کو نماز کی امامت کی سند نہ دیں اسکے پیچھے کوئی اقتدار نہیں کرتا بلکہ الگ الگ نماز پڑھ لیتے ہیں"۔ (انوار اللغۃ پارہ ۱۲ صـ۱۱) ممدوح ہی یہ بھی لکھتے ہیں "آنحضرت صلعم کی نماز میں رکوع اور رکوع کے بعد قومہ اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ یہ سب برابر برابر ہوتے۔ افسوس کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے خصوصاً حنفیوں اور شافعیوں نے اس سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ کیا کرتے ہیں۔ رکوع کے بعد قومہ اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ بہت خفیف کرتے ہیں بعضے چور نمازی تو رکوع کر کے برابر سیدھے کھڑے بھی نہیں ہوتے اور مقتدیوں کو ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کے کہنے کی بھی مہلت نہیں دیتے کہ سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے بھی نہیں کہ دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ نماز کیا پڑھتے ہیں مرغ کی طرح ٹھونگیں لگاتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ" (انوار اللغۃ پارہ ۲۱ صـ۵۴) امید ہے کہ حاجی ثناء اللہ صاحب اب بھی اپنی افترا پردازیوں سے

[1] حاجی ثناء اللہ صاحب سمجھتے ہیں کہ یہ مفتی صاحب کون ہیں؟ یاد ہے کہ آپ ہی نے اپنے اخبار اہل حدیث میں یہ فتوے دیا تھا کہ پوتا اپنی دادی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور مولوی وحید الزمان خانصاحب مرحوم نے اسی وقت اخباروں میں آپ کی غلطی شائع کر دی تھی۔ پھر اس کتاب میں بھی آپ ہی پر چوٹ کی گئی۔ آپ کی حالت پر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ غیر تو خیر غیر ہی ہیں آپ کے ہم مذہب بھی برابر آپ کو گمراہ ہی سمجھتے رہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۱۲۔

باز آئیں گے اور اب تو مذہب حق قبول کرکے نجات آخرت کی کوشش کریں گے ۔ وما علینا الا البلاغ

وقف محسنیہ ہوگلی

افسوس شیعوں کا یہ عظیم الشان وقف روز بروز بربادی ہی کی طرف جارہا ہے ۔ پرنس اکرام حسین صاحب بہادر کے لئے سچے ہمدردان وقف نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح ممبر مقرر کر دیئے جائیں لیکن ان کی یہ آرزو پائمال کر دی گئی ۔ اب سنا ہے کہ وقف محسنیہ کو وقف بورڈ کے تحت میں داخل کر دیا گیا جس سے ۲۵ سو کا مزید ٹیکس وقف پر عائد ہو گیا ۔ مقدمہ وقف محسنیہ کو بھی برباد کرنے کی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی جاتی واعظ محترم جناب مولوی سید علی صاحب صدر الافاضل کو بھی جو مقدمہ بالا کے رکن اعظم ہیں فروری ۳۸ء سے معزول کر دیا گیا اور کوشش ہو رہی ہے کہ ممدوح جلد از جلد ملازمت امام باڑہ سے بالکل علحدہ کر دئیے جائیں ۔ ممدوح کا قصور صرف یہ ہے کہ قوم کی طرف سے وقف کا مقدمہ لڑ رہے ہیں ۔ تمام انتظامات امام باڑہ میں اندھیر مچا ہوا ہے ۔ اب بھی اگر ہمدردان ملت آمادہ ہو جائیں تو سب بگڑے کام بن جا سکتے ہیں ۔ صرف اپنے دل میں دینی درد پیدا کرنے کی ضرورت ہے ۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا صیغہ وقف معلوم نہیں اس زمانہ میں وقف ہوگلی کے لئے کیا کر رہا ہے ۔ مجاہد کرم جناب مولوی سید علی صاحب ایدہم اللہ قابل صد ہزار تحسین ہیں کہ اس جہاد سے منہ نہیں موڑتے ۔ مگر تنہا کیا کر سکتے ہیں ۔ بار بار مومنین سے فریاد کر رہے ہیں کہ جلد از جلد صرف تین ہزار کا سرمایہ فراہم کر دیں کہ مقدمہ کامیابی کا منہ دیکھ سکے ۔ ناظرین اصلاح بھی پوری کوشش کریں اور جہاں تک ممکن ہو اپنی اپنی جگہ وہاں کے کل مومنین سے چندہ جمع کرکے اس پتے پر روانہ کر دیں ۔ جناب مولوی سید علی صاحب صدر الافاضل ۔ آنریری سکرٹیری انجمن وقف محسنیہ ۱ اسماعیل مدن لین کلکتہ ۔

تقریظ

(۱) خلافت و امامت حصہ چہارم ۔ لکھنؤ کے رسالہ نگار میں خلافت و امامت کے متعلق جو سلسلہ مضامین جاری ہے اس کا آخری مضمون "آزاد خیال شیعہ" کا تھا جس نے ملک میں بڑی مقبولیت حاصل کی ۔ اس مضمون کے جواب میں نگار کے صفحات پر دو مضمون شائع ہوئے ایک نیر کی صاحب بھوپالی کا اور دوسرا م ۔ ح کا ۔ انھیں دونوں مضمونوں کا جواب اس رسالہ میں کمال تحقیق و تہذیب سے دیا گیا ہے ۔ یہ رسالہ بھی امامیہ مشن لکھنؤ کی طرف سے ۹۶ صفحہ پر شایع کیا گیا ہے ۔ قیمت صرف ۳ اور محصول ڈاک ۱ ہے ۔ امامیہ مشن لکھنؤ سے طلب کیجئے ۔

(۲) ابو الائمہ کے تعلیمات ۔ حضرات اہلسنت کا مذاق نرالا ہے ۔ ایک طرف تو وہ کتاب مستطاب

نہج البلاغہ کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہی تسلیم کرنے پر طیار نہیں ہوتے۔ دوسری جانب اس سے اپنے مذہب کی حقیت اور خصوصاً خلفار ثلثہ کی خلافت کی صحت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فاضل محقق مولانا سید علی نقی صاحب لکھنوی دام فضائلہ نے اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ نہج البلاغہ کی تعلیمات سراسر مذہب شیعہ کے موید ہیں۔ اس کے علاوہ ان عبارتوں کے صحیح مطالب کی تحقیق بھی کی ہے جن سے غلط فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض علمی و مذہبی مسائل کی فیصلہ کن تحقیق بھی کی گئی ہے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ اس رسالہ کے عنوان کو زیادہ شرح و بسط سے لکھنے کی ضرورت تھی کیونکہ یہ اہم مسائل اتنی مختصر عبارتوں سے تشفی بخش نہیں ہو سکتے۔ ۱۱۶ صفحہ کا رسالہ ہے قیمت ۴ر محصولڈاک ۱ر (۳) اسلامی عقائد۔ یہ بھی فاضل ممدوح ہی کا رسالہ ہے۔ جس میں مصنف موصوف نے اسلامی عقاید کو شیعی نقطۂ نظر سے جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں صرف عقائد کا اجمالی بیان ہی نہیں ہے بلکہ مختصر طور پر ہر عقیدے کے دلائل کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے اور بہت سے مسائل پر محققانہ روشنی ڈالی ہے غرض کوشش کی ہے کہ شیعی مذہب کا پورا خاکہ مختصر الفاظ میں پیش کر دیا جائے۔ ۴۵ صفحہ قیمت ۲ر محصول ڈاک ۱ر امامیہ مشن لکھنؤ سے طلب کیجئے۔ (۴) اسلامی دنیا۔ یہ ہماری جماعت کا ایک ماہوار رسالہ ہے جو انگریزی اور اردو مذہبی مضامین ایک ساتھ شایع کرتا اور دین حق کی حمایت میں مشغول رہتا ہے۔ اس کے روح رواں واعظ شہیر جناب مولوی محمد لقا علی صاحب بدایونی دام مجدہ ہیں۔ اور بدایون ہی سے شایع ہوتا ہے۔ رسالہ کو مفید اور دلچسپ بنانے کی پوری کوشش کی جاتی اور اچھے اہل قلم حضرات کی علمی تحریریں درج کرکے اسے مفید بنایا جاتا ہے۔ سالانہ چندہ ہندوستان میں للعہ اور بیرون ہند سے چھ روپیہ سالانہ۔ گو مدرستہ الواعظین کا انگریزی ماہوار رسالہ مسلم ریویو پہلے سے اسی موضوع پر شایع ہو رہا ہے لیکن ہماری تبلیغی ضرورتیں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور ضرورت ہے کہ متعدد خدام دین و ملت پورے اخلاص سے اس کی توسیع میں کوشاں رہیں۔ (۵) دی مون لائٹ The Moonlight شیعوں میں کوئی ہفتہ وار انگریزی اخبار نہیں تھا۔ جس کے بغیر ہماری بہت سی اخباری ضرورتیں معطل تھیں۔ خدا بھلا کرے جناب مرزا محمد جعفر حسین صاحب وکیل لکھنؤ کا کہ آپ نے آخر ماہ جون ۱۹۳۸ء سے مذکورہ بالا نام کا ہفتہ وار انگریزی اخبار جاری کر دیا جو برابر شایع ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ ممدوح اس میں کوئی چیز ایسی شایع نہیں کرینگے جو مذہبی حثیت سے قابل اعتراض ہو سالانہ چندہ چھ روپیہ۔۔

کی زندگی میں اور حضرتؑ کے بعد آپ کی تنقیص و توہین کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا گیا۔ اسی طرح خلفاءِ ثلثہ و صحابہ کے فضائل و مناقب میں جھوٹی حدیثیں بنانے۔ روایت کرنے اور کتابوں میں نقل کرکے تمام پھیلانے میں بھی کوئی کوشش چھوڑی نہیں گئی۔ پس جب ایسی زبردست سلطنت نے اپنی سزا و عقوبت کے اسلحہ کے ساتھ اپنے خزانوں کا منہ بھی کھول دیا ہو تو غلط اور جعلی حدیثوں کی اشاعت کیونکر رُک سکتی تھی۔

(۴) وضع احادیث کے متعلق جناب امیرؑ کا ایک خطبہ

حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے ایک خطبہ میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم کے زمانہ میں وضع احادیث کی مصیبت نازل ہو گئی تھی جس کا اثر آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد بہت ہوا۔ مناسب ہے کہ ہم اُسکو بھی یہاں نقل کردیں۔ علامہ سید رضی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

ومن کلام لہ علیہ السلام وقد سألہ سائل عن احادیث البدع وعمافی ایدی الناس من اختلاف الخبر فقال علیہ السلامُ اِنَّ فِیْ اَیْدِی النَّاسِ حَقًّا وَّ بَاطِلًا وَّ صِدْقًا وَّ کَذِبًا وَّ نَاسِخًا وَّ مَنْسُوْخًا وَّ عَامًّا وَّ خَاصًّا وَّ مُحْکَمًا وَّ مُتَشَابِهًا وَّ حِفْظًا وَّ وَهْمًا۔ وَ لَقَدْ کُذِبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰی عَهْدِهٖ حَتّٰی قَامَ خَطِیْبًا فَقَالَ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَ اِنَّمَا اَتَاكَ بِالْحَدِیْثِ اَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَیْسَ لَهُمْ خَامِسٌ رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْاِیْمَانِ۔ مُتَصَنِّعٌ بِالْاِسْلَامِ لَا یَتَأَثَّمُ وَلَا یَتَحَرَّجُ۔ یَکْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

جب ایک شخص نے حضرتؑ سے نئی نئی حدیثوں اور اُن مختلف روایتوں کے بارے میں جو لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں پوچھا کہ ایک دوسرے کی ضد کیوں ہیں تو فرمایا لوگوں کے درمیان حضرت رسولخدا صلعم کی جو حدیثیں ہیں ان میں حق۔ باطل۔ سچ۔ جھوٹ ناسخ۔ منسوخ۔ عام۔ خاص۔ محکم۔ متشابہ محفوظ اور موہوم (مشکوک) سب ہی ہیں۔ خود حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں حضرتؐ پر لوگوں نے جھوٹ باندھا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلعم کو خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہونا پڑا اور فرمایا جو شخص جان کر مجھ پر جھوٹ باندھے (یعنی غلط حدیثوں کے بارے میں کہے کہ میں نے بیان کی ہیں) وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ سنو۔ تمہارے سامنے جو لوگ آنحضرت صلعم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ مُتَعَمِّدًا فَلَوْ
عَلِمَ النَّاسُ اَنَّہٗ مُنَافِقٌ کَاذِبٌ
لَمْ یَقْبَلُوْا مِنْہُ وَ لَمْ یُصَدِّقُوْا
قَوْلَہٗ وَ لٰکِنَّھُمْ قَالُوْا صَاحِبُ
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
رَاٰہُ وَ سَمِعَ مِنْہُ وَ لَقِفَ عَنْہُ۔
فَیَاْخُذُوْنَ بِقَوْلِہٖ وَ قَدْ اَخْبَرَکَ
اللّٰہُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ بِمَا اَخْبَرَکَ وَ
وَصَفَھُمْ بِمَا وَصَفَھُمْ بِہٖ لَکَ ثُمَّ
بَقُوْا بَعْدَہٗ فَتَقَرَّبُوْا اِلٰی اَئِمَّۃِ
الضَّلَالَۃِ وَالدُّعَاۃِ اِلَی النَّارِ
بِالزُّوْرِ وَ الْبُھْتَانِ فَوَلَّوْھُمُ الْاَعْمَالَ
وَجَعَلُوْھُمْ حُکَّامًا عَلٰی رِقَابِ
النَّاسِ فَاَکَلُوْا بِھِمُ الدُّنْیَا وَ
اِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوْکِ وَ الدُّنْیَا
اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰہُ۔ فَھٰذَا
اَحَدُ الْاَرْبَعَۃِ۔ وَ رَجُلٌ سَمِعَ
مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ شَیْئًا لَمْ
یَحْفَظْہُ عَلٰی وَجْھِہٖ فَوَھِمَ فِیْہِ
وَ لَمْ یَتَعَمَّدْ کَذِبًا فَھُوَ فِیْ یَدَیْہِ
وَ یَرْوِیْہِ وَ یَعْمَلُ بِہٖ وَ یَقُوْلُ
اَنَا سَمِعْتُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ۔ فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ
اَنَّہٗ وَھِمَ فِیْہِ لَمْ یَقْبَلُوْہُ مِنْہُ

کی حدیثیں بیان کرتے ہیں وہ چار ہی قسم
کے ہیں پانچویں قسم کا کوئی نہیں ہے۔ ایک
قسم کے وہ منافق ہیں جو ایمان ظاہر کرتے اور
اسلام کے دعوے میں تصنع کرتے ہیں وہ
نہ گناہ سے رُکتے ہیں اور نہ فتنہ وفساد سے
بچتے ہیں۔ بلکہ وہ جان بوجھکر حضرت رسولخدا صلعم
پر جھوٹ کے انبار لگاتے ہیں۔ اب اگر لوگوں
کو معلوم ہوجائے کہ وہ منافق اور جھوٹے ہیں
تو کبھی ان کی حدیثیں قبول نہ کریں اور نہ انکے
قول کو سچا جانیں۔ لیکن لوگ اس دھوکے میں پڑجاتے
ہیں کہ کہتے ہیں وہ (منافقین) آنحضرت صلعم کے
صحابہ ہیں۔ آنحضرتؐ کو دیکھا تھا حضرتؐ کی صحبت
اُٹھائی تھی حضرتؐ سے سُنا اور حضرتؐ ہی کی
باتیں لی تھیں۔ پس اس فریب میں آکر وہ ان منافقوں
کی حدیثیں لے لیتے ہیں حالانکہ خدا منافقین کی
جو حالت بیان کرچکا ہے اُس سے تم لوگ اچھی
طرح واقف ہو کہ وہ محض افترا و بہتان کرتے
ہیں) اور ان (منافقین) کی صفت جس طرح واضح
کردی ہے اس سے بھی خوب باخبر ہو۔ یہ منافقین
آنحضرت صلعم کے بعد باقی رہے اور پیشوایان ضلالت
و داعیان جہنم کے دربار میں پہونچکر ان لوگوں نے
افترا و بہتان کے انبار لگانے شروع کئے اور
اس ذریعہ سے ان (حاکمان وقت) کے ہاں مقرب
بارگاہ ہوگئے۔ پس اس (حدیث سازی اور روایت

وَ لَوْ عَلِمَ هُوَ اَنَّهُ كَذٰلِكَ لَرَفَضَهُ ۔ وَرَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ شَيْئًا يَاْمُرُ بِهٖ ثُمَّ اِنَّهٗ نَهٰى عَنْهُ وَ هُوَ لَا يَعْلَمُ اَوْ سَمِعَهٗ يَنْهٰى عَنْ شَيْئٍ ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَحَفِظَ الْمَنْسُوْخَ وَ لَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ فَلَوْ عَلِمَ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ لَرَفَضَهُ وَ لَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اِذْ سَمِعُوْهُ مِنْهُ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ لَرَفَضُوْهُ ۔ وَ اٰخَرُ رَابِعٌ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللّٰهِ وَلَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُبْغِضٌ لِلْكِذْبِ خَوْفًا مِنَ اللّٰهِ وَتَعْظِيْمًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَلَمْ يَهِمْ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلٰى وَجْهِهٖ فَجَاءَ بِهٖ عَلٰى سَمْعِهٖ لَمْ يَزِدْ فِيْهِ وَ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ فَهُوَ حَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهٖ وَحَفِظَ الْمَنْسُوْخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ ۔ وَعَرَفَ الْخَاصَّ وَالْعَامَّ وَ الْمُحْكَمَ وَ الْمُتَشَابِهَ فَوَضَعَ كُلَّ شَيْئٍ مَوْضِعَهٗ وَ قَدْ كَانَ يَكُوْنُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ السَّلَامُ لَهٗ وَجْهَانِ

بازی) کے انعام میں اُن پیشوایانِ وقت نے ان منافقوں کو مختلف مقامات کی حکومتیں دے دیں اور انھیں امیر بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا۔ پس ان سب منافقین نے ان پیشوایانِ ضلالت کی خوشامد میں حدیثیں وضع کر کے خوب ہی دنیا کمائی۔ اور یہ تو مشہور ہی ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ اپنے بادشاہوں کی طرف ہو جاتے ہیں اور دنیا ہی کا ساتھ دیتے ہیں سوا اُن مخصوص لوگوں کے جنھیں خدا اس سے محفوظ رکھے۔ پس یہ منافقین ایک قسم کے لوگ ہوئے۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جنھوں نے رسولخدا صلعم سے کوئی حدیث سُنی تو ضرور مگر اُسکو اسی طرح یاد نہیں رکھی بلکہ اس میں ان کو شک ہو گیا۔ اور جان بوجھکر حضرتؐ پر جھوٹ نہیں باندھا۔ اب وہ حدیث بھی ان لوگوں کے پاس ہے وہ لوگ اس کی روایت اور اس پر عمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود ہم نے حضرت رسولخدا صلعم سے ان حدیثوں کو سُنا تھا۔ اب اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ ان راویوں[1] تو ان سے وہ حدیثیں کبھی قبول نہ کریں بلکہ وہ حدیث بیان کرنے والے بھی اگر جان جائیں کہ انھوں نے غلط سمجھا یا یاد رکھا ہے یا ان حدیثوں کے بارے میں اور کوئی غلطی ہوگئی ہے تو وہ بھی ان حدیثوں کو چھوڑ دیں۔ اور تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت رسولخدا صلعم سے پہلے کوئی حدیث سُنی جس میں حضرتؐ

[1] سے ان حدیثوں میں غلطی ہوگئی

فَكَلَامٌ خَاصٌّ وَ
كَلَامٌ عَامٌّ فَيَسْمَعُهُ
مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا
عَنَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِهٖ
وَلَا مَا عَنٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ
وَ سَلَّمَ فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ
وَ يُوَجِّهُهُ عَلٰى غَيْرِ
مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ وَ مَا
قُصِدَ بِهٖ وَ مَا خَرَجَ
مِنْ اَجْلِهٖ وَ لَيْسَ كُلُّ
اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ
وَ سَلَّمَ مَنْ كَانَ
يَسْأَلُهُ وَ يَسْتَفْهِمُهُ
حَتّٰى اَنْ كَانُوْا لَيُحِبُّوْنَ
اَنْ يَجِيْئَ الْاَعْرَابِيُّ
وَ الطَّارِئُ فَيَسْأَلَهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ
حَتّٰى يَسْمَعُوْا وَ كَانَ
لَا يَمُرُّ بِيْ مِنْ ذٰلِكَ
شَيْئٌ اِلَّا سَأَلْتُهُ
عَنْهُ وَ حَفِظْتُهُ
فَهٰذِهٖ وُجُوْهُ مَا عَلَيْهِ

نے کسی بات کا حکم دیا تھا۔ لیکن پھر حضرتؐ نے اس بات
سے منع فرما دیا مگر ان لوگوں نے حضرتؐ کے منع کو نہیں جانا۔
یا حضرتؐ سے سنا کہ کسی بات سے منع فرماتے ہیں۔ پھر حضرتؐ
نے اس کا حکم دے دیا مگر ان لوگوں نے حضرتؐ کی اجازت کی
خبر نہیں سنی تو منسوخ بات ان کے ذہن میں رہ گئی اور ناسخ
کا انھیں علم ہی نہیں ہوا۔ اب اگر ان کو خبر ہو جاتی کہ جس
حدیث کو انھوں نے یاد کیا ہے وہ منسوخ ہو چکی ہے تو خود
ہی اس کو چھوڑ دیتے۔ اور جن مسلمانوں نے اُن راویوں سے
اس حدیث کو سنا انھیں معلوم ہو جاتا کہ حضرتؐ اس کو منسوخ
فرما چکے ہیں تو وہ لوگ بھی اس حدیث کو ترک کر دیتے۔ اب
صرف چوتھی قسم کے راویان حدیث رہ گئے جنھوں نے کبھی خدا یا
رسولؐ پر جھوٹ نہیں باندھا نہ ان حضرات کی طرف کسی غلط حدیث
کی نسبت دی بلکہ اللہ کے خوف اور رسول اللہؐ کی تعظیم کے خیال
سے وہ جھوٹ کے شدید دشمن رہے۔ اور انھوں نے حدیث
کے یاد رکھنے میں غلطی بھی نہیں کی۔ بلکہ جس طرح آنحضرت صلعم
سے جو سنا اسی طرح اسکو یاد رکھا۔ اور اُسی طرح اس کو بیان
کیا جس طرح حضرت رسولخدا صلعم سے سنا تھا۔ اس میں نہ ذرہ
برابر بڑھایا نہ تل برابر اس سے کم کیا۔ انھوں نے ناسخ کو
یاد رکھا اور اس پر عمل کیا اور منسوخ کو بھی محفوظ رکھا اور اس سے
علحدہ رہے۔ خاص و عام و محکم و متشابہ کو بھی پہچانا اور ہر حدیث
کو اسکی اصلی جگہ پر رکھا کسی میں کوئی تغیر نہیں کیا۔ اور حضرت
رسولخدا صلعم سے جو کلام ہوتا اُسکی دو صورتیں ہوتیں۔ ایک کلام خاص
ہوتا دوسرا کلام عام۔ اب اس کلام کو ایسے لوگ بھی سنتے جو یہ نہیں
سمجھ سکتے کہ اس سے خدا یا رسول اللہؐ کا کیا مقصود ہے اس سبب سے

الناس فی اختلافہم وعللہم فی رواياتہم (نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۴۴۹)

وہ لوگ اُس کلام کا وہ مطلب خیال کرتے جو خدا اور رسولؐ کا مقصود نہ ہوتا اور اصحاب رسول اللہؐ سے سب لوگ اس قابل بھی نہ تھے کہ حضرتؐ سے کوئی بات پوچھتے یا کسی امر کو دریافت کرتے بلکہ اس تمنا میں رہتے تھے کہ کوئی اعرابی یا نووارد آجائے اور حضرتؐ سے کوئی بات پوچھے تو وہ لوگ بھی سُن لیں۔ مگر میری حالت یہ تھی کہ جو بات پیش آتی اسکے متعلق حضرتؐ سے ضرور دریافت کرلیتا اور اُسی طرح یاد رکھتا۔ غرض حضرتؐ کی حدیثوں کے متعلق جو اس قدر اختلافات ہیں اُن کے اسباب وعلل یہی ہیں جو میں نے بیان کئے۔

حضرتؑ کے اس کلام مبارک سے حسب ذیل فائدے حاصل ہوئے (۱) حضرت امیرالمومنینؑ کے زمانہ ہی میں احادیث میں اس کثرت سے اختلافات وتغیرات پیدا ہوگئے تھے کہ لوگوں کو حضرتؑ سے اسکی وجہ دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی (۲) حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ ہی میں صحابہ نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنی اور حضرتؐ پر کذب وافترا کا پل باندھنا شروع کردیا تھا جس پر مجبور ہوکر آنحضرتؐ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے حلقہ میں کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صاف صاف فرمایا کہ جو شخص میری طرف جھوٹی حدیث کی نسبت دے گا وہ جہنم میں جائیگا [۱] (۳) چار قسم کے لوگوں نے آنحضرتؐ کی حدیثیں لوگوں سے بیان کیں اُن میں اول نمبر پر وہ صحابہ تھے جو ظاہر میں مسلمان اور دل سے منافق تھے وہ اپنے مصنوعی اسلام اور زبانی ایمان سے لوگوں کو دھوکا فریب دیتے رہتے تھے اور آنحضرتؐ کے بعد بھی باقی رہے تو ہر طرف جھوٹی اور وضعی حدیثوں کے جال پھیلا دیئے (۴) حضرت رسولخدا صلعم کے بعد جو صاحب اقتدار حضرات ہوئے اُن کے پاس یہ منافقین پہونچے اور ان جھوٹی حدیثوں اور افترا وبہتان کی روایتوں سے ان کی بڑی قدر ومنزلت ہوئی اُن کو بڑے بڑے انعام دیئے گئے اور چونکہ ان لوگوں کے قبضہ میں دنیا تھی اسی سبب

[۱] جلیل القدر عالم مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:۔
"من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ لگائے وہ دوزخ میں جو اُس کا ٹھکانا ہے اُس میں اُترے۔ اس حدیث کو بہت علماء نے متواتر کہا ہے" (انوار اللغۃ پارہ ۲ صفحہ ۷۹)

انھوں نے ان منافقین کو مختلف مقامات کی حکومتیں بھی دے دیں۔ اور مسلمانوں پر انکو امیر بھی مقرر کر دیا۔ اس کا نتیجہ واضح ہے کہ جب ہر طرف جھوٹی حدیث اور وضعی روایتیں گڑھنے والے منافقین ہی کی حکومت قائم ہوگئی تو ان شہروں قصبوں اور دیہاتوں کے باشندے بھی صرف جھوٹی اور وضعی ہی حدیثیں سنتے تھے کیونکہ ان کے حاکم وہی منافقین تھے جو آنحضرت پر جھوٹ و افتراء کرتے اور اسی کے صلہ میں حکومت پر فائز ہوئے تھے۔ (۵) دوسری قسم کے وہ لوگ تھے جنھوں نے آنحضرتؐ کی اصلی حدیث بھلادی اور غلط حدیث لوگوں میں پھیلادی (۶) تیسری قسم کے وہ لوگ تھے جنھوں نے صرف منسوخ کو سُنا اور ناسخ کو نہیں سُنا۔ اس وجہ سے لوگوں میں وہ بات پھیل گئی جسکو حضرتؐ ہی نے اپنے زمانہ میں منسوخ کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر ہی نہیں ہوسکی (۷) صرف ایک (چوتھی) قسم کے لوگ ایسے رہے جنھوں نے صحیح حدیث لوگوں تک پہونچائی اُنکی قلت واضح ہے۔

(۵) مذکور بالا کلام کی شرح میں علامہ جلیل القدر ابن الحدید معتزلی نے لکھا ہے:-

ان هذا التقسيم صحيح وقد كان في ايام الرسولؐ منافقون وبقوا بعده وليس يمكن ان يقال ان النفاق مات بموته .... وصار المتولي للامر بعده يحمل الناس كلهم على الكاهل المجاملة ويعاملهم بالظاهر ... ولسكوت الخلفاء

حضرت امیرالمومنینؑ کی یہ تقسیم بالکل صحیح ہے کیونکہ حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ میں حضرتؐ کے صحابہ سے بہت لوگ منافقین تھے جو حضرتؐ کے بعد بھی باقی رہے اور یہ کہنا غیر ممکن ہے کہ حضرتؐ کے انتقال پر نفاق کی موت بھی آگئی (بلکہ نفاق تو اسی طرح قائم اور منافقین زندہ رہے) ... اور آنحضرتؐ کے بعد جو صاحب مسلمانوں کے حاکم بنے وہ سب لوگوں کو رواداری نرمی اور ملایمت کے دوش پر چڑھاتے اور انکے ظاہری اسلام کے مطابق ان سے برتاؤ کرتے رہے... اور چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرتؐ کے خلفاء نے ان منافقین سے چشم پوشی اختیار کی اس وجہ سے ان کا چرچہ بھی غائب ہوگیا... اس کے بعد ان لوگوں پر شہروں کی فتوحات اور مال و متاع کی بھرمار کا دروازہ کھل گیا تو وہ لوگ اپنی ان حرکتوں سے جو حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ میں کرتے تھے باز رہے اور انھیں دنیوی چمک دمک میں پھنس گئے۔ اور ان منافقین کو خلفاء نے سرداروں اور حاکموں کے ساتھ روم و عجم کے شہروں کی طرف روانہ کیا تو

عنهم بعد ء خمل ذكرهم
... ثم فتحت عليهم
البلاد وكثرت الغنائم
فاشتغلوا بها عن الحركات
التى كانوا يعتمدونها
ايام رسول الله ﷺ و
بعثهم الخلفاء مع الامراء
الى بلاد فارس والروم
فالهتهم الدنيا عن
الامور التى كانت
تنقم منهم فى حياة
رسول الله ﷺ ...
و بالجملة لما تركوا
تركوا وحيث سكت
عنهم سكتوا عن الاسلام
واهله الا فى دسيسة
خفية يعلونها غوا الكذب
الذى اشار اليه
اميرالمومنين عليه
السلام فانه خالط
الحديث كذب كثير
صدر عن قوم غير
صحيحى العقيدة
تقصد وابه الاضلال

دنیا (پرستی) نے ان لوگوں کا منہ ان شرارتوں کی طرف سے جو یہ حضرت رسولخدا صلعم کی زندگی میں کرتے رہتے تھے (دوسرے امور کی طرف) موڑ دیا... مختصر یہ کہ جب یہ لوگ اپنے حال پر چھوڑ دیئے گئے تو انھوں نے بھی اپنا نفاق ظاہر کرنا موقوف کر دیا۔ اور جب ان کی طرف سے خاموشی اختیار کرلی گئی تو انھوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے سکوت کر لیا۔ البتہ ان لوگوں کے بعض مخفی مکروفریب کی ریشہ دوانیاں باقی رہیں جن پر یہ برابر عمل کرتے رہے جیسے وضعی حدیثوں کی ایجاد اور غلط یا جھوٹی روایتوں کی اشاعت جس کی طرف حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے کیونکہ حضرت رسولخدا صلعم کی حدیثوں میں بکثرت کذب و افترا کی آمیزش ہوگئی جو ایسے لوگوں کی طرف سے گڑھی گئیں جو درست عقیدہ کے نہیں تھے اور ان حدیثوں سے اُن منافقین کا مقصود لوگوں کو گمراہ اور ان کے دلوں اور عقیدوں کو بگاڑنا تھا۔ اور بعض لوگوں کی غرض ان جعلی حدیثوں سے یہ تھی کہ کسی جماعت کی عزت زیادہ اور شان بلند کر دیں تاکہ ان کی اس خوشامد کے ذریعہ سے ان (حدیث گڑھنے والوں) کا مطلب پورا ہو جائے اور انکے دنیوی کام بن جائیں۔ اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ خاص کر معاویہ کے زمانہ میں اس عنوان کی جعلی حدیثیں بہت کثرت سے گڑھ لی گئیں۔ اور جو محدثین علم حدیث میں ماہر تھے وہ ان باتوں کی طرف سے خاموش نہیں رہے بلکہ انھوں نے اکثر ایسی وضعی حدیثوں کو ذکر کر دیا اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ سب بنائی ہوئی ہیں اور ان کے روایت کرنے والے لائق اعتبار و قابل وثوق نہیں ہیں مگر یہ بات بھی ہے کہ محدثین صرف ان لوگوں ہی پر اعتراض کرسکے ہیں جو صحابہ کے بعد ہوئے (کہ ان کی وضعی حدیثوں کو

وتخبيط القلوب والعقائد
وقصد به بعضهم
التنويه بذكر قوم
كان لهم في التنويه
بذكرهم غرض
دنيوي ـ وقد قيل
انه افتعل في ايام
معاوية خاصة حديث
كثير على هذا الوجه
ولم يسكت المحدثون
الراسخون في علم الحديث
من هذا بل ذكروا كثيرا
من هذه الاحاديث
الموضوعة وبينوا
وضعها وان رواتها
غير موثوق بهم الا
ان المحدثين انما
يطعنون فيما دون
طبقة الصحابة ولا
يتجاسرون في الطعن
على احد من الصحابة
لان عليه لفظ الصحبة
... فان قلت من هم
ائمة الضلالة الذين

بیان کرکے کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے بہت برا کیا جو ایسی حدیثیں وضع کیں ، لیکن صحابہ (سے جن لوگوں نے یہ حرکتیں کیں کر جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر سب لوگوں میں پھیلادی ہیں ان) کے بارے میں کسی کو بولنے کی جرءت نہیں ہوتی کیونکہ "صحابی" ایسا لفظ ہے جو کسی محدث کو ان کے متعلق زبان تک کھولنے نہیں دیتا[له]... اب اگر تم پوچھو کہ وہ پیشوایان ضلالت کون ہیں جن کا ذکر یہاں کیا گیا

له حالانکہ صحابہ کے متعلق بھی مذمت کی اتنی حدیثیں معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو جو لوگ آنے والے تھے ان سے بھی زیادہ صحابہ آنحضرت صلعم کی نظروں میں برے تھے ۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم مسلمانوں کی شفاعت کریں گے مگر صحابہ سے کچھ ایسے لوگ بھی ہونگے کہ آنحضرت کا شفاعت کرنا کیسا حضرت اُن کا منہ تک نہیں دیکھیں گے اور نہ اپنا منہ اُن کو دکھائیں گے ۔ جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا" ان من اصحابی من لا اراہ ولا یرانی بعد ان اموت ابدا ۔ میرے اصحاب میں سے بعضے ایسے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد نہ میں اُنکو دیکھوں گا نہ وہ مجھ کو دیکھیں گے ۔ یہ حدیث سن کر حضرت عمر دوڑتے ہوئے بی بی ام سلمہ پاس آئے اور کہنے لگے تم کو خدا کی قسم کیا میں بھی ان اصحاب میں سے ہوں؟ انھوں نے کہا نہیں ۔ اور اب تمہارے بعد میں کسی کو ایسا نہ کہوں گی ۔ اس کی برأت بیان نہ کرونگی کیونکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اُن میں سے ہے یا نہیں"
(انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پارہ ۱۴ ص۱۸۱) اسی طرح حدیث حوض سے ان لوگوں کا مرتد ہونا بھی ثابت ہوتا ہے ۱۲۔

يتقرب اليهم المنافقون الذين
راؤا رسول الله صلى الله عليه وآله
وصحبوه للزور والبهتان وهل هذا
الا تصريح بما ذكره الامامية و
تعتقده قلت ليس الامر كما ظننت
وظنوا وانما يعني معوية وعمرو بن
العاص ومن شايعهما على الضلال
... وقد روى ان ابا جعفر محمد
بن علي الباقر عليه السلام قال
لبعض اصحابه يا فلان ما لقينا
من ظلم قريش ايانا وتظاهرهم
علينا وما لقي شيعتنا ومحبونا من
الناس ان رسول الله قبض وقد
اخبر انا اولى الناس بالناس فتمالأت
علينا قريش حتى اخرجت الامر
من معدنه واحتجت الانصار بحقنا
وحجتنا ثم تداولتها قريش واحد
بعد واحد حتى رجعت الينا فنكثت
بيعتنا ونصبت الحرب لنا ولم
يزل صاحب الامر في صعود كؤد
حتى قتل فبويع الحسن ابنه وعوهد
ثم غدر به واسلم ووثب عليه
اهل العراق حتى طعن بخنجر في جنبه
ونهبت عسكره وعولجت خلاخيل

جو داعیان جہنم بھی ہیں اور جن کے دربار میں
پہونچ کر وہ منافقین جنھوں نے حضرت رسول خدا
صلعم کو دیکھا اور حضرتؐ کے صحابی ہونے کا شرف
حاصل کیا تھا افترا اور بہتان کا انبار لگا کر مقرب
بارگاہ ہوگئے۔ اور کیا حضرت امیرالمومنین ع
کا یہ کلام شیعوں کے (اس) اعتقاد و قول کی
صریح تصدیق نہیں ہے (جو وہ خلفاء ثلثہ کے
بارے میں کہتے ہیں کہ وہی ائمۂ ضلالت تھے)
تو میں کہوں گا کہ جو تم نے گمان کیا اور جو شیعہ
کہتے ہیں وہ بات نہیں ہے بلکہ حضرت امیرالمومنین
کا مقصود ان ائمہ ضلالت سے معویہ و عمرو عاص
اور دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی میں
ان لوگوں کی پیروی کی ۱؎ ... اور علماء و محدثین

۱؎ لیکن علامہ موصوف کا یہ جواب عربی قاعدہ اور
اور سیاق کلام کی حیثیت سے درست نہیں ہو سکتا
اس لئے کہ "ائمہ ضلالۃ" صیغہ جمع ہے جس کے لئے
کم از کم تین صاحبوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور
معویہ کا ایک ہونا واضح ہے۔ رہا عمرو عاص تو وہ
معویہ کا ماتحت تھا وہ ائمہ ضلالت میں کیونکر داخل
ہو سکتا ہے اور اُس کا یا ان دونوں کی پیروی
کرنے والوں کا دربار کہاں تھا جہاں وہ منافقین تقرب
بارگاہ پہونچے اور حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ وہ منافقین
باقی رہے اور حضرت رسول خدا صلعم کے بعد جو ائمہ ضلالت
متمکن ہوئے ان کے دربار میں مقرب بارگاہ ہوئے ۱۲

امھات اولادہ فوادع معاویۃ وحقن
دمہ ودماء اھل بیتہ وھم قلیل
حق قلیل ثم بایع الحسین علیہ السلام
من اھل العراق عشرون الفا ثم
غدروا بہ وخرجوا علیہ وبیعتہ فی
اعناقھم وقتلوہ ثم لم نزل
اھل البیت نستذل ونستضام
ونقصی ونمتھن ونحرم ونقتل ونخاف
ولا نأمن علی دمائنا ودماء اولیاءنا
ووجد الکاذبون الجاحدون لکذبھم
وجحودھم موضعا یتقربون بہ الی
اولیائھم وقضاة السوء وعمال السوء
فی کل بلدة فحدثوھم بالاحادیث الموضوعة
المکذوبة ورووا عنا مالم نقلہ ومالم
نفعلہ لیبغضونا الی الناس وکان
عظم ذلک وکبرہ زمن معویة بعد
موت الحسن علیہ السلام فقتلت
شیعتنا بکل بلدة وقطعت الایدی
والارجل علی الظنة وکان من
یذکر بحبنا والانقطاع الینا سجن او نھب
مالہ او ھدمت دارہ ثم لم یزل
البلاء یشتد ویزداد الی زمان عبیداللہ
بن زیاد قاتل الحسین علیہ السلام
ثم جاء الحجاج فقتلھم کل قتلة واخذھم

نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
اپنے بعض اصحاب سے فرماتے تھے اے بھائی
قریش نے ہم لوگوں پر جو ظلم کیا اور ہم لوگوں
کے خلاف ایکا کر کے جس طرح ان لوگوں نے ہمیں
ستایا اور ہمارے شیعوں اور دوستوں پر ان لوگوں
نے جو جو مظالم کئے (اسکی داستان بہت طویل ہے)
حضرت رسولخدا صلعم نے انتقال سے پہلے فرما دیا
تھا کہ مسلمانوں کی حکومت کا حق سب سے زیادہ
ہم لوگوں کا ہے مگر قریش ہم لوگوں کے خلاف
ایک ہو گئے اور انھوں نے اس حکومت کو اسکی
اصلی جگہ سے نکال لیا حالانکہ انصار نے بھی ہم
لوگوں کے حق اور حجت پر ان سے بحث کی (مگر سب
بیکار) ۔ پھر قریش یکے بعد دیگرے اس خلافۃ
کو اپنے ہی میں گھیرے رہے یہاں تک کہ (چوتھی
مرتبہ یہ ہم لوگوں کی طرف پلٹی (حضرت امیرالمومنینؑ
ظاہری خلیفہ ہوئے) مگر فوراً ہی حضرتؑ کی بیعت
توڑ اور ہم لوگوں کے خلاف جنگ (جمل وصفین)
چھیڑ دی گئی ۔ غرض ہم میں کے ظاہری خلیفہ (حضرت
امیرالمومنینؑ) برابر رنج و مصیبت ہی کی حکومت
میں مبتلا رہے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر
فائز ہوئے ۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند امام حسنؑ
کی بیعت کی گئی اور حضرتؑ سے معاہدہ بھی کیا گیا
مگر پھر حضرتؑ کے ساتھ بھی غداری برتی گئی حضرتؑ
سے منہ موڑ لیا گیا اور عراق والوں نے تو حضرتؑ پر

لكل غلنة وتهمة حتى ان الرجل
يقال له زنديق او كافر احب اليه
من ان يقال شيعة علي وحتى صار
الرجل الذي يذكر بالخير ولعله
يكون ورعا صدوقا يحدث باحاديث
عظيمة عجيبة من تفضيل بعض من
قد سلف من الولاة ولم يخلق
الله تعالى شيئا منها ولا كانت
ولا وقعت وهو يحسب انها حق لكثرة
من قد رواها ممن لم يعرف بكذب
ولا بقلة ورع (شرح نهج البلاغه
از علامه ابن الحديد مطبوعه مصر
جلد ۳ ص۱۵)

حملہ بھی کر دیا۔یہاں تک کہ حضرتؑ کے پہلو میں خنجر
مار کر حضرتؑ کو زخمی کر دیا۔حضرتؑ کا لشکر لوٹ لیا
گیا اور حضرتؑ کی عورتوں کے زیور چھین لے گئے
جس کے بعد حضرتؑ نے معویہ سے صلح کر لی اور اس
طرح اپنا اور اپنے اہلبیت کا خون بچا لیا۔حالانکہ
یہ لوگ کم بہت ہی کم تھے۔پھر عراق والوں سے
بیس ہزار آدمیوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی
بیعت کی مگر فوراً ہی حضرتؑ کے ساتھ بھی غداری
کی حضرتؑ کی بیعۃ اپنی گردن میں رکھنے کے بعد
وہی لوگ حضرتؑ سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور
حضرت کو قتل کر ڈالا۔پھر تو ہم اہلبیتؑ برابر ذلیل
مظلوم۔آوارہ وطن حقیر۔اپنے حقوق سے محروم۔
اور قتل کئے جاتے رہے۔ہم لوگوں کی زندگی خوف
وبیم میں بسر ہوتی رہی اور ہمیں نہ اپنے ہی خون محفوظ رہنے کا اطمینان تھا نہ اپنے دوستوں
ہی کے خون کا۔اور جھوٹے لوگ جو ہمارے فضائل سے انکار ہی کرتے رہنے پر تلے ہوئے
تھے اپنے جھوٹ اور انکار کے ذریعہ سے ہر شہر میں اپنے والیوں برے قاضیوں اور ظالم
حاکموں کے پاس ہر جگہ پاتے رہے جہاں ان کی خوب آؤ بھگت ہوتی اور وہ مقرب بارگاہ
بنا لئے جاتے تھے۔پس یہ لوگ ان حاکموں سے جھوٹی اور گڑھی ہوئی حدیثیں بیان کرتے
اور ہم سے وہ حدیثیں روایت کرتے جو ہم کبھی بھی نہیں کہی تھیں اور ہماری طرف ان
باتوں کی نسبت دیتے جو ہم نے کی ہی نہیں تھیں تاکہ یہ لوگ ہمیں مسلمانوں کی نظر میں قابل
نفرت بنا دیں۔یہ مصیبت سب سے زیادہ معویہ کے زمانہ میں حضرت امام حسن علیہ السلام
کے بعد نازل ہوئی کہ اس زمانہ میں ہمارے شیعہ ہر شہر میں قتل کئے گئے اور صرف شبہ
پر ہمارے دوستوں کے ہاتھ پاؤں تک کاٹ دیئے جاتے اور جس شخص کو کوئی کہہ دیتا کہ وہ
ہمیں دوست رکھتا ہے یا ہمارے لگاؤ کا ہے وہ فوراً قید کر لیا جاتا تھا اس کا کل مال لوٹ

لیا جاتا اور اُس کا مکان ڈھا دیا جاتا۔ غرض یہ آفت و مصیبت حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل ابن زیاد کے زمانہ تک ترقی ہی کرتی رہی۔ پھر حجاج کا دور شروع ہوا اُس نے توان لوگوں کو اور زیادہ بے دردی سے قتل کرنا اور بات بات پر تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک نوبت پہونچ گئی کہ کوئی شخص کافر اور زندیق ہوتا تو اُس کو اس سے بھی اتنی دشمنی نہ ہوتی جس قدر حضرت علیؓ کے شیعوں سے عداوت ہوتی تھی۔ حد ہو گئی کہ کبھی کوئی شخص جو بھلائی سے یاد کیا جاتا اور غالباً متقی سچا ہوتا سابق حاکموں کی فضیلت میں ایسی عجیب و غریب حدیثیں بیان کرتا جن سے ایک بھی سچی نہیں ہوتی اور وہ گمان کرتا کہ وہ حدیثیں سچی ہیں کیونکہ ان حدیثوں کو اس کثرت سے اور ایسے راوی بیان کرتے جو نہ جھوٹے سمجھے جاتے اور نہ ہلکے درجہ کے متقی (انتہی)

غلط حدیثوں کے متعلق حضرت رسولخداؐ کا ارشاد

جو حدیثیں آنحضرت صلعم نے ارشاد نہیں فرمائیں اور صحابہ نے جھوٹ مشہور کر دیا کہ آنحضرتؐ نے یہ فرمایا ہے ان کی وجہ سے آنحضرت صلعم بھی بہت پریشان رہتے تھے۔ امام بخاری نے ایک باب ہی اس مضمون کا قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	حضرت رسولخدا صلعم کی طرف جھوٹی حدیثوں کی نسبت دینے کے گناہ کا باب

اس ذیل میں حسب ذیل حدیثیں قابل توجہ ہیں۔

قَالَ النَّبِيُّ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ	حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اے صحابہ! تم لوگ میرے اوپر جھوٹ نہ باندھا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا

اس میں حضرتؐ صاف صاف اس زمانہ کے مسلمانوں کو جو حضرتؐ کے جلیل القدر صحابہ تھے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے سے منع فرماتے ہیں۔

قلت للزبیر انی لا اسمعک تحدث عن رسول اللّٰہ کما یحدث فلان وفلان قال اما انی لم افارقہ	ایک راوی نے زبیر سے پوچھا کہ جس طرح فلاں اور فلاں حدیثیں بیان کرتے ہیں تم بھی حضرت رسولخداؐ کی حدیثیں کیوں بیان نہیں کرتے؟ انھوں نے کہا سنو! میں حضرتؐ سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن حضرتؐ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ

ولكن سمعته يقول مَنْ كَذَبَ عَلَىَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے (میری طرف غلط حدیث کی نسبت دے) وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

اس حدیث میں متعمدا کی شرط نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں اتنی احتیاط کرنی چاہیے کہ بغیر قصد بھی حضرتؐ کی طرف غلط حدیث نہ منسوب ہو جائے۔ اسکے بعد متعمدا والی حدیث یہ ہے۔

قال انس انه ليمنعنى ان احدثكم حديثا كثيرا ان [illegible] قال من تعمد علىّ كذبا فليتبوأ مقعده من النار۔

انس صحابی بیان کرتے تھے کہ میں تم لوگوں سے حضرت رسولخداؐ کی حدیث زیادہ اس وجہ سے نہیں بیان کرتا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے جو شخص میری طرف جھوٹی حدیث کی نسبت دے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں قرار دے۔

اسی معنی میں یہ حدیث بھی ہے۔

عن سلمة قال سمعت النبىؐ يقول مَنْ يَقُلْ عَلَىَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

سلمہ بیان کرتے تھے کہ میں نے سُنا حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے جو شخص میرے متعلق ایسی بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی ہے اُسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں قرار دے۔

یہ حدیثیں صحیح بخاری کتاب العلم پارہ اول مطبوعہ دہلی صہ ۱۰۲ و ۱۰۳ سے نقل کی گئی ہیں۔

حضرتؐ ہی کی یہ تاکید بھی ہے۔

قال رسول اللهؐ يَكُونُ فِى آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَاْتُونَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ (مشكوة باب الاعتصام جلد ا صـ ۱۵)

حضرت رسولخدا صلعم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے فریب دینے والے جھوٹے لوگ ہونگے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سُنی ہونگی اور نہ تمہارے بزرگوں نے پس تم ان سے خوب بچنا اور اُن کو اپنے سے بچانا۔ دیکھو وہ لوگ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اس حدیث پر یہ حاشیہ بھی مرقوم ہے "مقصود یہ ہے کہ احتیاط کرو دین کے لینے میں اور پرہیز کرو صحبت بدعتیوں کی سے اور خلط کرنے سے ساتھ اُن کے خصوصاً اُن سے کہ دعوے جھوٹا رکھیں ؎

چوں بسا ابلیس آدم روئے ہست ؛ پس بہر دستے نباید داد دست" (مشکوۃ جلد ۱ صہ ۱۵)

یہ حدیث بھی اُسی زمانہ سے متعلق ہے جو آنحضرت صلعم کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور دجّالون کذابون سے وہی لوگ مراد ہیں جو آنحضرت صلعم کے بعد ہی شروع ہو گئے یعنی دجّالوں کذابوں سے وہی لوگ مراد ہیں جو آنحضرت صلعم کے بعد ہی حدیثیں گڑھ گڑھ کر خلفاء کے درباروں میں تقرب پیدا کر لیتے تھے۔ آخر زمانہ کے لوگ اس سے مقصود نہیں ہو سکتے اس لئے کہ آنحضرت صلعم صحابہ سے فرماتے ہیں کہ وہ دجّالون کذابون تم لوگوں کے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو تم نے نہیں سنی ہو نگی الیٰ آخرہ اگر اس سے مراد واقعی آخر زمانہ یا قیامت کے قریب زمانہ کے لوگ ہوتے تو حضرتؐ یہ نہ فرماتے کہ وہ لوگ تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے۔ کیونکہ صحابہ اُس وقت کہاں رہیں گے کہ واضعین حدیث وہ حدیث ان کے پاس لائیں گے؟

اسکے بعد آنحضرت صلعم کا اُن صحابہ مخاطبین کو تاکید کرنا کہ "تم ان سے خوب بچنا اور اُن کو اپنے سے خوب بچانا۔ دیکھو وہ لوگ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں" بھی ثابت کرتا ہے کہ یہ حدیث ان وضاعوں کے متعلق ہے جنھوں نے آنحضرت صلعم کے آنکھ بند کرتے ہی غلط حدیثیں بنانا شروع کر دی تھیں۔ اسی سبب سے حضرتؐ یہ بھی فرماتے تھے۔

اِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۹)

تم لوگ نئی نئی (گڑھی ہوئی) باتوں سے بچو کیونکہ جو نئی بات ہے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں صحابہ آنحضرتؐ سے سوال کرتے تھے کہ ہم دوسروں کی اچھی باتیں لکھ لیں (تاکہ ان پر عمل کریں یا ان سے فائدہ حاصل کیا کریں)، تو حضرتؐ اُس سے بھی منع فرماتے تھے اور اپنے بڑے سے بڑے صحابی کو بھی ان کی اس تمنا اور کوشش پر ڈانٹ دیتے تھے۔ مثلاً

عن جابر عن النبیؐ حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یھود تعجبنا افتریٰ ان نکتب بعضھا۔ فقال امتھوکون انتم	جناب جابر حضرت رسولخدا صلعم سے روایت کرتے تھے کہ جب آنحضرت صلعم کے پاس حضرت عمر آئے اور کہا یا حضرتؐ ہم لوگ یہودیوں سے حدیثیں سنتے ہیں تو وہ ہمیں اچھی لگتی ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے ہم لوگ ان کی حدیثوں کو لکھ لیں؟ حضرتؐ نے فرمایا کیا تم بھی ویسے ہی حیران ہو جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہیں

کما تھوکت الیھود والنصاریٰ لقد جئتکم بھا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیاما وسعہ الا اتباعی (مشکوۃ جلد ۱)

میں تو تم لوگوں کے پاس صاف اور روشن شریعت لایا ہوں اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو انکو بھی میری ہی پیروی کرنی پڑتی۔

اس پر یہ حاشیہ بھی مرقوم ہے "یعنی کیا متیحر ہو دین اسلام میں اس کو ناقص جانتے ہو کہ محتاج اور دین کے ہو" له

وعن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ ؐ بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ۔ فسکت ۔فجعل یقرء و وجہ رسول اللہ یتغیر۔ فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجہ رسول اللہ ؐ فنظر عمر الی

جناب جابر بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب توراۃ کا ایک نسخہ حضرت رسولخدا ؐ کے پاس لاکر کہنے لگے اے رسولخدا یہ توراۃ کا ایک نسخہ ہے۔ اس پر حضرت خاموش رہے مگر حضرت عمر نے اس کو پڑھنا بھی شروع کر دیا تو حضرت رسولخدا صلعم کا چہرۂ مبارک مارے غصہ کے متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابوبکر نے ان سے کہا گم کرنے والی عورتیں تم کو گم کریں حضرت رسولخدا صلعم کا چہرہ تم نہیں دیکھتے؟ اس پر حضرت عمر نے آنحضرت کے چہرے کی طرف نظر کی تو کہنے

له جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں" امتھوکون انتم کما تھوکت الیھود والنصاریٰ ۔ تم بے پروا ہو کر ہلاکت میں جا پڑنے والے ہو جیسے یہود اور نصاریٰ پڑ گئے۔ یا تم حیرت میں گرفتار ہو جانے والے ہو جیسے یہود اور نصاریٰ اپنے دینی اعتقادات میں حیرت اور پریشانی میں گرفتار ہو گئے۔ یہ آنحضرت ؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جب وہ اہل کتاب کا ایک صحیفہ لاکر اُس کو پڑھ رہے تھے ان عمر اتاہ بصحیفۃ اخذھا من بعض اھل الکتاب فغضب وقال امتھوکون فیھا یا ابن الخطاب حضرت عمرؓ ایک صحیفہ اہل کتاب سے لیکر آئے۔ اُس کو آنحضرت ؐ کے سامنے پڑھ رہے تھے۔ آپ کو غصہ آگیا۔ فرمانے لگے خطاب کے بیٹے کیا تم حیرت میں پڑا چاہتے ہو یا بے پروائی سے اُس میں گرنا چاہتے ہو۔ دیکھو جو شریعت میں لایا ہوں وہ نورانی سفید صاف ہے۔ اب اگلی شریعتوں کی حاجت نہیں رہی۔ اُس میں بہت سی باتیں غلط لوگوں نے ملا کر تمام خبط کر دیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسلام کا بھی حال یہی ہو گیا ہے۔ یہود اور نصاریٰ سے زیادہ مسلمانوں نے اپنے دین کو خراب کر دیا ہے

رسول اللہؐ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ - رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔ فقال رسول اللہؐ والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسے فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسے حیا وادرک نبوتی لاتبعنی
مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۵)

میں اللہ اور اسکے رسولؐ کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے خوشی سے اللہ کو رب۔ اسلام کو دین اور محمدؐ کو نبی مان لیا۔ تو حضرت رسو لخداؐ نے فرمایا قسم ہے اس معبود کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر حضرت موسےٰ اس وقت تم لوگوں پر ظاہر ہوں تو تم سب انھیں کی پیروی کرنے لگو گے اور مجھے چھوڑ دو گے اور یقیناً سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے حالانکہ اگر حضرت موسےٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو یقیناً وہ میری ہی پیروی کرتے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت عمر کا درجہ مسلمانوں نے بہت بڑا مانا ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے پاس توراۃ لاکر پڑھتے ہیں تو آنحضرت صلعم اُن سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر حضرت موسےٰ ظاہر ہوں تو تم مجھ کو چھوڑ دو گے اور اُن کی پیروی کرنے لگو گے۔ پس جب آنحضرت صلعم کو حضرت عمر تک پر یہ اطمینان نہیں تھا کہ اسلام پر برابر قائم رہیں گے تو دوسرے صحابہ پر بدرجۂ اولیٰ نہیں ہوگا۔ پھر جب حضرت رسو لخدا صلعم کے انتقال پر اُن صحابہ نے دیکھا کہ جھوٹی حدیثیں بنا کر حکام وقت کے خوش کرنے میں دنیوی ترقی اور عزت وجاہ سب ہی کچھ ہے تو وہ کیوں اس سے باز رہتے؟ اسی وجہ سے حضرت رسو لخدا صلعم نے بار بار ان صحابہ سے فرما دیا تھا کہ مجھے تم لوگوں کی دنیا پرستی کا بڑا خوف ہے فرماتے تھے:۔

وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ

خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے البتہ اس کا ڈر رہتا ہے کہ میرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) ہزار ہا باتیں اپنی طرف سے دین میں شریک کر دی ہیں اور خالص سچے مسلمان حدیث اور قرآن پر چلنے والے بہت کم ہیں (انوار اللغتہ پ ۲۷ صفحہ ۱۱۸)

جامہ اتار کر فارسی کا لباس پہنا دیا اور اس کا نیا نام تحفہ اثنا عشریہ رکھکر تمام مشہور کر دیا کہ دیکھو میں نے کس قابلیت کی کتاب لکھی ہے اور شیعوں کی رد میں کتنا زبردست کام کیا ہے جس کا مثل ہمارے علماء اعلام سے کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا۔

مولوی صاحب ۔ تم کیا کہتی ہو؟ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ بڑے زبردست عالم اور نہایت کامیاب محقق و مناظر تھے۔ اُن کا جواب آج تک ہندوستان میں کوئی بھی نہیں ہوا۔ وہ ایسی ذلیل حرکت نہیں کر سکتے تھے کہ دوسروں کی کتاب کا نام بدل کر اپنی طرف سے پیش کر دیں۔ چھی۔ چھی۔ چھی۔ یہ تو کوئی معمولی درجہ کا مولوی بھی نہیں کر سکتا۔ پھر ایسے زبردست عالم جن کی شہرت کا ڈنکا عراق۔ عرب۔ عجم تک بجتا رہا کیسے اس کو پسند کرتے۔ تم رافضیوں کی باتیں بھی کیسے مضحکہ کی ہوتی ہیں۔ چانڈو خانوں کی گپوں اور تم لوگوں کے دعووں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ہدایت خاتون ۔ شاہ صاحب کچھ معصوم تو تھے نہیں۔ اپنی شہرت حاصل کرنے کے لئے اگر اُنھوں نے ایسا کیا اور اس کا ثبوت بھی موجود ہو تو اسکے قبول کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے

مولوی صاحب ۔ اچھا وہ ثبوت کیا ہے؟

ہدایت خاتون ۔ خواجہ نصر اللہ صاحب کابلی کی کتاب صواقع موبقہ۔ کیونکہ خواجہ صاحب کا زمانہ شاہ صاحب سے پہلے گزرا ہے اور ان کی کتاب بھی تحفہ اثنا عشریہ سے پہلے لکھی گئی مگر اُس زمانہ میں چھاپہ خانہ نہیں تھا اس وجہ سے اُس وقت چھپ نہ سکی۔ اور چونکہ خواجہ صاحب مال و اقتدار میں کم تھے اس وجہ سے ان کی کتاب مشہور نہیں ہو سکی اور شاہ صاحب کے سر پر اس کتاب کی تصنیف کا سہرا باندھ دیا گیا۔

مولوی صاحب ۔ مگر یہ کیوں نہیں بتاتی ہو کہ کیسے معلوم ہوا شاہ صاحب نے یہ کتاب صواقع کابلی سے سرقہ کر کے لکھی ہے۔

ہدایت خاتون ۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ جب کتاب صواقع کابلی حضرات اہلسنت کی نظروں سے گزری اور لوگوں نے اُسکے مضامین کو ایک ہی جیسا پایا تو بڑی بڑی چہ می گوئیاں ہوئیں۔ سب لوگ تو شاہ صاحب کے مرید تھے ہی نہیں۔ انھوں نے شاہ صاحب کو بہت بدنام کیا کہ موصوف نے دوسرے کی محنت لیکر اپنا کمال دکھانے کی کوشش کی۔ اس پہ

بڑی لے دے ہوئی۔ سمجھدار لوگوں کے طبقہ میں اسکی وجہ سے شاہ صاحب بہت ذلیل ہوئے
مولوی صاحب ۔ ارے تم کیا کہتی ہو؟ میں نے تو آج تک یہ سب کہیں نہیں سُنا۔
دیوبند بھی رہا۔ رام پور میں بھی قیام کیا۔ دہلی بھی گیا۔ حیدر آباد تو میرا وطن ہی ہے۔ ہر جگہ
ہمارے زبردست علماء بھرے ہیں۔ لیکن کسی نے یہ بات نہیں کہی۔ تم رافضیوں کے ہاں کیا
وحی نازل ہوتی ہے یا فرشتے آتے ہیں جو اس طرح بے پر کی اُڑایا کرتے ہیں؟ لاحول ولاقوۃ
تم کو تو میں سمجھدار خیال کرتا تھا مگر تم اپنے مذہب کی وجہ سے بالکل پاگل ہو رہی ہو۔ تمہارے
مذہب نے تم کو نری سڑی بنادیا ضرورت ہے کہ تمہارا علاج کرایا جائے۔
ہدایت خاتون ۔ تمہارے منہ میں زبان ہے جو چاہو کہو۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ جس شخص
سے کسی کی سچی بات کا جواب نہیں چلتا وہ اُس کو گالیاں ہی دینے لگتا ہے۔
مولوی صاحب (غصہ سے لال پیلے ہوکر) تو بتاتیں کیوں نہیں کہ کس نے صواقع موبقہ
دیکھی؟ کس نے تحفہ سے اُس کا مقابلہ کیا۔ کس نے شاہ صاحب پر یہ الزام قائم کیا کہ انھوں نے
تحفہ کو صواقع کابلی سے چوری کر کے لکھا ہے۔ اور دوسرے کی محنت سے اپنی قابلیت وکمال
ظاہر کرنے کا نفع اٹھایا۔ ان دیکھنے والوں نے حضرت شاہ صاحب سے کیوں نہیں پوچھا۔
اگر وہ سچے تھے تو انھیں خود موصوف سے پوچھنا چاہیئے تھا کہ اے حضرت! آپ نے یہ کیا
کیا کہ دوسرے کی کتاب چرا کر اور اس کا نیا نام رکھکر خود پیش کر دیا اور مفت کی عزت حاصل
کر لی۔ اور بیچارے خواجہ نصر اللہ صاحب کو کند چھری سے ذبح کر ڈالا۔
ہدایت خاتون ۔ اب تم غیظ و غضب کی باتیں کرنے لگے تو میں یوں پسند نہیں کرتی۔ جب نرم
ہو جاؤگے تو سب کا ثبوت پیش کر دوں گی۔
مولوی صاحب ۔ نہیں تم کو ابھی بتانا ہوگا۔
ہدایت خاتون (اُٹھکر گئیں اور ایک کتاب لاکر بولیں) دیکھو یہ خود شاہ صاحب کی
مشہور کتاب فتاوے عزیزی موجود ہے جس میں دور دراز کے لوگوں نے شاہ صاحب
سے اس بات کا سوال کیا اور جب اُنھوں نے دیکھا کہ نہاں کے ماند آں رازے کزو
سازند محفلہا کے مطابق ان کا بھید کھل گیا۔ ان کی تدبیر بے پردہ ہوگئی اور اُن کا راز فاش
ہو گیا تو موصوف کو دبی زبان سے اقرار کرنا ہی پڑا کہ ہاں بات سچی ہے۔ لوگ غلط نہیں بلکہ

کرتے ہیں۔

مولوی صاحب ۔ اچھا پڑھو تو اس میں کیا لکھا ہے۔

ہدایت خاتون ۔ اس کے صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ دہلی میں یہ عبارت موجود ہے سنو "سوال ازمرزا احسن علی صاحب کتاب صواقع موبقہ در رد مذہب روافض خذلہم اللہ تعالےٰ کہ تالیف نصراللہ کابلی است. بملاحظہ شریفہ در آمدہ یا نہ۔ و بعد از آنکہ ملحوظ نظر فیض اثر شدہ باشد فرقے در تصنیف آں و تصنیف جناب افادت مآب کہ تحفہ اثنا عشریہ است چیست۔ و معاندان ایں دیار خصوصاً روافض خذلہم اللہ بطریق تراز خائی و بیہودہ گوئی خیلے شور و شغب می کنند کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ ترجمۂ صواقع موبقہ است۔ ہر چند سوال ایں معنے مخلصان و فدویان را لاطائل و بیہودہ می نماید و از جملہ بدیہی البطلان ست و ہر کس کہ از مایۂ علم آگہی داشتہ باشد ایں خبر را از محکی عنہ مخالف خواہد دانست لیکن بعضے کسان ایں ناکس را بسیار تنگ کردند لہذا ایں امر نامرضی را موجب سمع خراشی جناب عالی انگاشتہ شد" [1] اس سے صاف معلوم ہوا کہ تحفہ کا صواقع کابلی سے نقل کیا جانا زبان زد خاص و عام ہو گیا [2]۔ اور اس وجہ

[1] عبارت مذکورہ کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ مرزا احسن علی صاحب نے جناب شاہ صاحب کے پاس یہ سوال بھیجا کہ کتاب صواقع موبقہ جو رافضیوں کی رد میں ہے (خدا ان رافضیوں کو ذلیل و رسوا کرتا رہے) اور جو خواجہ نصراللہ کابلی کی تصنیف ہے حضور کی نظر سے گزری ہے یا نہیں؟ اگر گزری ہے تو جناب عالی کی تصنیف تحفہ اثناعشریہ اور اس کتاب صواقع موبقہ میں کیا فرق ہے؟ ان اطراف کے دشمن لوگ اور خاص کر رافضی خدا انھیں ذلیل و رسوا کرتا رہے بطور توہین و تذلیل و بیہودہ گوئی کے بہت شور و غل کرتے رہتے ہیں کہ کتاب تحفہ اثناعشریہ تو کتاب صواقع موبقہ کا ترجمہ ہے۔ اگر چہ ہم ایسے مخلصوں اور جان نثاروں کو یہ اعتراض بالکل لغو اور بیہودہ معلوم ہوتا ہے اور اس کا باطل ہونا بدیہی ہے اور جو شخص حضور کے علم و کمال سے کچھ بھی خبر رکھتا ہے وہ اس چرچے کو بالکل غلط اور خلاف واقع جانیگا مگر بعض لوگوں نے اس حقیر کو بہت تنگ کیا اس وجہ سے یہ ناپسندیدہ بات حضور عالی کے گوش مبارک میں پہونچانے کی جرأت میں نے کی (تا کہ حقیقت حال واضح ہو)

[2] خصوصاً علماء میں اس کو بہت اہمیت دی گئی کیونکہ ایسی جرأت اہل علم سے بہت بعید ہے ۱۲ منہ

مشہور ہو گیا تھا کہ خود حضرت شاہ صاحب سے ان کی اس کارروائی کے متعلق صفائی چاہی گئی۔

مولوی صاحب۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے کیا جواب دیا۔ ضرور اس سے انکار کیا ہوگا

ہدایت خاتون۔ انکار کیسے کرتے۔ کتاب صواعق موبقہ ہی لوگوں کو مل گئی تھی تو کیسے کہتے کہ وہی مضامین تحفہ میں نہیں لئے ہیں۔ البتہ جب کسی شخص کی کوئی مخفی کارروائی منظر عام پر آجاتی ہے اور اب اُسکے چھپائے نہیں چھپتی تو وہ اُسکی تاویل و توجیہ کے متعلق جو تدبیریں کرتا ہے وہی شاہ صاحب نے بھی کیں کہ جواب گول مول دیا اور تاویلات سے کام نکالنا چاہا۔

مولوی صاحب۔ اچھا سناؤ تو کیا کہا۔

ہدایت خاتون۔ فرماتے ہیں " در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ از کتابہائے اہلسنت کہ در رد مذہب شیعہ و کتب شیعہ کہ در رد مذہب اہلسنت تالیف شدہ سہ قسم بہم رسیدہ بود ... قسم سوم آنست کہ تمام مذہب شیعہ را ہم در الہیات و ہم در معاد و ہم در امامت و ہم در روایت احادیث و ہم در اصول رد کردہ اند مثل ابطال الباطل و صواقع موبقہ تالیف نصر اللہ کابلی از طرف اہلسنت ... ایں ہر سہ قسم کتب در وقت تالیف تحفہ اثنا عشریہ موجود و مستحضر بودند۔ در آں وقت ترتیب صواقع بسیار پسند خاطر افتادہ و ہماں ترتیب دریں کتاب کلام واقع شد ... ترتیب صواقع بسیار مختصر و خوشنما بنظر آمد ہماں را اختیار کردہ شد ... پس ایں کتاب را ترجمہ آں گفتن محض نظر بظاہر ترتیب آں می تواند شد ... معہذا جائے طعن معاندان و حاسدان وقتے متوجہ فقیر می تواند شد کہ ایں فقیر دعوے تصنیف ایں کتاب را موجب افتخار خود دانستہ تقریرا و تحریرا القلم زبان یا بزبان قلم کردہ باشد معلوم است کہ ایں کتاب را تصنیف حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو الفیض نوشتہ ام۔ اگر منظور دعوے نسبت ایں کتاب بخود می بود چرا ایں قدر اخفا بناہائے غیر معروف بعمل می آوردم ... و نیز اگر تامل کنند روافض را ہرگز جائے طعن نیست زیرا کہ اگر ایں کتاب ترجمہ صواقع است آخر اثبات مذہب اہل سنت می کند و رد مذہب روافض فی نماید۔ ایں بار را چہ کار از آں کہ تفتیش کنند کہ گوئندہ کیست ... آرے بعض اہلسنت کہ اظہار الشہرت ایں کتاب نسبت بایں فقیر عرق حسد بجوش آمدہ می خواہند کہ نسبت بایں فقیر در میان نماند "[1]

---

[1] اس کا اردو ترجمہ یہ ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تحفہ اثنا عشریہ لکھتے وقت تین قسم کی

مولوی صاحب - حضرت شاہ صاحب نے سچ تو فرمایا۔ کسی کو اس سے کیا مطلب کہ انھوں نے دوسری کتاب کے مضامین چرالیئے ہیں یا خود اپنی دماغی قابلیت اور علمی قوت سے اس کو لکھا ہے۔

ہدایت خاتون - میں اعتراض تو نہیں کرتی۔ البتہ تم نے پوچھا تھا کہ کیوں انھوں نے یہ کتاب فرضی نام سے لکھی۔ تو میں نے اس کی وجہ بیان کردی کہ چونکہ صواقع موبقہ کے مضامین لے کر۔ اور اوس کا نام بدل کر اپنی طرف سے نئی کتاب پیش کی اسس وجہ سے ان کو ہمت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲) کتابیں میرے پاس تھیں... تیسری قسم کی وہ کتابیں جو مذہب شیعہ کے کل اصول وفروع دین نیز الہیات ومعاد وامامت وروایت احادیث واصول کی رد میں ہیں مثل ابطال الباطل اور صواقع موبقہ کے جو خواجہ نصر اللہ کابلی کی تصنیف ہے... تحفہ کے لکھتے وقت یہ تینوں قسم کی کتابیں میرے پاس موجود اور پیش نظر تھیں مگر صواعق موبقہ کی کی ترتیب مجھے بہت زیادہ پسند آئی اور اُسی ترتیب سے میں نے بھی اپنی کتاب لکھی... صواقع کی ترتیب بہت مختصر اور خوشنا نظر آئی اسی کو میں نے اختیار کرلیا۔ بس اس کتاب تحفہ کو صواقع کا ترجمہ کہنا صرف اُسکی ظاہری ترتیب کو دیکھکر صحیح ہوسکتا ہے۔ باوجود اسکے دشمنوں اور حاسدوں کا اعتراض تو اس وقت صحیح ہوتا جب یہ فقیر اس کتاب کی تصنیف کا دعوے کرکے اس پر فخر کرتا۔ معلوم ہے کہ یہ کتاب میں نے حافظ غلام حلیم۔ فرزند شیخ قطب الدین احمد فرزند شیخ ابو الفیض کے نام سے لکھی ہے۔ اگر مجھے اس کتاب کی تصنیف کا دعوے اپنی طرف نسبت دینا منظور ہوتا تو نام کے چھپانے میں کیوں اس قدر کوشش کرتا اور غیر معروف نام سے کیوں اس کو شائع کرتا۔ اگر غور کریں تو رافضیوں کو ہرگز اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ اگر یہ کتاب صواقع موبقہ کا ترجمہ ہے تو ہوا کرے۔ بہرکیف مذہب اہلسنت کو تو ثابت کرتی ہے اور رافضیوں کے مذہب کی رد تو کرتی ہے۔ ان لوگوں کو اس سے کیا مطلب کہ تفتیش کرتے پھریں کہ اس کتاب کا اصل مصنف کون ہے... ہاں بعض اہلسنت میں بھی اس وجہ سے کہ یہ کتاب میری نسبت سے مشہور ہے رشک وحسد کا مادہ جنبش کرتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ سب لوگ جان لیں کہ یہ کتاب اس فقیر (شاہ) نے نہیں لکھی ہے اور اس کتاب کی نسبت میری طرف باقی نہ رہے۔"

نہیں ہوئی کہ اسے اپنے نام سے لکھیں۔
مولوی صاحب۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب نے یہ کام اپنی شان کے خلاف کیا۔ بلکہ کوشش کرکے صواقع کو اسی نام سے شائع کرتے یا اس کا ترجمہ فارسی کرکے اُن کا نام ترجمہ صواقع رکھتے اور خواجہ صاحب کی محنت کو مٹی میں نہ ملاتے۔ اگر مرزا داغ بھی اسی طرح دیوان غالب کے اشعار کو لے کر ایک فرضی نام دیوان طالب وغیرہ کے نام سے شائع کردیتے اور مشہور کردیتے کہ یہ کتاب میں نے لکھی ہے تو کیا ان کی یہ حرکت کسی طرح پسند کی جاتی۔ پھر شاہ صاحب تو کیسے زبردست پیشوائے اسلام اور رکن مذہب اہلسنت تھے ان سے ایسی نازیبا حرکت کا سرزد ہونا ہم لوگوں کے لئے نہایت شرمناک ہے۔
ہدایت خاتون۔ ابھی چند سال ہوئے ایک مستقل کتاب ہی اس بحث میں لکھی گئی ہے کہ شاہ صاحب نے تحفہ کو صواقع سے لکھا ہے۔ اس کا نام ہے
التمییز بین صواقع الکابلی وتحفۃ عبد العزیز جس میں ثابت کردیا ہے کہ شاہ صاحب نے تحفہ کے کل مضامین اسی صواقع سے لئے ہیں اور دوسرے کی محنت اپنی طرف منسوب کردی ہے۔
مولوی صاحب۔ ہاں جب خود شاہ صاحب نے اس کا اقرار کرلیا تو اب اس میں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ مگر شاہ صاحب کو صاف صاف ماننے کی کیا ضرورت تھی۔ کہہ دیتے کہ میں نے کتاب صواقع سو بقہ دیکھی ہی نہیں۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اُسکے مضامین اور میری کتاب تحفہ کے مضامین بطور توارد ایک ہوگئے۔ اس طرح شاہ صاحب سرقہ کے الزام سے بچ جاتے دوسرے لوگ بکا کرتے۔ شاہ صاحب نے تصدیق کرکے غضب کردیا۔

چھٹا باب

شہر حیدر آباد میں ایک روسی پہلوان کی پنجابی پہلوان سے یادگار کشتی

ملک روس کا ایک شخص جو بڑے قد و قامت کا نہایت مضبوط بلکہ دیو صورت تھا کسی کمپنی کا ایجنٹ بن کر ہندوستان میں آیا تھا۔ وہ بڑا مشہور پہلوان بھی تھا اور مختلف ملکوں میں نامی بہادروں کو پچھاڑ دیا تھا جس کے انعام میں اس کے پاس بہت سے تمغے تھے۔ اس نے بمبئی سے اعلیٰحضرت سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی کہ میں حضور کی ریاست کے کسی پہلوان سے

کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ چونکہ ہندوستان میں بھی اس سے قبل وہ کئی کشتیاں مار چکا تھا اور متعدد انگریزی اخباروں تک میں اُسکے پہلوانی کی دھوم تھی اس وجہ سے اس ملک کے کل پہلوانوں کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ جس وقت اسکی عرضی سرکار عالی میں پہونچی حضور نے اپنی ریاست کے مشہور پہلوان نامی خاں سے اس کا ذکر فرمایا۔ نامی خاں دل میں تو گھبرایا مگر زبان سے اقرار کر لیا کہ حضور اُس کو بلائیں غلام کس دن کے لئے ہے اللہ کی مدد پر بھروسا کر کے اور حضرت علیؑ مولا مشکل کشا کا نام لے کر اُس سے ضرور لڑوں گا۔ مگر بعض ارکان دولت نے عرض کی کہ اس کشتی کا ہونا مناسب نہیں ہے۔ اُس روسی پہلوان نے بڑے بڑے پہلوانوں کو زیر کر دیا ہے۔ ریاست کا مشہور پہلوان نامی خاں بھی شکست کھا کر بدنام ہو جائیگا تو یورپ و امریکہ کے اخباروں میں بھی بڑی جلی سرخیوں سے یہ خبر چھپیگی کہ روسی پہلوان نے ریاست حیدر آباد دکن تک کے پہلوان کو زیر کر دیا۔ اس طرح ریاست کی ذلت ہوگی۔ مگر نامی خاں کے اصرار بلیغ سے اعلےٰحضرت نے روسی پہلوان کی درخواست منظور کر کے اس کو طلب فرمالیا۔ اس واقعہ نے بڑی اہمیت پیدا کر لی۔ اس زمانہ میں تقریباً ہر انگریزی مرہٹی۔ گجراتی اردو وغیرہ اخبار میں اس کا اعلان شائع ہوتا تھا کہ فلاں تاریخ کو روسی پہلوان کی کشتی نامی خاں پہلوان سے ہوگی۔ مولوی رکن الدین صاحب بھی اس کشتی کے بڑے مشتاق تھے۔ اس سے ایک رات قبل ان میں اور ہدایت خاتون میں اس طرح باتیں ہوئیں۔

مولوی صاحب ۔ کل ہی نہ روسی پہلوان کا دنگل ہے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ ہم لوگوں کو تو بہت تردد ہو رہا ہے۔ نامی خاں کے تکبر اور غرور نے یہ سب کیا ہے۔ جس وقت اعلےٰحضرت نے ذکر کیا ہے کوئی عذر کر دینا مناسب تھا۔ مگر سنا ہے کہ کہا حضور اس کو ضرور بلائیں۔ اللہ پر بھروسا کر کے حضرت علیؑ کی مدد سے میں لڑوں گا۔ یہ بے عقلی کی بات ہے۔ انسان کو ہر کام موقع و محل سے کرنا چاہیئے۔

ہدایت خاتون ۔ عذر کرنے میں بھی تو بیچارے کی ذلت تھی اور بدنامی اس طرح بھی ہوتی کہ روسی پہلوان نے للکارا تو نامی خاں دبک گیا۔ ممکن ہے خدا کے فضل اور حضرت علیؑ کی مدد سے نامی خاں ہی کی جیت ہو جائے۔

مولوی صاحب ۔ جس طرح نامی خاں نے حماقت کا کام کیا اُسی طرح تم بھی زنانی باتیں

کررہی ہو۔ غرض کشتی کی تاریخ آ پہونچی۔ باہر کے ہزارہا لوگ اس دنگل کا تماشا دیکھنے کے لئے حیدرآباد پہونچ گئے تھے۔ یوروپین لوگوں کی بھی خاصی جماعت موجود تھی اعلےٰ حضرت کے حکم سے کشتی کا انتظام نہایت اعلےٰ درجہ کا کیا گیا تھا جسکی مدح وثنا میں انگریزی اخبار بھی رطب اللسان تھے چار بجے اس کا وقت مقرر تھا۔ ٹھیک وقت پر اعلےٰ حضرت اور ریزیڈنٹ کی موٹریں بھی پہونچ گئیں۔ اعلےٰ حضرت نے اپنے معتمد خاص کے ذریعہ سے مخفی طور پر لوگوں کو مطلع کردیا تھا کہ "اگر روسی پہلوان کی شکست ہو جائے تو خبردار کوئی شخص تالی بجائے۔ نہ شوروغل کرے نہ طعن آمیز خوشی کا اظہار کرے کیونکہ روسی پہلوان اس وقت ریاست کا مہمان ہے۔ اس سے اُسکی خاطر شکنی ہوگی جو منظور نہیں۔ بلکہ کشتی کے بعد ہر شخص اس سے ہاتھ ملائے اور اسکے ساتھ عزت واحترام کا برتاؤ کرے" روسی پہلوان کی صورت۔ شکل۔ قدوقامت اور ہر ہر عضو بدن دیکھکر ہر شخص متحیر تھا اور اپنی جگہ کہتا تھا کہ کشتی بے جوڑ ہے۔ نامی خاں نے غلطی کی جو اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ساڑھے چار بجے روسی پہلوان پہلے اکھاڑے میں داخل ہوا۔ نامی خاں نے بھی "بسم اللہ الرحمن الرحیم یاعلیؑ مولا مشکل کشا مدد" کہکر اکھاڑے میں قدم رکھ دیا۔ کشتی شروع ہوئی۔ دیکھنے میں دیو اور آدم زاد کا مقابلہ نظر آتا تھا۔ روسی پہلوان تو نامی خاں کو کوئی چیز ہی نہیں سمجھتا تھا۔ بار بار اُس نے کوشش کی کہ نامی خاں کے لنگوٹے میں ہاتھ ڈال کر اُس کو اوپر اُٹھالے مگر نامی خاں بھی فن پہلوانی میں یگانۂ روزگار تھا۔ جب روسی پہلوان اس ارادے کی کوشش کرتا وہ ایسا داؤ لگاتا کہ روسی پہلوان شرماکر رہ جاتا۔ کتنے موقع آئے کہ روسی پہلوان کی کوششیں رائیگاں گئیں اور تماشائیوں نے شور کرنا چاہا مگر اعلےٰ حضرت کے رعب وجلال سے کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ ایک لفظ تک منہ سے نکالے۔ یوروپین جماعت کو بھی شروع میں یقین تھا کہ روسی پہلوان چار پانچ منٹ میں نامی خاں کو پٹک دیگا مگر آدھ گھنٹہ تک اسی مزے سے نامی خاں روسی پہلوان کو کھلاتا اور جھکائیاں دکھاتا رہا کہ وہ بیچارا پسینہ میں غرق ہوگیا اور غیظ وغضب کی تو کوئی حد ہی نہیں تھی۔ دانت پیس پیس کروار کرتا اور نامی خاں پہلوانی فنون کا جوہر دکھاکر سب لوگوں کو انگشت بدنداں کئے ہوئے رہا۔ ۴۵ منٹ تک دونوں ایک دوسرے کو چت کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی اب یوروپین جماعۃ کے چہروں پر بھی تردد کے آثار نمایاں ہوگئے تھے۔ اور ہندوستانیوں سے بھی جن کو یقین تھا کہ روسی پہلوان ضرور جیت جائیگا ان کے چہروں پر امید کی جھلک نظر آنے لگی

کہ ممکن ہے نامی خاں ہی کے سر کامیابی کا سہرا رہے۔ روسی پہلوان اب تھک گیا تھا۔ اُس نے بھوت ہو کر اپنی پوری طاقت سے نامی خاں کی کمر پکڑی اور دانت پیس کر اس کو نیچے گرانا چاہا مگر نامی خاں نے ایک دفعہ زور سے کہا "اللہ اکبر" اور پھر دوسرا نعرہ "یا علیؑ مدد" کا لگا کر ایسا داؤ لگایا کہ روسی پہلوان اُلٹ ہی تو گیا اور دھڑام سے چاروں شانے چیت نیچے آ رہا۔ نامی خاں کمال پھرتی سے اسکے سینہ پر سوار ہو گیا۔ فوراً اعلیٰ حضرت نے نظروں سے اشارہ کیا کہ بس اب اتر جاؤ۔ نامی خاں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ روسی پہلوان بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ ریزیڈنٹ بہادر نے پکار کر کہا "بس کشتی ختم۔ نامی خاں شاباش۔ تم بڑا اچھا پہلوان ہے۔ ہم سب تم سے بہت خوش ہوا" نامی خاں نے جھک کر سب کو سلام کیا اور روسی پہلوان کا ہاتھ پکڑے دوستانہ عنوان سے اکھاڑے کے باہر آیا۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً دونوں پہلوانوں سے ہاتھ ملایا۔ دونوں کو نہایت قیمتی ہار پہنایا۔ ایک ایک ہزار روپیہ انعام دیا اور خوشی خوشی یہ دنگل تمام ہوا۔ لوگ اپنے اپنے گھر واپس جانے لگے تو راستہ بھر اسی دنگل کا چرچا رہا۔ ہر شخص نہایت خوش تھا۔ دنگل دیکھنے کے لئے شہر کے کل معززین گئے تھے۔ حافظ عبدالصمد صاحب اور مولانا عبدالقوی صاحب بھی تھے۔ واپسی میں حافظ عبدالصمد صاحب کا مکان پہلے پڑتا تھا۔ مولانا عبدالقوی صاحب اور مولوی رکن الدین صاحب حافظ صاحب کے ہاں جا کر ٹھہر گئے کہ کچھ آرام کر کے مکان جائیں۔ حافظ صاحب نے جلد ناشتے کا انتظام کر لیا مگر اُن کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ دنگل ہی سے مولانا صاحب دیکھ رہے تھے کہ سب لوگ نہایت خوش ہیں صرف حافظ صاحب کسی بڑی فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مکان پر آ کر بھی حافظ صاحب اسی طرح افسردہ تھے اور گو چائے اور ناشتے کا اہتمام کرتے تھے مگر صورت خوش نظر نہیں آتی تھی۔ جب چائے نوشی وغیرہ سے سب لوگ فارغ ہو گئے تو اس طرح باتیں ہونے لگیں

مولانا صاحب۔ کیوں جناب حافظ صاحب! آج کے دنگل سے سب خوش نظر آتے ہیں اور نامی خاں کی کامیابی پر تو لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے مگر میں آپ کو شروع سے دیکھتا ہوں کہ منہ بنائے ہوئے ہیں۔ کیا آپ کو روسی پہلوان کی ہار سے رنج ہوا کیا اُس نے آپ کو کچھ انعام کا وعدہ کیا تھا کہ اگر جیت جائیگا تو آپکو شیرینی کھلائے گا۔ یا آپ کو اس سے کچھ قرابت ہے جس سے اُسکی شکست کے غم میں مبتلا ہو گئے !!

حافظ صاحب۔ دیکھئے یہ وقت مذاق کا نہیں ہے۔ مجھ سے اُس سے کیوں قرابت ہونے لگی اور اگروہ کامیاب ہوتا تو مجھے کیوں انعام دیتا۔ مجھے ایسا مزاح پسند نہیں ہے بس رہنے دیجئے۔

مولانا صاحب۔ (ہنسکر) تو کیوں آپ سوگ منا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب روئے اور تب روئے۔ یا نامی خاں سے آپ کو مخالفت ہے جس سے اُسکی کامیابی آپ کو ناگوار گزری۔

حافظ صاحب۔ آپ اور تیز ہو چلے۔ مجھے یہ چھیڑ خانی بھلی نہیں لگتی۔ میرے دل پر جو گزر رہی ہے میں ہی جانتا ہوں۔ دوسروں کو کیا خبر۔ اب آپ اور زیادہ مجھے نہ ستائیے۔

مولانا صاحب۔ ذرہ میں بھی تو سنوں کہ نصیب دشمناں کیا امر ہے۔ کس بات پر خفگی ہے۔

حافظ صاحب۔ آپ سب کچھ جانتے ہیں لیکن تجاہل عارفانہ کا کیا علاج۔ آپ بھی اسمیں شریک ہیں۔

مولانا صاحب۔ اے سبحان اللہ! میرے دشمنوں کو بھی خبر نہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ سب کچھ جانتا ہوں۔ آج کیا ہے جو آپ کی ہر بات پہیلی ہی معلوم ہو رہی ہے خدا خیر کرے۔

حافظ صاحب۔ کیا میرے اور آپ لوگوں کے کم صدمہ کی بات ہے کہ نامی خاں نے اتنے بڑے پہلو ان کو تو پچھاڑ دیا اور اپنے کمال کا جوہر دکھا دیا لیکن مولوی رکن الدین ایک ہدایت خاتون کو زیر نہ کر سکے اور اُس کو اپنے مذہب میں نہ لا سکے۔ حالانکہ یہ دیوبند۔ رام پور دہلی میں کتنے دنوں تعلیم پاتے رہے اور کیسے زبردست عالم ہو گئے ہیں۔ ایک معمولی لڑکی نے ان کو بچھاڑ رکھا ہے۔ ان کی مولویت کہاں گئی۔ ان کا فضل و کمال کہاں غائب ہو گیا۔ عیسائیوں اور آریوں کے کتنے زبردست مناظروں سے بحث کرتے ہیں تو بھی کامیاب ہوتے ہیں۔ پھر اس چار دن کی بچی میں کیا ہے کہ یہ کسی طرح اس کو لاجواب اور شیعہ مذہب سے علحدہ نہیں کرنے پاتے۔ کیا میرا مذہب ہی ایسا کمزور ہے کہ ان کو کسی طرح فتح نہیں ہو رہی ہے۔

مولوی رکن الدین۔ آپ صحیح فرماتے ہیں مگر میں جس قدر کوشش کر رہا ہوں خدا جانتا ہے۔ تقیہ کی بحث شروع کی تو اُنھوں نے قرآن مجید ہی سے دلیلوں کا ایسا ڈھیر لگا دیا کہ میں کسی بات کا جواب نہیں دے سکا اور مبہوت ہو کر رہ گیا۔ تحفہ اثنا عشریہ دیکھنے کو کہا تو اس کی ایسی دھجیاں اُڑائیں کہ خود مجھ ہی کو اس کتاب سے نفرت ہو گئی۔ میں تو روزانہ کی بحث کو والد صاحب قبلہ سے بھی ذکر کرتا ہوں اور آپ جو بتا دیتے ہیں اسکے مطابق گفتگو کرتا ہوں۔ مگر وہ اُن سب باتوں میں بھی میرا منہ بند کر دیتی ہیں۔ تقیہ اور شاہ صاحب کی تحفہ اثنا عشریہ کے

متعلق تو میں پوری کوشش کر کے تھک گیا اور میرا یقین ہے کہ ان دونوں مسئلوں پر ہمارے کل علماء کرام جمع ہو کر اُن سے بحث کریں جب بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ استدلال میں ایسی قوت اور بیان میں ایسی دلکشی ہے کہ لاکھ تعصب برتا جائے پھر بھی لاجواب ہی ہو جانا پڑتا ہے۔ خود میرے دل و دماغ میں آگ لگی ہوئی ہے کہ کس طرح اُن کو اپنے مذہب میں داخل کروں اور رفض ایسی گندگی سے اپنے گھر کو پاک کروں مگر اللہ تعالےٰ میری مدد نہ کرے اور ان کو راہ راست نہ دکھائے تو میں یا آپ کیا کر سکتے ہیں۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

حافظ صاحب۔ خیر مسئلہ تقیہ اور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں اگر کامیاب نہ ہوئے تو دوسرے مسئلوں میں کوشش کرنی چاہیئے۔ ابھی سیکڑوں بحثیں باقی ہیں کسی طرح تو اسکو راہ حق دکھائی جائے۔

مولانا صاحب۔ میری رائے ہے کہ اب ان سے کہو تمہارا مذہب ایسا خراب ہے کہ اس میں دوسروں کو گالی بکی جاتی ہے جو تہذیب و شرافت کے خلاف ہے۔ گالی بکنا تو رذیلوں۔ کمینوں اور جاہلوں کا شیوہ ہے۔ مگر تمہارا مذہب اس درجہ بیہودہ ہے کہ اس میں گالی بکنا عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اس میں وہ بالکل لاجواب ہو جائینگی۔ بس اُسی وقت اُن سے کام نکلے گا۔

حافظ صاحب (خوش ہو کر)۔ ہاں ہاں یہ ٹھیک ہے۔ گالی بکنے کا جواب اُسکے پاس کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور شیعوں کا گالی بکنا مشہور ہے۔ اس سے انکار بھی نہیں کر سکتی۔

مولوی صاحب۔ ہاں میں بھی سوچتا تھا کہ اب کسی اور مسئلہ پر بحث کروں۔ یہ مسئلہ بھی خوب ہے۔ تبرا تو ان کا مشہور کام ہے جسکی خوبی کوئی بھی کسی طرح ثابت نہیں کر سکتا۔

ساتواں باب

تبرّاء کی حقیقت۔ کیا شیعوں کے ہاں گالی بکنا عبادت ہے؟

مولوی صاحب بہت خوش اور نئے ہتھیار سے آراستہ ہو کر مکان پر آئے۔ عشا کی نماز پڑھی۔ کھانا کھایا اور جا کر پلنگ پر لیٹ رہے۔ دن کے تھکے ہوئے تھے۔ فوراً نیند آگئی۔ اور اُس شب میں ہدایت خاتون سے کوئی بحث نہ ہو سکی۔ دوسری شب کو اس طرح باتیں ہوئیں۔

مولوی صاحب۔ افسوس تم کشتی دیکھنے نہیں گئیں۔ بڑا لطف آیا۔ بڑی یادگار کشتی ہو گئی۔

ہدایت خاتون۔ عورتوں کو بغیر شدید ضرورت کے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے اور وہ بھی

فنس یا بندگاڈی میں کشتی دیکھنا مردوں کا کام ہے اور خانہ داری عورتوں کا فرض۔

مولوی صاحب۔ ہم لوگوں کو یقین تھا کہ نامی خاں ضرور ہار جائے گا مگر اس نے تو کمال کر دیا۔ سب لوگ اسکی کامیابی پر متحیر ہو رہے ہیں۔ اس نے پہاڑ سے مقابلہ کیا اور اُسکو زیر کر دیا۔ تم نے سچ کہا تھا کہ ممکن ہے نامی خاں جیت جائے۔ جب آخر میں روسی پہلوان نے جھنجھلا کر اسکی کمر پکڑی اور گرانا چاہا تو نامی خاں کے ہارنے میں کچھ باقی ہی نہیں تھا مگر واہ رے اسکی استادی کہ زور سے اللہ اکبر۔ اور یا علیؑ مدد کہکر ایسا داؤ لگایا کہ روسی پہلوان گر ہی تو پڑا اور گرا بھی تو بالکل چت۔ جھٹ نامی خاں اسکے سینے پر سوار ہی تو ہو گیا۔ مگر اُسکے یا علیؑ مدد کہنے پر مجھے بڑا غصہ آیا تھا۔ نہ معلوم پہلوانوں کو یہ عادت کب سے پڑ گئی ہے کہ کشتی لڑتے وقت حضرت علیؑ کا نام ضرور لیتے ہیں۔ پنجاب۔ یوپی کے پہلوانوں کو بھی دیکھا کہ یہ ضرور کہتے ہیں۔

ہدایت خاتون۔ اب بھی تو تم حضرت علیؑ کو مانو۔ ممکن ہے اس سے نامی خاں جیت گیا ہو۔

مولوی صاحب۔ میں تو اُن کو مانتا ہی ہوں مگر تم رافضیوں کی طرح نہیں کہ اُن کی محبت میں خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کو گالیاں بکنے لگوں۔ توبہ تمہارا مذہب بھی کیسا گندہ ہے کہ گالی بکنا عبادت سمجھتی ہو۔ دنیا میں کوئی اور مذہب بھی اس درجہ بیہودہ اور لچر ہے؟

ہدایت خاتون۔ یہ کون کہتا ہے کہ گالی بکنا میرے ہاں عبادت ہے۔ ذرہ بتاؤ تو۔

مولوی صاحب۔ واہ تم لوگوں کے بارے میں تو یہ شعر ہی مشہور ہے ؎

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد :۔: مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ہدایت خاتون۔ اور اسکے جواب میں جو شعر کہا گیا ہے وہ بھی پڑھ دو۔ آگے کیوں چھپاتے ہو؟

مولوی صاحب۔ وہ کیا؟ اس کا جواب تو ہوا ہی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

ہدایت خاتون۔ مجھ سے سنو ؎

بہتان بمذہبے کہ عادت باشد :۔: مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

مولوی صاحب۔ تو بہتان کون کرتا ہے اور کس کی یہ عادت ہے؟ سچ سچ بتانا

ہدایت خاتون۔ تم لوگوں کی۔ جو کہتے ہو کہ شیعہ گالی بکتے ہیں۔ اگر تم ثابت کر دو کہ مذہب شیعہ میں گالی بکنا جائز ہے تو میں آج سنی ہو جاتی ہوں۔ پھر کسی مسئلہ میں بحث کی ضرورت نہیں

مولوی صاحب۔ کیا تم لوگ حضرت ابوبکر و عمر و عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو گالیاں نہیں

دیتی ہو۔ ہر شیعہ کی یہ عادت ہے۔ اللہ! اپنے مذہب کی ہیچ میں کیسی بھلی بنی جا رہی ہیں!

ہدایت خاتون۔ میں تو نہیں جانتی کہ کون شیعہ ان لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔ تم جانو۔

مولوی صاحب۔ کیا تم لوگ تبرا نہیں کہتی ہو۔ لعنت نہیں بکتی ہو۔ یہ کوئی چھپی ہوئی بات ہے!

ہدایت خاتون۔ ہاں جو لوگ قابل تبرا ہیں ہم لوگ اُن سے تبرا ضرور کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مستحق ہیں اُن پر لعنت بھی کرتے ہیں۔ اس سے مجھے انکار نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب۔ پھر کیسے کہتی ہو کہ ہم لوگ گالی نہیں بکتیں۔ ایک ہی زبان سے انکار اور اقرار دونوں!

ہدایت خاتون۔ تو کیا تبرا یا لعنت کرنا گالی بکنا ہے؟ کس لغت کی کتاب میں تم نے پڑھا ہے؟

مولوی صاحب۔ بے شک۔ یہ بھی کچھ پوچھنے کی بات ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفہ کا بارہواں باب پڑھو۔ جس میں تبرا کی حقیقت بیان کی ہے۔ لغت میں نہیں ہے تو نہ سہی۔

ہدایت خاتون۔ میں پڑھ چکی ہوں۔ اُس میں انھوں نے دس مقدمے لکھے ہیں مگر اصل بات ہی غائب کردی ہے۔ اس کا ذکر تک نہیں کیا کہ تبرا اور لعن گالی کس طرح ہے تم ہی تحفہ سے مجھے سمجھا دو کہ تبرا اور لعن گالی کس طرح ہے۔ لغت میں نہیں دکھا سکتے تو خیر۔

مولوی صاحب دیر تک تحفہ اثنا عشریہ کا بارہواں باب الٹتے پلٹتے رہے۔ جب اسمیں کچھ نہ ملا تو کہا:۔

مولوی صاحب۔ خیر شاہ صاحب نے اس کو نہ لکھا تو کیا ہوتا ہے۔ تبرا اور لعنت کا گالی ہونا بدیہی ہے۔ اسمیں بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے سب جانتے ہیں۔

ہدایت خاتون۔ تو پھر اسلام کا پہلا کلمہ لا الہ الا اللہ بھی گالی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک معبود (اللہ) کا اقرار اور دوسرے کل معبودوں سے تبرا (انکار) ہے۔ اس کا مطلب یہی تو ہے کہ صرف اللہ کو مانتا اور دوسرے معبودوں سے بیزاری چاہتا ہوں۔ اور یہی تبرا ہے جس کا لغوی معنے علحدہ رہنا۔ بے تعلق رہنا۔ نہ ماننا ہے۔ اسی طرح شیعہ بھی خدا و رسولؐ وائمہ طاہرینؑ کو مانتے ہیں اور خلفاء ثلثہ سے تبرا کرتے یعنی علحدہ بے تعلق رہتے ہیں اور ان کو مانتے نہیں ہیں۔ تو کیا اسلام گالی کا کلمہ سکھاتا ہے؟ اور سنو اگر تمہارا دعوے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ خدا بھی گالی بکتا ہے۔ معاذ اللہ قرآن مجید نے بھی گالی بکنے کی تعلیم دی ہے کیونکہ تبرا اور لعنت اسمیں بھی ہے

مولوی صاحب۔ وہ کہاں۔ اگر ہوگا تو کافروں ہی کا فعل بتایا گیا ہوگا۔ کسی اور کا نہیں۔

ہدایت خاتون۔ سورہ فاتحہ میں خدا فرماتا ہے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ

الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اس میں خدا فرماتا ہے اے بندو تم کہا کرو کہ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن کا راستہ جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل کیں۔ اُن کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور وہ گمراہ ہیں۔ اس میں ایک جماعت کی راہ سے تولا اور دوسری جماعت کی راہ سے تبرا کی صریح تعلیم ہے۔ جب ہم دوسری جماعت کے راستہ سے بچنے کی دعا کرتے ہیں تو اُن سے تبرا ہی تو کرتے ہیں۔ یا تولا کرتے ہیں؟

مولوی صاحب۔ معنے اور مطلب کے لحاظ سے تو صحیح ہے مگر اس میں تبرا کی تصریح تو نہیں ہے۔ تم کو ایسی آیت پیش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تبرا کا لفظ دکھاؤ۔

ہدایت خاتون۔ وہ بھی سن لو:- اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِہِمُ الْاَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنْہُمْ کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا کَذٰلِکَ یُرِیْہِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَہُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْہِمْ وَمَا ہُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ یعنی وہ کیا سخت وقت ہوگا جب پیشوا لوگ اپنے پیروؤں سے تبرا کریں گے اور عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے باہمی تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور پیرو کہنے لگیں گے کہ اگر ہمیں پھر دنیا میں پلٹنا ملے تو ہم بھی ان سے اسی طرح تبرا کریں جس طرح اس وقت یہ لوگ ہم سے تبرا کر رہے ہیں۔ یوں ہیں خدا ان کو انکے اعمال دکھائیگا جو انھیں یاس دکھائی دینگے اور پھر وہ دوزخ سے نہیں نکلیں گے (پ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۴)

مولوی صاحب۔ تو اس سے تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔ صرف تبرا کا لفظ یا اور بھی کچھ ہے؟

ہدایت خاتون۔ یہ کہ دنیا میں جو لوگ سچے پیشواؤں کو الگ کرکے اور خود مذہبی پیشوا بنکر دوسروں کو اپنا مرید کر لیتے ہیں ان میں اور اُن کے مریدوں یا پیروؤں میں بروز قیامت تبرا بازی ہوگی جس کو خدا اپنے الفاظ میں ذکر کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ ان کے اعمال کا بدلہ یہی ہوگا کہ ان پر تبرا کیا جائیگا اور وہ اس کا مزہ چکھیں گے۔ پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے تبرا کرینگے اور مرید کہیں گے کہ اگر ہم پلٹ جاتے تو ہم بھی اپنے پیشواؤں سے تبرا کرتے پس اگر تبرا کو خدا پسند نہ کرتا تو یہ نہ فرماتا کہ ان کے اعمال کا بدلہ ان کو اسی طرح دیا جائیگا جو لوگ ایسے گزرے ہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کے مذہبی پیشوا بن گئے ان کا انجام بھی اس آیت سے واضح ہے۔ اور ہمارے مذہب کا حق ہونا بھی نمایاں ہے۔ اور سنو قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْہِمُ الْقَوْلُ

رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۔ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۔ یعنی وہ لوگ جو ہمارے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں بروز قیامت کہیں گے کہ پروردگارا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے اُسی طرح ہم نے ان کو گمراہ کیا اب ہم تیری بارگاہ میں ان لوگوں سے تبرا کرتے ہیں (پ ۲۰ سورہ قصص رکوع ۶) غرض تم کہاں تک قرآن مجید کا تبرا سنو گے۔ کیا مزہ ہے کہ جس لفظ سے تم لوگوں کو نفرت ہے وہ قرآن مجید میں بکثرت موجود ہے۔

مولوی صاحب۔ یہ تو غیر مستحق پیشواؤں اور ان کے مریدوں کا ذکر ہے۔ اچھے لوگوں کے تبرا کا بیان تو نہیں ہے۔ تم لوگ تو اچھے لوگوں پر تبرا کرتی ہو۔

ہدایت خاتون۔ شیعہ بھی تو غیر مستحق پیشواؤں ہی سے تبرا کرتے ہیں۔ جو مستحق پیشوا ہیں اُن سے تو لا کرنا تو ان کا جزو ایمان ہے۔ تم لوگوں کو بھی چاہیئے کہ اس دنیا میں جو غیر مستحق پیشوا گزرے ہیں اُن سے تبرا کرو یعنی الگ رہو اور مستحق سچے پیشوایان دین سے تولا کرتے رہو۔ پھر شیعہ سنی میں اتحاد کی صورت آسان ہو جائے۔ بس قرآن میں جو ہو اُسکو بے تکلف مان لو۔

مولوی صاحب۔ یہ کیا ضرور ہے کہ ہم لوگ بھی اُن سے تبرا کریں۔ جو بُرے ہیں اُن کو چھوڑ دیں وہ جانیں اور اُن کے اعمال ہمیں تبرا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ نہ بزرگوں کا یہ دستور رہا ہے۔

ہدایت خاتون۔ ارے کیا کہتے ہو؟ کیا حضرت ابراہیمؑ ہم لوگوں کے بزرگ نہیں تھے؟ اُنھوں نے بھی بُرے لوگوں سے تبرا کیا ہے۔ خدا فرماتا ہے وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ حضرت ابراہیمؑ کا اپنے چچا کے لئے مغفرت کی دعا کرنا اُس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اُنھوں نے اُس سے کر لیا تھا مگر جب اُن پر کُھل گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اُس سے تبرا کر لیا (بیزار اور الگ ہو گئے) بے شک ابراہیمؑ بڑے دردمند بردبار تھے (پ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴) اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ ایسے جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبر نے بھی بُرے لوگوں سے تبرا کیا اور یہی شیعہ بھی کرتے ہیں۔ پس جس طرح اس تبرا کی وجہ سے تم لوگ شیعوں کو برا کہتے ہو حضرت ابراہیمؑ کو بھی کہو۔ اور جس طرح اسکی وجہ سے شیعوں پر گالی بکنے کا الزام قائم کرتے ہو حضرت ابراہیمؑ کو بھی معاذ اللہ انھیں الفاظ سے یاد کرو۔ خوب سمجھ لو کہ شیعہ وہی کرتے ہیں جس کا حکم خدا اور رسولؐ نے دیا ہے

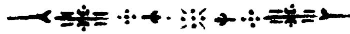
اور جسکو انبیار کرام تک کرتے رہے ہیں۔ اُن کا کوئی اعتقاد یا مذہبی عمل مرضی خدا اور رسولؐ و سیرۃ انبیا و مرسلین کے خلاف مل ہی نہیں سکتا اور یہی بات اس مذہب کی حقیت کی زبردست دلیل ہے۔

مولوی صاحب۔ زیادہ ڈینگ کی نہ لیا کرو۔ تم لوگ تو صاف صاف لعنت کرتی ہو۔ کیا بزرگان دین بھی کسی پر لعنت کرتے رہے ہیں؟ جس سے زیادہ قابل شرم کوئی بات ہو نہیں سکتی۔

ہدایت خاتون۔ تم مناظرہ کرتے وقت سب باتوں سے چشم پوشی کرو تو مجبوری ہے ورنہ ان سب امور کو تم خوب سمجھتے ہو۔ دن رات قرآن مجید کا مطلب دوسروں کو سمجھاتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ قرآن مجید میں لعنت کا ذکر کس کس طرح کیا ہے؟ کیا حضرت رسولخداصلعم سے بڑھکر بھی کوئی بزرگ دین ہوا ہے؟ اور حضرتؐ کے بارے میں خدا فرماتا ہے فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ جب تمہارے پاس علم آنے کے بعد کوئی شخص عیسےٰ کے بارے میں حجت کرے تو کہو آؤ ہم اپنے بیٹوں کو تم اپنے بیٹوں کو۔ ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو۔ پھر ہم سب مل کر گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں (پ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۱۵) اس میں خدا حضرت رسولؐ کو صاف حکم دیتا ہے کہ نصاریٰ سے کہو آؤ ہم بھی جھوٹوں پر لعنت کریں اور تم بھی کرو۔ اسی طرح خدا نے حضرت رسول خدا صلعم کو بھی لعنت کرنے کا حکم دیا اور عیسائیوں کو بھی اسکی طرف بلایا۔ اگر بُروں پر لعنت کرنا برا فعل ہوتا تو خدا کبھی اس کو نہ اپنے رسولؐ کے لئے پسند کرتا نہ عیسائیوں کے لئے۔ اب تو تم جانو گے کہ لعنت کرنا صرف بزرگوں کا فعل نہیں ہے بلکہ خدا بھی اس کا حکم دیتا ہے۔ خود خداوند عالم بھی بُروں پر لعنت کرتا ہے سنو۔ قَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ یہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ خدا نے اُن پر لعنت کی ہے (پ ۱ سورہ بقرہ ۱۱) إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ۔ جو لوگ ہماری روشن دلیلوں اور ہدایتوں کو جنھیں ہم نے نازل کیا اس کے بعد چھپاتے ہیں جب کہ ہم کتاب میں لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر چکے تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا بھی لعنت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ ائمہ کے ضروری مضامین کی مختصر فہرست



غلط نامہ تاریخ ائمہ

پہلے ان غلطیوں کو درست کرلو تب کتاب دیکھو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۱۵	مغیرت	تغیرت	۴۴	۹	سوابوتسری	ہوا جو تیسری
۱۰	۲۱	تتقو	تتقوا	۴۵	۱۰	تقفی	ثقفیؔ
۱۳	۱۵	اطرف	اطراف	״	۲۴	تفریح کی ہے	تصریح کی ہے
۱۵	۱۰	حجر	حجرہ	۴۸	۱۰	المتبع	المتبیع
״	۲۴	ذرسۃ	ذریۃ	۴۹	۹	آسکتے	آسکتی
۲۰	״	کیرا	کرا	۵۱	۲۳	شروع کیا۔ انکی	[illegible]
۲۴	۱۸	صحیح سالم ہوگیا	اسکے بعد	۵۲	۱۱	روشن	تروش
۲۵	۱۶	توأم	توأم	۵۳	۱	عبد مناف	بنو عبد مناف
۲۷	۲۲	اسعام	انتظام	۵۴	۱	پانوں	پاؤں
۳۵	۱۷	باریار	بار بار	״	۲۳	بھیرکر	بھرکر
۳۶	۱۱	نینتوے	نینوئے	۵۶	۴	حزرجیوں	خزرجیوں
۳۹	۱۰	عسائی	عیسائی	۵۷	۱۹	تھےبس	تھے دیس
״	۱۵	حـ	جب	״	۲۴	اپثار	ایثار
״	۲۲	یصبی	یصبنی	۵۹	۱۰	جبرین	حبرمن
۴۱	۱۹	حوۃ	حیواۃ	״	۱۲	النساء	النساء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۷	۱۳	غایت	اعلیٰ
۶۸	۱۶	النسب	النسب
۶۹	۲۴	کان ھاشم	کان لھاشم
۷۳	〃	آخر عمر عمر میں	آخر عمر میں
۷۷	۱۵	غاصمک	نغاصمک
۷۸	۴	ابر ے	بارے
۸۴	۲	اسجعوا	اسجعو
۹۱	۱۴	زامے	سأمے
۱۱۶	۱۳	فداک	فذاک
۱۱۷	۹	جسب	حسب
۱۲۲	۱۷	تیس سال چھوٹے	تیس سال بڑے
۱۲۳	۱۰	نی مقنب	فی مقنب
۱۲۴	۴	جیبر	خیبر
۱۳۰	۱۳	مرشیے	مرثیے کہے
۱۳۵	۵	تھی محرماں	تھی کر محرمان
۱۴۰	۹	پڑھاتے	پڑھانے
۱۴۷	۲۰	حضرت عمرکا	حضرت عمرکا
۱۴۹	۱۱	ادن	اذن
۱۵۱	۲۰	نواحی	نواحی
۱۵۴	۱۸	بہ کمال	یہ کمال
۱۵۹	۵	فرمایا ان لیکن	فرمایا ہاں لیکن
۱۶۳	۱	ماری کی کر	ماری کر
۱۶۴	۴	کہ حدیث رسول	کہ یہ حدیث رسول
۱۶۷	۲۳	بری الذمہ	بری الذمہ
۱۶۸	۲۰	ایک ماسنی	ایک نہ سنی
۱۷۸	۱۳	مغاذکی جو	مغافیر کی بو
〃	۱۸	اسرالنبی	اسرالنبی
۱۸۲	۱۲	دعا مانگی	دعا کی
۱۸۳	۲۴	خبر اعراف	خبر اطراف
۱۹۹	۶	کی و انھوں	کی تو انھوں
۲۰۱	۳	اور تسلیم	اور وہ تسلیم
۲۰۳	۲۳	عذر سان	عذر بیان
۲۰۵	۵	فرمایاامت	فرمایا یا ابت
۲۱۰	۱۴	آب اپنے	اب اپنے
۲۲۲	۹	دجلات	دحلان
۲۲۵	۱۹	جلد ا	جلد ۱۰
۲۲۸	۵	آپ فدا ہوں	آپ پر فدا ہوں
۲۳۷	۱	کس	کسی
۲۴۲	۷	مختف	مختلف
۲۴۶	۲۲	بزوز	بروز
۲۴۷	۲۱	نخالفین	مخالفین
۲۴۹	۲۲	چڑے	چمڑے
۲۵۱	۱۲	خضائل	خصائل
۲۶۱	۱۱	زہنا	رہنا
۲۶۳	۴	ھن	عن
۲۷۵	۲۳	لعسہ	نفیسہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۸	۲۲	پڑھاسکے	بڑھاسکے
۲۸۸	۵	کر	توڑ
۳۰۱	۲	سکی	اسکی
۳۱۱	۱۱	شرجیل	شرجبیل
"	۱۶	میاں با	میاں !
۳۱۷	۱۴	بھذا نیدھا	بھذا افید ھا
۳۲۲	۱۱	طبراتی	طبرانی
۳۲۸	۱۸	صِدقہ	صَدَقہ
"	۲۲	حلہ	حُلہ
۳۳۳	۲۳	تعریفں	تعرّض
۳۴۶	۲	مدکورہ	مذکورہ
"	۵	مبرے	میرے
۳۴۸	۲۰	بدبودارسانفس	بدبودارسانس
۳۵۰	۱۸	جو دعاکی	جو دعاکی
۳۵۴	۱۷	کی لشکر	کے لشکر
۳۵۷	۲۴	محدرات	مخدرات
۳۵۹	۵	رہینا	رہتا
۳۷۰	۴	حضری	حضرمی
۳۷۳	۱۲	کرا یاجاے	کرایاجائے
۳۷۷	۷	اُن وگوں	اُن لوگوں
۳۸۰	۱۶	یَنشَقّ	یَنْشَقُّ
۳۸۲	۹	کرتےہیں کم	کرتے ہیں ہم
۳۸۵	۵	فیقروں کو	فیقروں کا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۹	۱۱	کی امت خلیفہ	کی امت کا خلیفہ
۳۹۰	۲	ادہ	زیادہ
"	۱۳	ین تم لوگوں	ین نے تم لوگوں
۳۹۶	۱	موتم لاشبال	مؤتم الاشبال
۴۰۰	۱۳	آپ سامنے	آپ کے سامنے
۴۱۸	۱۱	کپڑا	کپڑے
۴۲۳	۱۷	اوب	ابو ایوب
"	"	صواعق محرقہ صلا	صواعق محرقہ صلا
۴۲۹	۲۲	تَحَنِ مُبنی	تَحِیِ مُبنی
"	۲۴	درگا	درگاہ
۴۳۴	۱۱	ور علامہ	اور علامہ
"	۱۴	جمع کیاتھا	جمع کیا تھا
۴۴۰	۷	اوز	اور
۴۴۳	۱۲	بلاسوواں	بلادسودان
۴۴۸	۲۳	اینے	اپنے
۴۵۰	۲۲	برایت	بروایت
۴۵۱	"	فوزاً	فوراً
۴۵۶	۱۵	نواں باب	ساتواں باب
۴۶۴	۱۴	بانطنی	باطنی
۴۷۹	۳	بٹھوادیا	بٹھادیا
۴۸۰	۱۸	تلیفہ	خلیفہ
۴۸۸	۲	تنظیم دی	تعظیم کی
"	۱۴	الاجوہ	الوجوہ
۴۹۳	۱۳	رجب ۲۵۳ھ	رجب ۲۵۴ھ
۴۹۶	۷	کتندی	کندی
۴۹۷	۴	پکراکر	پکڑاکر
۵۰۰	۱۹	اگرنیا	اگر دنیا

اس عظیم الشان کتاب کے متعلق قدردانان علوم ومعارف کی رائیں

(۱) جناب سید بدر الحسن صاحب دام مجدہ نے بلگرام سے لکھا "تاریخ ائمہ دیکھکر دل خوش ہوگیا خدا آپ کو زندہ وسلامت رکھے کیونکہ آپ ہی کی محنت اور کوشش سے ہندوستان میں مذہب حق ترقی کر رہا ہے۔ تاریخ ائمہ کو اہلسنت بھی دلچسپی سے پڑھ کر مزہ لیتے اور مستفید ہوتے ہیں" (۲) جناب مولوی سید شبیر حسن صاحب الہ آبادی دام مجدہ نے تحصیل مجھلی شہر سے لکھا "جناب مولانا شفاکم اللہ تعالے۔ آپ کی علالت نے دل کو پژمردہ کر رکھا ہے۔ شافی مطلق سے دعا رہتی ہے کہ جناب کو صحت کلی بخشے تاکہ جلد از جلد سوانح عمری حضرت عمر کا تکملہ ہو جائے اور تاریخ ائمہ جیسی کتاب مکمل ہو جائے۔ خداوند عالم کی خاص مہربانی ہے کہ ایسے ضروری اور اہم کاموں کو جناب کے دست مبارک سے انجام دلوا رہا ہے۔ تاریخ ائمہ نہیں ہے بلکہ روح شیعہ ہے۔ اسکی تعریف وتوصیف جس قدر کی جائے۔ بجا ودرست ہے۔ ایسی ضروری کتاب کی قوم کو ضرورت ہے۔ خدا اس کی جزا جناب کو مرحمت فرمائے" (۳) جناب حاجی مولوی محمد کرم خاں صاحب وظیفہ یاب دام مجدہٗ نے حیدر آباد دکن سے لکھا "اگر یہ پرچے نہ آتے تو آپ کے اس فیض سے جو کہ تاریخ ائمہ کی تالیف کے لئے آپ نے جان کاہی فرمائی محروم رہ جاتا۔ خدا آپ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ الٰہی آمین۔ واقعی جو کام آپ کر رہے ہیں اس کے شکریہ کے لئے زبان قاصر ہے۔ فی الواقع آپ کی محنت کے مقابلہ میں قوم کی بے توجہی اور آپ کی تکلیفات کا بے حد افسوس ہے۔ خدا ہم لوگوں کو توفیق نیک عطا فرمائے" (۴) جناب سید محمد حسین صاحب دام مجدہٗ نے جونپور سے لکھا "تاریخ ائمہ واقعاً بہترین تاریخ چھپ رہی ہے" (۵) جناب ڈاکٹر سید حسین احمد صاحب بجے پوری دام مجدہٗ نے اکولا صوبہ برار سے لکھا:۔ "حضور کی ذات گرامی سے دین حق کی جو تبلیغ اور خدمت ہو رہی ہے اُس سے ہر فرد واقف ہے۔ حضور جس عالی ہمتی اور انہماک سے قلمی جہاد اور ترویج دین حق فرما رہے ہیں اُس کا اندازہ سوانح عمری خلیفہ اول اور نصوبہ برعزار وتیز دیگر تالیفات وتصنیفات حضور سے ظاہر ہے" (۶) جناب ماسٹر کریم بخش صاحب حیدری مضطر ہیڈ ماسٹر دام مجدہٗ نے ضلع میانوالی سے لکھا "آپ کا وجود مسعود قوم کے لئے باعث برکت ہے۔ کتاب تاریخ ائمہ کے اوراق مطالعہ

سے گزرے ماشاء اللہ بہت مفید کتاب ہے۔ اس سے قبل اس شان کی کتاب نہیں ملتی تھی۔ آپ کی تصنیفات یقیناً جدت کا پہلو لیئے ہوئے ہوتی ہیں۔ ہر تصنیف پہلے سے بڑھ چڑھکر منظرعام پر جلوہ افروز ہورہی ہے۔ میں تو آں جناب کی لطیف اور متین تحریر کا گرویدہ ہوں۔ سات آٹھ سال سے دائرہ اصلاح میں رہنے کا سبب یہی ہے کہ آپکا شگفتہ طرز تحریر حد سے زیادہ مرغوب طبع ہوا۔ انشاءاللہ جب تک دم میں دم ہے اصلاح مجھ سے جدا نہیں ہوسکتا" (۷) جناب مظفر علی خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس دام مجدہ نے ضلع گورکھپور سے لکھا "واقعی تاریخ ائمہ اپنی نوعیت کی بالکل نئی کتاب ہے اور خوب لکھی ہے خدا آپکو اس کا اجرعظیم عطا فرمائے" (۸) جناب سید اقبال حسین صاحب زیدی دام مجدہ نے ضلع مظفر نگر سے لکھا "رسالہ اصلاح ۲۰ ماہ صیام کو ملا۔ ۲۱ رشب اور پھر شب جمعہ میں اس نے ایک بڑے عالم کی مجلس کے برابر رلایا۔ اور گریہ کا جو اثر ہوا میں خیال کرتا ہوں کہ اگر بجاے اسکے کسی اور جگہ مجلس میں بھی ہوتا تو اس قدر گریہ شاید ہی ہوتا یہ سب اصلاح کی بدولت اور تاریخ ائمہ کی برکت ہے۔ خدا آپ کو برکت دے اور اس سے بھی زیادہ زور قلم عنایت فرمائے" (۹) جناب سید فضل حسین صاحب پنشنر دام مجدہ نے لکھنؤ سے لکھا "جس قدر معلومات مجھکو پرچہ اصلاح سے ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں دیگر کتب سے نہیں ہوتے" (۱۰) جناب ڈاکٹر شیخ حامد حسین صاحب میڈیکل افسر دام مجدہٗ نے ضلع کھیری سے لکھا "حضور والا کی ذات بابرکات ہم لوگوں کے لیئے باعث فخر ہے اور حضور کے پرچہ اصلاح نے جو خدمت قوم کی کی ہے ہم لوگ اُس کے بار احسان سے ہرگز سبکدوش نہیں ہوسکتے" (۱۱) جناب شیخ علی نقی صاحب تحصیلدار دام مجدہٗ نے ریاست بنارس سے لکھا "قبلہ و کعبہ جناب مولانا صاحب دام ظلم... مذہب شیعہ کی اس قدر خدمت آپ فرما رہے ہیں کہ اُس کا احسان اس قوم پر قیامت تک فراموش نہیں ہوسکتا۔ جس وقت سب مضامین پر خیال کرتا ہوں طبیعت کو اس قدر فرحت ہوتی ہے کہ خوشی کا آنسو ٹپک پڑتا ہے اور خدا کا شکر کرتا ہوں... تحریر ایسی صاف جیسے سچے موتی کا آب۔ نظم میں جناب میر انیس صاحب مرحوم اور نثر میں جناب والا کی سی تحریر میرے خیال میں آج تک نہیں ہوئی ہے۔ اسی کو سہل ممتنع کہتے ہیں" (۱۲) جناب سید اقبال حسین صاحب دام مجدہٗ نے سیتا پور سے لکھا "مولانا و مقتدانا۔ تاریخ ائمہ واقعی ایک انمول موتی ہے جس کو

غواص بحر معرفت نے بڑی جانفشانی سے نکالا ہے۔ عارف پڑھتا اور کلمۂ تحسین زبان پر لاتا ہے" (۱۳) جناب سید محمد حسین شاہ صاحب دام مجدہ نے چوبٹیا سے لکھا "دل تو یہی چاہتا ہے کہ اپنی عمر بھی آپ کی نذر کردی جائے تاکہ شیعی دنیا آپ کے چشمۂ فیض سے مستفیض ہوتی رہے ... تاریخ ائمہ کسی تعریف کی محتاج نہیں سبحان اللہ کیا ہی تصویر کھینچی ہے۔ گویا کوزے میں دریا بند کردیا ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ واقعات درحقیقت اسی وقت ہو رہے ہیں۔ اصلاح سے ہر مذہب و ملت کے اصحاب علمی ادبی فائدہ کے علاوہ تاریخی معلومات اور تحقیق مذہب حاصل کرسکتے ہیں" (۱۴) جناب جمعیت علی صاحب دام مجدہ نے سہارن پور سے لکھا "تاریخ ائمہ نے دل کو روز روشن کی طرح منور کردیا" (۱۴) جناب سید احمد علی شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس دام مجدہ نے تھانہ قریشی سے لکھا "الحمد للہ کہ تاریخ ائمہ کو آپ نے نہایت محنت و جانفشانی سے ختم فرمایا ہے۔ اچھی کتاب ثابت ہو رہی ہے" (۱۵) جناب سید علی جان صاحب دام مجدہ نے کلکتہ سے لکھا "سوانح ائمہ تعریف سے باہر ہے" (۱۶) جناب ڈاکٹر سید منظر عباس صاحب سیفی میڈیکل آفیسر دام مجدہ نے ٹانڈا سے لکھا "حق یہ ہے کہ سوانح عمری خلیفہ اول اور تاریخ ائمہ یہ دو کتابیں جناب نے ایسی تصنیف فرمائی ہیں جو اردو زبان میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ مذہب حق کی یہ قابل قدر خدمت انشاء اللہ رائگاں نہ جائیگی اور درگاہ رب العزت سے اجر گراں مایہ ملیگا" (۱۶) جناب ماسٹر کریم بخش صاحب حیدری مضطر دام مجدہٗ نے پھر لکھا "فخر ملت ناصر الاسلام عماد العلماء دام ظلکم۔ تاریخ ائمہ کو آپ نہایت ہی جانفشانی اور تحقیق سے لکھ رہے ہیں ماشاء اللہ نور علی نور ہے ... مضامین نے کتاب کی دلچسپی میں چار چاند لگا دیئے۔ مضامین کی خوبصورتی اور معصومیت ہر شخص کو دعوت مطالعہ دیتی ہے۔ واللہ خدائے لم یزل نے آپ کے قلم تحقیق رقم میں وہ اعجازی قوت بھر دی ہے کہ جس کام پر آپ آمادہ ہوتے ہیں وہ امید سے کہیں بڑھ چڑھ کر سرانجام پاتا ہے۔ آپ کی ایک تصنیف نظر سے گزرتی ہے تو دل کہتا ہے کہ اس سے بہتر اور مفید کتاب آپ اور نہ لکھ سکیں گے مگر دوسری تصنیف کے سامنے آنے سے پہلے خیال کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے.. اب تاریخ ائمہ کے مطالعہ نے وہ لطف دیا کہ گزشتہ تصنیفات کی دلچسپیاں گلدستۂ طاق نسیاں بن گئیں۔ تاریخ ائمہ واقعی ایک مفید کتاب ہے جس کی مدت سے ہر شیعہ گھر میں ضرورت محسوس کی جارہی تھی الحمد للہ کہ تمام ضروری مضامین کا مجموعہ تاریخ ائمہ کی صورت میں ہمارے سامنے آرہا ہے جس سے نور ایمان تازہ اور دلوں کو فرحت ہوتی ہے" ۱۲

آل و اصحاب | اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ صحابہ رسولؐ کا سلوک کیسا تھا۔ ان لوگوں نے امانت رسولؐ کے ساتھ کس درجہ بے رُخی کی۔ واقعہ کربلا کے وقت کتنے صحابہ موجود تھے مگر انھوں نے ادھر ذرہ برابر توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ مدد کرتے تو امام مظلوم شہید نہ ہوتے۔ نہایت مفید اسلامی تاریخی تحقیقات کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ۱۲ ار

جواب شرر | مسٹر عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا بہت فحش اور گندہ ناول لکھکر مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگادی تھی۔ اس کا مفصل جواب اور تاریخی تحقیقات کا بے مثل خزانہ تیسری دفعہ چھپا ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

صاحب العصر والزمان | حضرت حجتؑ کے وجود اور غیبت کی بہت زبردست دلیلیں، اور قادیانی فرقہ نے حضرتؑ کے بارے میں جو اعتراضات کئے ہیں اُن کا مفصل و تشفی بخش جواب قیمت ۱۲ ار

عقل و تہذیب اہلحدیث | فرقہ اہلحدیث کی عقل۔ تہذیب۔ انسانیت۔ مذہب اور خصوصاً اُن کے علماء و پیشوایانِ دین کے قابل مضحکہ حالات کا مکمل مجموعہ قیمت ۱۲ ار

فتنہ شبلی | شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں لکھا تھا کہ معاذ اللہ جناب امیرؑ نے بھی ایک دفعہ شراب پی تھی اسکی مفصل اور محققانہ رد کرکے اس روایت کی دھجیاں اُڑا دی گئی ہیں۔ قیمت ۸ ر

تحریف قرآن | کے بارے میں اہلسنت اعتراض کرتے ہیں۔ رسالہ ھذا السارق میں پوری تحقیق اور جامعیت سے ثابت کردیا گیا ہے کہ تحریف قرآن کے قائل اہلسنت ہیں اور انکی کتابوں سے یہ اس طرح واضح ہے کہ کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

مسئلہ فدک | سنی شیعہ کے درمیان بہت زبردست بحث ہے۔ نواب محسن الملک بہادر نے شیعوں کے خلاف آیات بینات میں بہت زور لگایا ہے اس کا مفصل جواب کمال تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب شیعوں کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ جلد اول ۱ ر جلد دوم ۸ ر جلد سوم ۶ جلد چہارم ۸ ر

مقدمہ نہج البلاغہ | بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ حضرت امیرالمومنین [illegible] لام کا کلام نہیں ہے۔ اس کتاب میں نہایت تحقیق و جامعیت سے اس کو [illegible] کا کلام ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲ ار

ہندو پنڈت کا رسالہ خلافت | ایک ہندو پنڈت ہرنام صاحب نے مسئلہ خلافت [illegible] زبردست تحریر شائع کی ہے جس سے مذہب شیعہ کی حقیت مثل آفتاب روشن ہے۔ اس رسالہ نے برادران اہلسنت میں زلزلہ ڈال دیا۔ اصلاح کو دو جدید خریدار دے کر یہ کتاب مفت طلب کیجیے

مولوی عبدالشکور صاحب اڈیٹر النجم لکھنؤ کا جناب مولانا سید علی
... سے مناظرہ کے لیئے آنا اور بغیر مناظرہ شرمناک فرار اختیار کرنا

اس رسالہ میں بھی اڈیٹر النجم کے مناظرہ سے فرار کرنے اور ضلع سارن
اہلسنت مولوی حکیم فتح محمد کے شیعہ ہو جانے کا دلچسپ تذکرہ

اڈیٹر النجم کا دوبارہ مولانا سے ممدوح سے مناظرہ
کرنا اور فرار کرنا۔ قیمت ۴ر

اڈیٹر النجم نے بجھوا میں جا کر شیعوں سے جو مناظرہ کیا اس پر مفصل تبصرہ قابل دید
ایک سنی عالم نے اڈیٹر النجم پر اعتراض کہ خود اہلسنت کی کتابیں تحریف
پھر تم کیوں شیعوں پر اعتراض کرتے ہو۔ قابل دید ذخیرہ ہے۔ جس میں
ثابت کر دیا گیا ہے کہ اہلسنت تحریف قرآن کے قائل ہیں اور اس کی کتابیں
اس طرح واضح ہیں کہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ آج تک اڈیٹر النجم
سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ قیمت ۶ر

شہادت امام حسینؑ کے متعلق جناب بہادر سید خیرات احمد صاحب کا لیکچر
... نور ایمان کا زبردست رسالہ بہت دلچسپ مفید اور بہترین

جناب حاجی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے محب ... پنشنر
... زبردست تحقیقی کتاب جس میں دکھایا ہے کہ خدا اپنے کلام پاک
میں کیا فرماتا ہے۔ اور قرآن مجید نے آل اطہار کا کیا پایہ اور اصحاب کس مرتبہ
... امت پر کس کی پیروی اور کس حد تک فرض ہے۔ غرض بہت ہی قابل
دید ہے آپ سنی شیعہ کے اختلافات کا فیصلہ بھی کمال انصاف سے کیا ہے حجم ۱۲
فرقہ اہل قرآن نے جو پنجاب میں پیدا ہوا ہے
پاؤں پر مسح نا جائز دکھایا تھا کہ وضو میں پاؤں دھونے کا حکم
... اصلاح سے امتحان اہلقرآن و قول فیصل شائع کر کے ثابت کر دیا گیا کہ قرآن
... کرنے ہی کا حکم دیتا ہے۔ اس تحقیق سے یہ رسالے لکھے گئے کہ اہلقرآن کو ...
قیمت ۴ر

اسلامی خدا

توحید خدا کو آیات قرآن مجید سے بہت مفصل اور جامعیت
سے واضح کر دیا ہے کہ جس طرح اسلام خدا کی توحید سکھاتا ہے
نہیں سکھا سکتا۔ قیمت ۸ر

المشتہر:- منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھاپ کر شائع کیا)